بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضو افشانیاں

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضوافشانیاں

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ○ جامعہ ابوہریرہ
خالق آباد ○ ضلع نوشہرہ ○ سرحد پاکستان

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

سلسلہ: ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضوافشانیاں

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ، خود، عمامہ و دستار، تہبند و ازار، قناع، نشست، تکیہ، سہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل شمائل ترمذی کی ساٹھ (۶۰) احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح و توضیح۔

205

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ
فون و فیکس : 0923(630237)630094

Marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق ''القاسم اکیڈمی'' محفوظ ہیں

نام	:	ماہتابِ نبوت کی ضَو افشانیاں
تصنیف	:	عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	210 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمٰن رکن القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جولائی 2005ء
تعداد بارِ اول	:	1100
قیمت	:	120 روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ

83970

ملنے کے پتے

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد سبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوھریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com
Marfat.com

تعارف

شرح شمائلِ ترمذی بڑی سائز کی تین جلدوں 1608 صفحات میں تکمیل پذیر ہوئی جو حدیث کے اساتذہ اور طلبۂ دورۂ حدیث کے علاوہ عامۃ المسلمین کے لئے بھی بے حد نافع ہے۔ جس میں حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائلِ ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات ،متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر آئے ہیں۔

مگر اس کے ضخیم و عظیم ہونے اور کثیر مصارف کے پیش نظر ہر ایک کی قوتِ خرید سے باہر ہونے کے سبب سب کے لئے اس کے حصول کی استطاعت اور دسترس ممکن نہ تھی اس لئے شرح شمائل ترمذی کو علیحدہ علیحدہ مستقل عنوان سے مختلف چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بھی علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔

غالب خیال یہ ہے۔ یہ سلسلۂ اشاعت آٹھ اجزاء پر تکمیل پذیر ہوگا۔ مقصد یہی ہے کہ شمائل و خصائل نبوی کا کوئی نہ کوئی حصہ ہر مسلمان کی دسترس میں ہو، ہر گھر میں پہنچے ،پیغام عام ہو اور مشن تام ہو۔

البتہ شمائل ترمذی کے رواۃ کا تذکرہ جو بڑی سائز میں شرح شمائل ترمذی کے ساتھ تیسری جلد کی صورت میں چھپ چکا ہے وہ علیحدہ بھی کتابی صورت میں اسی سائز میں چھاپ دیا جائے گا کہ مستفیدینِ طلبۂ حدیث اور فن رجال سے شغف رکھنے والے احباب کو اسے علیحدہ مستقل کتابی صورت میں حاصل کرنا آسان ہو چھوٹی سائز کے اب تک شائع شدہ اجزاء کا تعارف درج ذیل ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱) ''جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر''

جس میں محبوبِ دو عالمؐ کا جلوۂ جہاں آراء، چہرۂ انور، جسمِ اطہر، تمام اعضاء واندام کے تناسب واعتدال، موزونیت، حسن وجمال، نورانیت اور اعجاز وکمال کا ایمان افروز تذکرہ شمائل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی تشریح وتوضیح کی روشنی میں جمالِ محمدؐ کا حسین ودلربا منظر بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ''روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں''

جس میں محبوبِ دوعالم ﷺ کی زلفیں، اقسام واحکام، مانگ، تیل، کنگھی، سرمے، لباسِ مسنون واعتدال، لباس فقر وفاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر وغنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شمائلِ ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح وتشریح کردی گئی ہے۔

(۳) ''ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَو افشانیاں''

جس میں حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ خود، عمامہ ودستار، تہبند وازار، قناع، نشست تکیہ وسہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل ۶۰ احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح وتوضیح، دلفریب اور عشق رسولؐ سے لبریز تحریر۔

(۴) ''آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں''

حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن وروٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے وآداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت ومہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیّبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح وتوضیح۔

Marfat.com
Marfat.com

فہرستِ مضامین

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَوافشانیاں

عنوان	صفحہ
کیا شانِ تکلم ہے ----------	۱۲
مقدمہ ----------------	۱۳
باب ماجاء فی خف رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے موزہ کے بیان میں)	۲۱
موزوں کا جھاڑنا سنت ہے ----	۲۲
نجاشی کا قبول اسلام --------	۲۳
غائبانہ نماز جنازہ کا حکم ------	۲۴
بارگاہِ رسالت میں نجاشی کے تحفے ـ	۲۵
اسودین کا معنیٰ --------	۲۶
غیر مسلم کے ھدیہ کا حکم ------	۲۶
مسح علی الخفین ------	۲۷
حضرت دحیہ کلبیؓ ----------	۲۹
حضورؐ خفین قبول فرما لیتے ----	۳۰
اشیاء مجہولہ میں اصل طہارت ہے ـ	۳۰
(دباغت کے بعد کھال کا حکم ---	۳۱
باب ماجاء فی نعلِ رسول ﷺ (حضورؐ کے جوتے مبارک کے بیان میں)	۳۲
نعلین مبارک ----------	۳۲
نعل رسولؐ کی توصیف ------	۳۳

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
تکثیر نعال کا حکم -------	٣٣
حضورؐ جوتے کس طرح پہنتے ---	٣٤
نقشِ نعل کے فضائل و برکات --	٣٤
طریق توسّل --------	٣٥
بعض آثار و خواص نقشہ نعل شریف -	٣٥
قال امام ابوالخیر محمد بن محمد الجزریؒ -	٣٦
عن السید محمد الحجازی الحسینی المالکیؒ -	٣٧
نعل مبارک سے محبت ------	٣٧
نعل بلال کا ٹوٹا تسمہ، تاج کا افتخار --	٣٨
ایک نعل میں دو تسمے -------	٣٩
نقشِ نعل مبارک ------	٤٠
دوہرے تسمے ----------	٤١
تبرک بآثار الصالحین ----	٤٢
اکابرین دیوبند کا معمول -----	٤٤
شیخ احمد عبدالجوادؒ کی تنبیہ ------	٤٤
سبتیة کا معنیٰ -------	٤٥
منشأ سوال -------	٤٦
کھلے پاؤں جوتوں میں رکھنا ----	٤٧
مخصوفتین کا معنیٰ ------	٤٨
حضورؐ کے پیوند لگے جوتے ---	٤٩
نعلین میں نماز -------	٤٩
نعلین مبارک کا طول، عرض، حجم اور مقدار	٤٩
تعلیم اخلاق یا شفقت نبویؐ ---	٥١
جب ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرا ننگا ہو	٥١
امام اعمشؒ کا سبق آموز لطیفہ ---	٥٢
حدثنا قتیبة ------	٥٢
بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے نہی	٥٣
جوتا پہننے اور نکالنے میں مسنون طریقہ	٥٥
تیمن حضورؐ کو پسند تھا ------	٥٦
حضرت عثمانؓ، ایک تسمے والے جوتے	٥٨
باب ما جاء فی ذکر خاتم رسول اللہؐ (حضورؐ کی انگوٹھی مبارک کے بیان میں)	٦٠
باب ھذا میں لفظ ''ذکر'' کا اضافہ -	٦٠

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
انگوٹھی مبارک کی صفت ------	۶۱
انگوٹھی کے احکام --------	۶۱
انگوٹھی کا اجمالی تاریخی پس منظر ---	۶۲
مشاہیر کی انگوٹھیوں کے نقش ----	۶۲
انگوٹھی اور اس کا نگینہ --------	۶۵
انگوٹھی پہننے میں معمول مبارک ---	۶۶
ایک تعارض کا دفعیہ --------	۶۷
انگوٹھی کے نہ پہننے میں حکمت ---	۶۸
مردوں کے سونا چاندی کے استعمال کا حکم	۶۸
انگوٹھی کس دھات سے ہونی چاہیے۔	۶۹
فصہ منه کی تشریح --------	۷۰
مختلف روایات میں تطبیق ------	۷۱
ایک روایت میں انگوٹھی کی اجمالی تاریخ	۷۱
امراء عجم کو دعوتی خطوط ------	۷۳
مہر بنوانے کا مشورہ ------	۷۴
حضرت انسؓ کا اتقان اور کمالِ استحضار	۷۵
تنبیہ --------	۷۵
نقش مہر ختم نبوت --------	۷۶
کسریٰ قیصر اور نجاشی کو دعوتی خطوط۔	۷۷

عنوان	صفحہ
مکتوب مبارک کسریٰ پرویز کے نام	۷۸
مکتوب مبارک شاہ روم قیصر کے نام	۷۹
قیصر روم کا تجارتی قافلہ سے مکالمہ۔	۸۱
ابوسفیان سے سوالات اور ان کا جوابات	۸۲
ابوسفیان کے جوابات پر ہرقل کا تبصرہ	۸۳
بے شک وہ نبی ہیں؟ -------	۸۴
مکتوب بنام نجاشی -------	۸۴
دوسرے نجاشی کے نام مکتوب مبارک	۸۶
انگوٹھی پہنے ہوئے بیت الخلاء جانے کا حکم	۸۷
خاتم نبویؐ خلفاء کے پاس -----	۸۸
انگوٹھی بیرِ اریس میں گرنے کا واقعہ۔	۸۹
باب ماجاء فی ان النبی ﷺ کان یتختم فی یمینه (حضورؐ انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے)	۸۲
تختم فی الیمین افضل ہے ---	۹۲
شعارِ روافض ہونے کی توجیہ کی تردید	۹۳

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
حضورؐ کا معمول مبارک ------	۹۴
مذہبِ مختار اور حافظ عراقی کے اشعار	۹۵
دوسری سند سے روایت ------	۹۶
انگوٹھی دائیں کی خنصر انگلی میں پہننا سنت ہے	۹۶
ابن عباسؓ کا معمول ------	۹۹
ایک تعارض میں تطبیق ------	۱۰۰
مرد و خواتین کے لئے سنت طریقہ ۔	۱۰۱
مہر نبوت کا استعمال ممنوع قرار دیا ۔۔	۱۰۱
حدیث باب اور ترجمۃ الباب ---	۱۰۳
امام ترمذیؒ کی تحقیق ------	۱۰۴
رجال کیلئے سونے کے حرمت پر اجماع	۱۰۵
باب ماجاء فی صفةِ سیفِ رسول اللهﷺ (حضورؐ کی تلوار کے بیان میں)	۱۰۷
حضورؐ کی تلواریں ------	۱۰۸
دو معجزاتی تلواریں العون اور العرجون	۱۰۹
لفظ قبیعة کی تشریح ------	۱۱۰
آلاتِ حرب میں چاندی کا استعمال	۱۱۱
تلوار میں سونے کے استعمال کا حکم ۔	۱۱۲
لفظِ حفیاً کی تشریح ------	۱۱۳
باب ماجاء فی صفة درع رسول اللهﷺ (حضورؐ کی زرہ کے بیان میں)	۱۱۵
لفظِ درع کی تشریح ------	۱۱۵
حضورؐ کی زرہوں کا بیان ----	۱۱۵
جنگ احد میں حضرت طلحہؓ اور دو زرہیں	۱۱۷
ظاهر بينهما کی تشریح ----	۱۲۰
توکل کی حقیقت ------	۱۲۰
یہ حدیث مراسیل صحابہؓ سے ہے ۔۔	۱۲۱
باب ماجاء فی صفة مغفر رسول اللهﷺ (حضورؐ کے خود مبارک کے بیان میں)	۱۲۲
مغفر کی حقیقت و صفت ------	۱۲۲

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
حضورؐ کے آلاتِ حرب ------	۱۲۳
خلاصہ مضمون ------	۱۲۵
مغفر یا عمامۃ؟ تعارض کا جواب --	۱۲۵
ایک تعارض اور اس کا حل -----	۱۲۶
ابن خطل کے قتل کا حکم ------	۱۲۷
ابن خطل اور استارِ کعبہ ------	۱۲۸
ابن خطل کو کس نے قتل کیا -----	۱۲۹
شاتمِ رسول کا حکم ------	۱۳۰
دخول مکہ کے وقت احرام کا مسئلہ --	۱۳۲
باب ماجاء فی صفۃ عمامۃ النبیؐ (حضورؐ کی دستار مبارک کے بیان میں)	۱۳۴
عمامہ کی فضیلت و برکات ----	۱۳۴
سیاہ عمامے کا حکم ------	۱۳۵
عمامہ پر قطعی مواظبت ثابت ہے --	۱۳۵
مقدارِ عمامہ ------	۱۳۶
مغفر یا عمامہ یا دونوں ------	۱۳۷
سیاہ عمامہ اور بعض صحابہؓ کا معمول۔	۱۳۹
دورانِ خطبہ سیاہ عمامہ کا ثبوت ---	۱۴۱
شملہ بھی سنتِ مؤکدہ ہے -----	۱۴۳
شملہ کی مقدار ------	۱۴۶
حضورؐ کا آخری خطبہ ------	۱۴۷
عصابۃ دسماء ------	۱۴۷
باب ماجاء فی صفۃ ازار رسول اللہؐ (حضورؐ کے تہبند مبارک کے بیان میں)	۱۴۹
ازار کا معنیٰ و تشریح ------	۱۴۹
حضورؐ کا معمول ------	۱۴۹
ازار و رداء کا طول و عرض ------	
پیوند لگی چادر اور درشت کپڑے کا تہبند	۱۵۱
پیوند لگی چادر اور ازارِ غلیظ کی توجیہات	۱۵۳
تبرک بآثار الصالحین ----	۱۵۴
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ---	۱۵۵

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
بردة ملحاء	۱۵۶
امالک فیّ اسوة	۱۵۷
تہبند کا شرعی طریقہ	۱۵۸
خواص کے لئے حضرت مدنیؒ کی تنبیہ	۱۵۸
حضرت عثمانؓ کا اہتمامِ سنت	۱۵۹
عضلة کا معنیٰ وتشریح	۱۶۱
موضع الازار	۱۶۱
خلاصہ بحث	۱۶۲
حضورؐ کی نظافت پسندی	۱۶۳
باب ماجاء فی مشیةِ رسولِ اللهؐ (حضورؐ کی رفتار مبارک کے بیان میں)	۱۶۴
خوبیٔ رفتار	۱۶۴
حسنِ کامل	۱۶۵
جمالِ رخِ انورؐ	۱۶۶
حسنِ رفتار	۱۶۷
تقلّع کا معنیٰ	۱۶۸
مشیة کے اقسام	۱۷۰
باب ماجاء فی تقنع رسول اللهؐ (حضورؐ کے قناع کے بارے میں)	۱۷۲
تقنع کا معنیٰ وتشریح	۱۷۲
القناع کا استعمال	۱۷۲
القناع کی دوصورتیں اور برکات	۱۷۳
غرضِ اعادہ حدیث	۱۷۵
القناع کثرت دھن کے باوجود پاک	۱۷۵
باب ماجاء فی جلسةِ رسول اللهؐ (حضورؐ کی نشست کے بارے میں)	۱۷۶
القرفصاء کا معنیٰ وتشریح	۱۷۷
بیٹھنے میں خشوع ومسکنت کا اظہار	۱۷۸
رعب کی وجہ کیا تھی	۱۷۹
تکمیلِ مضمون حدیث	۱۷۹

Marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
استلقاء کا معنیٰ اور دو صورتیں ----	۱۸۰
حدیث کی باب سے مناسبت ----	۱۸۱
مسجد میں لیٹنے کا حکم --------	۱۸۲
الاحتباء کا معنیٰ وتشریح اور حکم ----	۱۸۳
بیٹھنے کی مختلف صورتیں -------	۱۸۳
حضورؐ کی نشستگاہ --------	۱۸۴
باب ماجاء فی تکاة رسول اللہ ﷺ	۱۸۵
(حضورؐ کے تکیہ مبارک کے بیان میں	
تکاة کا معنیٰ وتشریح --------	۱۸۵
تکیہ لگا کر بیٹھنے کا حکم -------	۱۸۶
گناہ کبیرہ وصغیرہ کی بحث ----	۱۸۸
کبائر کی تعیین وتعداد اور بخشش کا وسیلہ	۱۸۹
الاشراک باللہ --------	۱۹۱
وعقوق الوالدین --------	۱۹۲
والدہ کی ناراضگی کا ایک دلچسپ واقعہ	۱۹۳
انتباہ واہتمام --------	۱۹۴
شہادتِ زور کا معنیٰ، قباحت اور شرعی حکم	۱۹۵
واعظ، مدرس اور خطیب کے لئے ہدایت	۱۹۶
باب سے عدم مناسبت کا اعتراض۔	۱۹۶
لفظ انما کا معنیٰ وتشریح ------	۱۹۷
تکیہ لگا کر کھانا تکبر کی علامت ہے۔	۱۹۷
تکیہ لگا کر کھانے کی چار صورتیں --	۱۹۸
کھانے میں سنت طریقہ ------	۱۹۹
غرضِ اتیان حدیث --------	۲۰۱
امام ترمذیؒ کا اعتراض ------	۲۰۲
باب ماجاء فی اتکاء رسول اللہ ﷺ	۲۰۳
(حضورؐ کے سہارا لیکر چلنے کے بیان میں)	
باب تکاة اور باب اتکاء غرض انعقاد	۲۰۳
خلاصہ بحث --------	۲۰۴
بعض الفاظ حدیث کی تشریح ----	۲۰۶
مسئلہ حاضر وناظر ------	۲۰۷
حدیث میں سبق آموز طویل قصہ --	۲۰۷

Marfat.com
Marfat.com

کیا شانِ تکلّم ہے

کیا شانِ تکلّم ہے کہ ہر جنبشِ لب سے
تخلیق ہوئی مستیٔ کردار کی دنیا
جنت ہے کہ تصویر ترے حُسنِ عمل کی
طوبیٰ ہے ترے سایۂ دیوار کی دنیا
اس طرح کیا شیر و شکر علم وعمل کو
گفتار کی دنیا ہوئی کردار کی دنیا
سب پر ہے کرم اُن کا بُرے ہوں کہ بھلے ہوں
جو پھول کی دنیا ہے وہی خار کی دنیا
خورشیدِ قیامت کی تپش آنہیں سکتی
جنت ہے تیرے سایۂ دیوار کی دنیا
ہے رشکِ ارم آپ کے فیضانِ نظر سے
مجھ سے بھی خطاکار و گنہگار کی دنیا
فردوس کو بھی رشک ہے جس فرشِ زمیں پر
وہ ہے مرے آقا مرے سرکار کی دنیا
توصیف کا حق کیا ہو ادا میری زباں سے
میں ذرّۂ ناچیز وہ انوار کی دنیا
یہ ربِّ محمدؐ سے دُعا ہے مری کیفی
ہو عشقِ محمدؐ مرے اشعار کی دنیا

Marfat.com
Marfat.com

مُقدّمہ

الحمدلله لحضرة الجلالة والصلواة والسلام على خاتم الرسالة

سیرت نبوی اور آپ ﷺ کے شمائل وخصائل، مدرسۂ اسلام کا اولین نصابِ تعلیم ہے جس کی تشکیل خود سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمائی ہے۔ ہمارا یہ سلسلہ اشاعت بھی اسی مدرسۂ نبوت سے استفادہ اور کسبِ فیض کی دعوت ہے۔

اس بابرکت اور مردم خیز مدرسے کے کتنے فرزند شرق وغرب اور عرب وعجم، قرونِ اولیٰ ووسطیٰ اور عہدِ حاضر میں پھیلے ہوئے اور ان عظیم فرزندوں کے کتنے کارنامے اور فتوحات اور فضائل ومحاسن، انسانی زندگی کے ہر گوشے میں بکھرے ہوئے ہیں۔

اس مدرسہ کی تربیت کی تاثیر اور اس کے بانی کا فیض کبھی طارق کی شجاعت، محمد بن قاسم کی بسالت اور موسیٰ بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا، کبھی امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی ذکاوت وذہانت کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی امام مالکؒ وامام احمد بن حنبل کی صلابت واستقامت کے پیکر میں آشکارا ہوا۔

کبھی نورالدین زنگی کے لطف وکرم میں جلوہ گر ہوا، کبھی صلاح الدین کے عزم محکم اور سعی پیہم سے ہویدا ہوا، کبھی امام غزالیؒ کا جوہرِ کمال بن کر سامنے آیا اور کبھی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تقدس وروحانیت بن کر دلوں کا مداوا بنا، کبھی ابن جوزی کی تاثیر بنا، کبھی محمد فاتح کی شمشیر بنا، کبھی محمود غزنوی کی مہم جوئی اور کبھی حضرت نظام الدین اولیاء کی رقت وشفقت ثابت ہوا، کبھی فیروز شاہ خلجی کی بلند طبعی میں صورت پذیر ہوا کبھی ابن تیمیہؒ

Marfat.com
Marfat.com

کے تبحر علمی میں، کبھی شیر شاہ سوری کے حسن تدبیر کی شکل میں سامنے آیا اور کبھی اورنگزیب عالمگیر کے آہنی عزم کی ہیئت میں، کبھی شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے معارف و حکم میں نمایاں ہوا اور کبھی مجدد الف ثانیؒ کے آثارِ قلم وقدم میں، کبھی شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت بن کر ابھرا اور کبھی شاہ ولی اللہؒ کی حکمت بن کر، اور کبھی ان کے بعد آنے والے داعی و مصلحین اور علماء ربانی کی خدمات بن کر۔

------- 0 -------

ان تمام عبقریتوں اور ان کی علمی و عملی خدمات کا سلسلۂ نسب و نسبت اس مدرسہ اور اس کی تربیت اور اس نئے اور خوش آئند عہد پر منتہی ہوتا ہے جو محمد ﷺ کی بعثت سے شروع ہوا جس میں انسانیت کے افضل ترین امکانات کو ابھرنے اور سرگرم ہونے کا موقع ملا اور جس میں ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور کام لینے والے افراد ملنے لگے، یہ مدرسہ زمانے کی چیرہ دستی اور لوگوں کی ناآشنائی کے باوجود تاریخ میں بے مثال افراد پیدا کرتا رہا اور خدا کے حکم سے اپنے مفید اثرات و ثمرات سے انسانیت کی جھولی بھرتا رہا ہے وہ اپنے ان مخلص قائدین اور ربانی علماء کے ذریعہ انسانیت کی خبرگیری اور دادرسی کرتا رہا ہے۔

جن کے بارے میں قرآن میں ہے کہ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (المائدہ ۵۔ ۵۴) (وہ مومنوں کے سامنے نرم اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے) اور زبان غیب یہ صدا لگاتی ہے کہ: فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ (الانعام۔ ۹۰) (تو اگر یہ لوگ اس کا انکار اور اس کے نعمت کی ناشکری کریں گے تو ہم نے اس کے لئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے۔ جو منکر اور کافر نعمت نہیں۔

------- 0 -------

جب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی، تمام انسانی طبقات اور ہر زمانے اور ہر مقام کی انسانی نسلوں کے لئے مثالی نمونہ اور نصب العین ٹھہری تو اللہ کی رحمت و عنایت

Marfat.com
Marfat.com

ان کے اخبار وآثار، احوال وکوائف، اخلاق وخصائل اور عادات وشمائل کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور مسلمانوں کے قلوب واذہان آپ کے اقوال وافعال، عادات وعبادات، نشست وبرخاست اور جلوت وخلوت کے حرکات وسکنات کے معلوم کرنے اور محفوظ کردینے کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگئے۔

اوران کو اس میں ایسی محویت وانہماک ہوا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مخفی طاقت ہے جو ان کو اس منزل کے لئے سرگرم سفر اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایسا رواں دواں رکھے ہوئے ہے کہ اس کے بغیر ان کو چین نہیں آتا۔اوران کی زبانِ حال کہتی تھی کہ

رشتہء درگردنم افگندہ دوست
می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست

------- 0 -------

اس توجہ واعتنا، باریک بینی ودقیقہ رسی کا اندازہ، حدیث وسیرت وشمائل کی کتابوں اور حلیہ وسراپائے نبویؐ کی ان روایتوں سے ہوتا ہے، جو خاندانِ نبوت کے بعض افراد اور ہروقت کے حاضر باش اصحابِ کرامؓ سے منقول ہیں۔

ادب وتاریخ، سیرت وانساب کے وسیع ذخیرہ میں اس سے زیادہ باریک بینی وانضباط واحتیاط کسی اور بشری پیکر کی مرقع نگاری اور اخلاق وعادات کی آئینہ داری کے سلسلہ میں دکھائی نہیں دیتی۔

مثال کے طور پر جو شخص امام بخاریؒ (۱۹۴ھ۔۲۵۶ھ) کی ''الادب المفرد'' کو غور سے دیکھے گا، جسے اس کے عظیم المرتبت مصنف نے اسلامی آداب، مکارم اخلاق، حسنِ معاشرت، حقوق صحبت، تہذیب وتربیت نفس، زندگی کے اقدار واطوار کے موضوع پر تصنیف کیا ہے اور جو تمام تر اقوال وافعال وتعلیمات نبوی پر مبنی ہے تو اسے یقین ہوجائے گا کہ یہ کوشش کوئی حادثہ اور اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ یہ خدائے عزیز وعلیم کی عین منشا کے مطابق ہے اور یہ سب اس لئے کیا گیا ہے کہ ہر زمانے اور ہر نسل میں اللہ کے ان ارشادات پر عمل

Marfat.com
Marfat.com

ہو سکے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران) (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھا نمونہ عمل ہے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا)

اور تا کہ کسی بہانہ جو طبیعت کے لئے یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ وہ نقشِ قدم باقی نہیں جن پر ہم چل سکیں، وہ واقعات و حالات محفوظ ہی نہیں جن کو ہم اپنے لئے اسوہ نمونہ بنا سکیں۔ جیسا کہ ان انبیاء کے سلسلہ میں ہوا جن کا صرف نام اور کچھ ادھورے واقعات باقی رہ گئے جو تقلید و پیروی کے لئے کافی نہیں۔

------- 0 -------

حدیث نبوی کو ہم ایک طرح کا ''روزنامچہ'' اور اس تیئس (٢٣) سالہ زندگی کا بولتا ہوا مرقع کہہ سکتے ہیں جو آپ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اس کرۂ ارضی پر گزاری، یہ محتاط ریکارڈ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندگی کس طرح گزارتے تھے اور آپ کے روز و شب کے معمولات کیا تھے اسی طرح ہم اس سے اخلاقِ نبوی کی باریکیاں، عادات و رجحانات، جذبات و خیالات، قول و عمل کی وہ تفصیلات جان سکتے ہیں۔
جو ہم عہدِ ماضی بلکہ حال کی بہت سی معاصر شخصیتوں کے متعلق نہیں جان سکتے۔ اس کے ذریعہ کوئی بھی انسان اپنے نبی کو اس طرح جان پہچان سکتا۔ آپ کی صحبت سے مستفید اور آپ کے انفاس قدسیہ سے فیضیاب ہوسکتا ہے کہ گویا وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہے۔ اور آپ کی باتیں سن رہا ہے اور آپ کے ساتھ رہ رہا ہے۔

------- 0 -------

یہ طریقۂ حفاظت و تعارف ان تمام خطرات اور مفاسد سے پاک ہے، جو تصویر کشی اور مجسمہ سازی میں پائے جاتے ہیں اور جن کی وہ پچھلی امتیں بری طرح شکار ہوئیں جنہوں نے اپنے پیغمبروں اور روحانی پیشواؤں کی یاد قائم رکھنے کے لئے تصویر کشی اور مجسمہ تراشی کا سہارا لیا اور بالآخر کھلی بت پرستی میں ملوث ہوگئیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ناظرین کو حدیث کی کتابوں میں سے حجۃ الوداع کا قصہ ہی اندازہ کرنے کے لئے کافی ہوگا، راویوں نے اس سفر کی وہ تمام جزئیات اور چھوٹی چھوٹی تفصیلات اور احوال وواقعات بھی نقل کیے ہیں جن کی طرف عام طور پر توجہ بھی نہیں ہوتی اور جن کی کوئی بڑی تاریخی قدر و قیمت نہیں سمجھی جاتی اور جن کا ذکر عام طور پر مشاہیر و اکابر، بادشاہوں اور سربراہوں اور اہلِ فضل و کمال کے سفرناموں میں نہیں ہوتا۔

------- 0 -------

حدیث کے اس وافر ذخیرہ کی مدد سے ہر زمانہ اور ہر مقام کے فاضل و وسیع النظر مصنفین نے مسلمانوں کے لئے ایسی کتابیں مرتب کیں، جو ان کی پوری زندگی کے لئے مکمل دستور العمل اور ہدایت نامہ کا کام دے سکیں، اس لئے اگر آج کسی بھی طبقہ اور مشغلہ سے تعلق رکھنے والا کوئی مسلمان یہ ارادہ کرے کہ وہ ہر قدم پر، ہر معاملہ میں اور زندگی کی ہر سرگرمی میں سیرت نبویؐ کی اتباع کرے گا تو یہ چیز اس کے لئے ممکن ہے، جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ کتابیں عالمِ اسلام کی بیشتر زبانوں میں ہیں اور ان کے حجم اور ان کے موضوع کا دائرہ مختلف ہے۔

کوئی بہت مبسوط ہے کوئی مختصر ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگردِ رشید اور امت کے ایک ممتاز فرد علامہ ابن قیم (۶۹۱۔۷۵۱ھ) کی کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" امتیازی شان رکھتی ہے۔

------- 0 -------

امت مسلمہ کے علماء نے حیاتِ نبوی کی باریک تفصیلات، آپ کے عہدِ مبارک کے صنعت و حرفت، تجارت و معیشت، عہدوں اور مناصب اور ان گوناگوں علوم و فنون اور امتیازات کو قلمبند کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

جو اسلامی اور نبوی تہذیب کے زمانہ آغاز میں سامنے آئے تھے اور ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے انبیاء کی امتوں کی تاریخ اور کارناموں میں ہمیں یہ کوشش و توجہ کہیں نہیں دکھائی دیتی، ناظرین اس کا ایک نمونہ ابوالحسن علی الخزاعی التلمسانی (۷۱۔۷۸۹ھ) کی کتاب

Marfat.com
Marfat.com

''التخریج'' اوراس کے تکملہ اِس صدی کے ایک نامور عالم علامہ عبدالحیٔ الکتانی کے قلم سے'' التراتیب الاداریه '' کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو عہد نبوی کی تمام اہم معلومات اوراس زمانہ کے حالات کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

اسی طرح امام ابوعیسیٰ ترمذی (۲۰۹۔۲۷۹ھ) کی کتاب ''شمائل'' آپ کے سامنے ہے شرح شمائل ترمذی پر ایک نظر ڈالنے ہی سے یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ خَلقی وخُلقی اوصاف، عادات ومعمولات، مرغوبات ونامرغوبات کی باریک تفصیلات کو قلمبند کرنے کا یہ اعجازی اہتمام اوراس کے ذاتِ گرامی سے ادنیٰ تعلق رکھنے والی چیزوں کے تفصیلی احاطہ کی مثال، انبیاء کی سیرتوں اور مشاہیر عالم کے تذکروں میں تلاش کرنا ایک سعی لاحاصل ہے۔ یہ کوشش محض اتفاقی واقعہ یا کسی شخصی رجحان کا نتیجہ نہیں قرار دی جاسکتی۔

------- 0 -------

پیش نظر کتاب ''ماہتابِ نبوت کی ضَو افشانیاں'' کے عنوان سے شرح شمائل ترمذی کا تیسرا جزء ہے جو علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ آپ کے شمائل وخصائل گھر گھر پہنچیں اور ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن جائیں حضور اقدس ﷺ سے عشق ومحبت میں اضافہ ہو کہ یہی مدارِ نجات اور ضمانتِ فلاح ہے۔

------- 0 -------

اسی ہدف کے پیش نظر شرح شمائل ترمذی کو ۱۶۰۸ صفحات پر مشتمل تین بڑی جلدوں میں ترتیب واشاعت کے بعد چھوٹی سائز کے مختلف آٹھ اجزاء میں مرحلہ وار اشاعت، مؤلف، ادارہ اکیڈمی وخدام اور قارئین کے لئے ایک نعمت، وسیلۂ عشق ومحبت اور زلفِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسیر رہنے کی سعادت ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح شمائل ترمذی، علیحدہ علیحدہ چھوٹے چھوٹے اجزاء کی صورت میں اس امید ودعا کے ساتھ برصغیر کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے سامنے پیش کی جارہی ہے کہ وہ اس کو پڑھ

Marfat.com
Marfat.com

پڑھ کر، اپنے پورے فکر اور اپنی کوششوں کا جائزہ لیں گے۔ اپنے پورے فکر و عمل کو اس مزاج و منہاج سے اگر مطابق نہیں تو قریب تر کرنے کی کوشش کریں گے۔

جس کو انبیاء کرام اور ان کے سرکردہ اور خاتم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت حاصل ہے اور خدا کے یہاں صرف وہی طریقہ مقبول اور حقیقی کامیابی کا ضامن ہے۔

عبدالقیوم حقانی

یکم جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ / جولائی ۲۰۰۵ء

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد

وعلی ال محمد کما صلیت

علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم

انک حمید مجید ۵

اللھم بارک علی محمد وعلی

ال محمد کما بارکت علی

ابراھیم وعلی ال ابراھیم

انک حمید مجید ۵

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

اس باب میں دو احادیث نقل کی گئیں ہیں جن میں حضورِاقدس صلی اللہ علیہ سلم کے موزے پہننا' موزے پہننے کے بعدان پر مسح کرنا اور پہننے سے پہلے ان کو جھاڑنے کا بیان ہے ای باب بیان ما ورد فی خفّ رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِن الاخبار (مواھب ص ۷۸) یعنی حضور ﷺ کے موزوں کے بارے میں واردشدہ حدیثوں کا بیان۔

خف کا معروف معنیٰ (۱) وھو ما یستر الرجل الی الکعبین یعنی جو ٹخنوں سمیت پاؤں کو ڈھانپتے ہیں (۲) اونٹ کے پاؤں کے نیچے والے حصے کو بھی خف کہتے ہیں (۳) اور موزے کو بھی خف کہتے ہیں۔

جمع اس کی خفاف کتاب کے وزن پر ہے اور خف البعیر کی جمع اخفاف آتی ہے جیسے قفل کی جمع اقفال آتی ہے وذکر بعض اھل السیر انہ کان لہ صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ خفاف منھا اربعۃ ازواج اصابھا مِن خیبر (التحلات ص ۱۱۸) (بعض سیرت والوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مختلف موزے تھے ان ہی میں سے وہ چار جوڑے جو

Marfat.com
Marfat.com

غزوہ خیبر میں آپؐ کو ملے تھے)

موزوں کا جھاڑنا سنت ہے:

شیخ ابراھیم البیجوریؒ نے یہاں دو روایات نقل کی ہیں۔ (۱) طبرانیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ذکر میں اوسط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے جنگل میں دور تک تشریف لے گئے اور وضو کرنے کے بعد ایک موزہ پہنا اسی اثنا میں ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا کر بلند کیا اور الٹ دیا فخرج منه اسود سالح تو اس سے ایک سیاہ سانپ نکلا فقال رسول اللّٰہ علیه وسلم هذه کرامة اکرمنی اللّٰہ بها اللهم انی اعوذ بک مِن شرمن یمشی علی بطنه ومِن شرِ من یمشی علی رجلیه ومن شر من یمشی علی اربع آپؐ نے فرمایا یہ کرامت (معجزہ) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے نوازا ہے۔ اے اللہ! میں اس کاٹنے والے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور اس کے شر سے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور اس کے شر سے بھی جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔

(۲) ایک دوسری روایت ہے جس میں ابوامامہؓ فرماتے ہیں قال دعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بخفیه فلبس احدهما ثم جاء غراب فاحتمل الآخر فرمی به فخرجت منه حیة فقال من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلا یلبس خفیه حتی ینفضهما آپ نے موزے منگوائے ان میں سے ایک پہنا اسی اثنا میں ایک کوا آیا دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور پھر اسے الٹ دیا تو اس میں سے سانپ نکلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ جب تک دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے نہ پہنے۔ (مواہب ص ۷۸)

(۱/۱۷) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى

83970

Marfat.com
Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَ جَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا

ترجمہ! ہمیں ہناد بن سری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وکیع نے دلھم بن صالح سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت حجیر بن عبداللہ سے اخذ کی۔ انہوں نے ابن بریدۃ سے اور انہوں نے اپنے باپ (بریدۃؓ) سے روایت حاصل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ نجاشی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دوسادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔

راویان حدیث (۲۲۸) دلھم بن صالحؒ اور (۲۲۹) حجیر بن عبداللہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نجاشی کا قبول اسلام:

اَنَّ النجاشی اهدی للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم خفین اسودین ساذجین. (بے شک نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دوسادہ سیاہ موزے ہدیہ فرمائے تھے)۔

اس زمانے میں حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی (بفتح النون وکسرها) کہا جاتا تھا انما قیل له النجاشی لا نقیادامرہ والنجاشة بالکسر الانقیاد (مواہب ص ۷۸) (نجاشی کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ نجاشہ کے معنیٰ تسلیم وتابعداری کے ہیں اور بادشاہ وقت کی بھی تابعداری کی جاتی تھی اس لئے ہر شاہِ حبشہ کو نجاشی کہا جاتا تھا)۔

یہ ملوک حبشہ کا لقب ہے جیسے فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے بادشاہ کو عزیز، فرعون، ترک کے بادشاہ کو خاقان، یمن کے بادشاہ کو تبع، شام کے بادشاہ کو ہرقل اور ہندوستان کے بادشاہ کو راجہ کہا جاتا تھا نجاشی کا نام اصحمہ تھا بعض نے ان کا نام مکحول بن صعصعۃ بتایا ہے جن بادشاہوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی یہ بھی ان میں سے ایک تھے ان کی طرف عمرو بن امیۃ الضمریؓ آپ کا مکتوب مبارک لیکر گئے تھے جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں فاسلم سنة ست علی قول الاکثر ومات

Marfat.com
Marfat.com

سنة تسع مِن الهجرة على ماصرح به العسقلانی (اتحافات ص ۱۱۹) (نجاشی ۶ھ میں (اکثر حضرات کے قول کے مطابق) مسلمان ہوئے اور پھر ۹ھ میں وفات پائی جیسے علامہ عسقلانیؒ نے اس کی تصریح کی ہے)۔ اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق نجاشی ہجرت کے چھٹے سال مسلمان ہوا اور حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر ایمان لایا یہ اس دور کا واقعہ ہے جب مسلمانوں کی دو جماعتیں مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں اس وقت اسی بادشاہ نے اسلام کی حقانیت کی تصدیق کی اور ایمان لایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا اسلئے صحابی کا مقام نہ پاسکا تاہم ایماندار اور صالح مسلمان تھا۔ اور ۹ھ کو انتقال ہوا جیسا کہ علامہ عسقلانیؒ نے تصریح کی ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ کا حکم:

شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں ولما مات اخبرهم النبی صلی الله علیه وسلم بموته یوم موته وخرج بهم وصلّی علیه وصلوا معه (مواهب ص ۷۸) (اور جب نجاشی فوت ہوئے نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو ان کی موت کی خبر اسی دن ہی دیدی اور آپؐ صحابہؓ کے ساتھ باہر نکلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے علماء احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے دوسرے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں مصرّح ہے۔ احنافؒ کی طرف سے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ نجاشی کی میت (لاش) آپؐ کے سامنے تھی۔ کما قال علی القاری فی المرقاة عن ابن عباس قال کشف للنبی صلی الله علیه وسلم من سریر النجاشی حتی راٰه وصلی علیه انتهی کما ورد فی صلاته صلی الله علیه وسلم علی زید بن حارثه وجعفر بن ابی طالب انه کشف له عنهما اخرجه الواقدی فی کتاب المغازی ومما یدل علیه ماروٰاه الطبرانی ان جبرئیل علیه السلام نزل بتبوک فقال یا رسول الله ان معاویة بن معاویة مات بالمدینة اتحب ان اطوی لک الارض فتصلی علیه قال نعم فضرب بجناحه علی الارض فرفع له سریره

Marfat.com
Marfat.com

فصلی علیه (الحدیث) (حاشیه بخاری ج ۱ ص ۱٦٧)

(ملا علی قاریؒ نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے مرقات میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے نجاشی کی چارپائی (میت) ظاہر کی گئی آپؐ نے اس کو دیکھا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ جیسے کہ روایت میں بھی آیا ہے کہ آپؐ کے سامنے حضرت زید بن حارثہؓ اور جعفرؓ بن ابی طالب کی میّتیں ظاہر کی گئیں اور آپؐ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی (بطور دلیل کے فرماتے ہیں) کہ امام واقدیؒ نے کتاب المغازی میں ایسے قسم کے واقعات کی دلیل میں لکھا ہے جسے امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام تبوک میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ مدینہ شریف میں فوت ہو گئے کیا آپؐ پسند فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین سمیٹ دی جائے تا کہ آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپؐ نے فرمایا ہاں! (کیوں نہیں) جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پَر زمین پر مارا تو معاویہ بن معاویہ کی لاش حضور اقدس ﷺ کے سامنے کی گئی آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی)

بارگاہِ رسالت میں نجاشی کے تحفے:

نجاشی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو موزے تحفے کے طور پر بھیجے دونوں سیاہ رنگ کے مگر سادے تھے یعنی ان پر کوئی نقش ونگار نہ بنا تھا وفی الروایات الاخریٰ مع الخفین قمیص وسراویل وعطاف ای طیلسان (اتحافات ص ۱۱۹) (دوسری روایات میں موزوں کے ساتھ قمیص شلوار اور عطاف (چادر) کا ذکر بھی ہے)

ملا علی قاریؒ نے هیثم بن عدی عن دلهم کے طریق سے نقل فرمایا کہ ان النجاشی کتب الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انّی قد زوجتک امرأة من قومک وهی علی دینک ام حبیبة بنت ابی سفیان واهدیتک هدیة جامعة قمیصا وسراویل وعطافا وخفین ساذجین الخ (جمع ص ۱۵٦) (کہ بے شک نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا کہ میں نے تیری ہی قوم کی ایک عورت سے آپ کا نکاح کر دیا اور وہ آپؐ ہی کے دین اور مذہب پر ہے یعنی ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان اور میں نے مکمل اور جامع ہدیہ قمیص شلوار عطاف (چادر) اور دو سادہ موزے الخ آپؐ کو بطور تحفہ دیئے ہیں)

Marfat.com
Marfat.com

اسودین کا معنیٰ :

اسودین ساذجین (بفتح الذال و کسرھا) ای خالصین فی السواد کما حقق ھذا المعنیٰ ابوزرعة قال الشیخ البیجوری : وکلمة ساذج لم اجدھا فی کتب اللغة ولارأیت المصنفین فی غریب الحدیث ذکروھا (المواھب ص ۸۰) (اسودین ساذجین (یہ لفظ بفتح ذال اور بکسر ذال دونوں مستعمل ہے) یعنی بالکل سیاہ خالص امام ابوزرعہ نے یہی معنیٰ بطور تحقیق فرمایا ہے۔ شیخ بیجوریؒ فرماتے ہیں کہ ساذج کا کلمہ نہ مجھے لغت کی کتابوں میں ملا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ مصنفین نے اس کا تذکرہ غریب الحدیث میں کیا ہے) ساذج معرب سادہ ای غیر منقوشین (جمع ص ۱۵۶) (ساذج یہ معرب سادہ کا ہے یعنی غیر نقش شدہ) وقد حقق ابن العربی نقلھا عن الزین العراقی ان ھذہ الھدیة کانت قبل اسلام النجاشی (اتحافات ص ۱۱۹) (اور علامہ ابن العربی نے تحقیق کرتے ہوئے زین العراقی سے نقل کیا ہے کہ (نجاشی کا) یہ ھدیہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے)۔

غیر مسلم کے ہدیہ کا حکم:

فلبسھما ثم توضأ ومسح علیھما الخ نجاشی کے قبل قبول اسلام یعنی حالت کفر میں اس کے بھیجے ہوئے ہدیہ کو آپؐ نے قبول فرمایا معلوم ہوا کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے البتہ اس کے احکام مختلف ہیں اگر اسلام کی تقویت کا باعث ہوتا تو آپؐ کافر کا ہدیہ قبول فرمالیتے اور اگر دین کو مضرت پہنچنے کا احتمال ہوتا تو ایسا ہدیہ آپ قبول نہ فرماتے۔ امت کے لئے یہی اسوہ حسنہ ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ومع ذلک قبلھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولبسھما، تالیفا وتلطفا فی المعاملة قال ابن حجر : وھذا القبول یدل علی انما الاصل فی الأشیاء الطھارة، وان ھدیة اھل الکتاب تقبل (اتحافات ص ۱۲۰) (اور اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان (موزوں) کو قبول فرمایا اور نرمی اور تالیفِ قلب کا معاملہ کرتے ہوئے ان کو پہن بھی لیا [illegible] ان کو قبول کرنا اس بات کی دلیل

Marfat.com
Marfat.com

ہوئی کہ اصل اور بنیاد ہر چیز میں پاکی ہے اور یہ بھی کہ اہل کتاب کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے)

مسح علی الخفین :

احناف کے نزدیک مسح علی الخفین مطلقاً جائز ہے سفر میں بھی اور حضر میں بھی اس تفصیل کے ساتھ جو کثیر احادیث میں آئی ہے یہ مسلک جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے حتی کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ما قلت بالمسح علی الخفین حتی جاء نی مثل ضوء النهار (کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا قائل اس وقت سے ہوا جب اس سلسلہ میں مجھے روز روشن کی طرح احادیث (دلائل) پہنچیں) بلکہ مسح علی الخفین تو اہل سنت والجماعت کا شعار ہے یہ بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مقولہ ہے۔ نفضل الشيخين ونحب الختنين ونرى المسح على الخفين (کہ ہم سب (سب صحابہؓ) میں شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کی افضلیت اور دامادوں (عثمانؓ وعلیؓ) کی محبت اور موزوں پر مسح کرنے کا یقین اور عقیدہ رکھتے ہیں)

اور یہ بھی امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ اخاف الكفر على من لم ير المسح على الخفين (توضيح السنن جلد اول ص ۳۳۱) (کہ مجھے تو اس شخص پر جو موزوں پر مسح کرنے کا عقیدہ نہ رکھے کفر کا خطرہ ہے) علامہ مناویؒ فرماتے ہیں وقد روى فى المسح ثمانون صحابيا واحاديثه متواتره ومن ثم قال بعض الحنفية اخشى ان يكون انكاره اى من اصله كفراً (مناوى ص ۱۵۶) (موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں اَسّی (۸۰) صحابہؓ نے روایت کی ہے اور احادیث کی تعداد اس سلسلہ میں درجہ تواتر کو پہنچی ہیں۔ اس لئے تو بعض احناف فرماتے ہیں کہ مجھے تو اس کے منکر پر کافر ہونے کا خطرہ ہے) بہر حال جو شخص مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے تو وہ اہل بدعت میں سے ہے یہاں تک کہ انس بن مالکؓ سے اہل سنت والجماعت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ان تحب الشيخين ولا تطعن فى الختنين وتمسح على الخفين (شرح عقائد ص ۱۱۸) (کہ اس کی شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) سے ہو اور دونوں دامادوں (عثمانؓ وعلیؓ) پر طعنہ زن نہ ہو اور موزوں پر

Marfat.com
Marfat.com

مسح کرے (یعنی مسح کرنے کا عقیدہ رکھے) حضرات ائمہ ثلاثہ، سفیان ثوریؒ، امام ابن المبارکؒ، امام اسحٰق بن راہویہ کا مسلک ہے کہ مسح کے لئے وقت مقرر ہے مقیم کے لئے ایک رات اور ایک دن اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں، امام ثوریؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے صاحب تحفۃ الاحوذیؒ نے اس کو حق اور صواب قرار دیا ہے وھو الحق والصواب (تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۹۸)

البتہ ایک سوال یہ باقی رہا کہ پاؤں کا دھونا افضل ہے یا مسح علی الخفین ؟ حافظ ابن مندہؒ اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ مسح افضل ہے کہ اس میں اہل بدعت سے اختلاف اور امتیاز کے ساتھ ساتھ احقاق حق اور اظہار سنت نمایاں ہوتا ہے (احکام الاحکام ج ۱ ص ۲۰) جب کہ نوویؒ نے غَسل کو ترجیح دی ہے کہ دھونے میں عزیمت ہے اور مسح میں رخصت ہے (شرح مسلم النووی ج ۱ ص ۱۳۲)

امام طحاویؒ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱) اپنی فقہی نظر میں فرماتے ہیں کہ یہ دو حکم جدا جدا ہیں ننگے پاؤں ہوں تو دھونا ہے اور موزے پہنے ہوں تو مسح درست ہیں یعنی دونوں حکم اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور با فضیلت ہیں (توضیح السنن ج ۱ ص ۳۳۲) ابن قیمؒ نے اسی مسئلہ کو انہی الفاظ میں ذکر کیا ہے ولم یکن (علیه السلام) یتکلف ضد حالة التی علیها قدماه بل ان کانت فی الخف مسح علیهما ولم ینزعهما وان کانتا مکشوفتین غسل القدمین ولم یلبس الخف لیمسح علیه . وهذا اعدل الاقوال فی مسئلة الافضل من المسح والغسل قاله شیخنا (زاد المعاد ص ج ۱ ص ۶۹) (اور حضور اقدس ﷺ کے قدم مبارک جس حالت میں ہوتے ان کی مخالف حالت پر عمل کرنے کا تکلف ہرگز نہ فرماتے تھے بلکہ اگر قدم مبارک موزوں میں ہوتے تو ان پر مسح فرما لیتے اور ان کو پاؤں سے نہیں نکالتے تھے اور اگر پاؤں مبارک کھلے ہوئے ہوتے (موزے پہنے نہ ہوتے) تو پھر اپنے قدم مبارک دھو لیتے اور موزوں کو اس لئے نہیں پہنتے تا کہ ان پر مسح کریں۔ اور یہ سب اقوال (یعنی افضلیت مسح کرنے میں ہے یا دھونے میں) میں سے معتدل قول ہے اور یہی ہمارے شیخ اور استاد نے فرمایا)۔

....

Marfat.com
Marfat.com

(۲/۷۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اَهْدٰى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ اِسْرَائِيْلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّقَا لَايَدْرِى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَكِيٌّ" هُمَا اَمْ لَا قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا هُوَ اَبُوْاِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيُّ وَاسْمُهُ سُلَيْمَانُ ..

ترجمہ! ہمیں بیان کیا قتیبہ بن سعید نے وہ فرماتے ہیں ہمیں یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے خبر دی۔ انہوں نے حسن بن عیاش سے نقل کیا۔ وہ ابواسحٰق سے اور وہ شعبی سے روایت بیان کرتے ہیں اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیئے تھے ۔ ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا' یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کی۔

راوی حدیث (۲۳۰) الحسن بن عیاشؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرماویں۔

حضرت دحیہ کلبیؓ :

اھدی دحیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین ... کہ حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو موزے بطور تحفہ کے بھیجے اھدیٰ' اھداء سے ہے بمعنی ارسال الھدیۃ کے۔ دحیہ کلبیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں بڑے وجیہ' خوبرو اور قبیلہ بنو کلب کے رئیس تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ان کی صورت میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ کان ینزل جبریل علیہ السلام بصورتہ فی بعض الاحیان (اتحافات ص ۱۲۰) (جبرئیل امین بعض اوقات حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے)۔

Marfat.com
Marfat.com

قال ابن سعد اسلم قديماً ولم يشهد بدراً وشهد المشاهد وبقی الی خلافة معاوية وكان رسول نبی اللّٰه الی قيصر (تهذيب ج۳ ص ۱۷۹) (ابن سعد فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے البتہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے اور باقی غزوات اور جنگوں میں حاضر رہے اور آپؓ امیر معاویہؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے اور آپ حضور ﷺ کے قیصر روم کی طرف قاصد بھی تھے)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خفین قبول فرمالیتے:

بہر حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہؓ کے عطا کردہ خفین پہن لیئے فلبسهما اس روایت کے ایک راوی اسرائیل بھی ہیں جو جابر اور عامر کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں وجبّة یعنی موزوں کے علاوہ ایک جبّة بھی آپؐ کو دیا گیا تھا فلبسهما حتی تخرق ا آپؐ نے دونوں چیزیں یعنی موزے بھی اور جبہ بھی پہنے یہاں تک کہ وہ اپنی عمر پوری کر کے پھٹ گئے بظاہر ضمیر تثنیہ کی خفین اور جبۃ کی طرف راجع ہوتی ہے اور راجح بھی یہی ہے۔

شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں کہ لبسهما کی ضمیر خفین کی طرف راجع ہے اور تخرقا قرینہ ہے لیکن حافظ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ تخرقا قرینہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جبۃ اور خف دونوں میں خرق ہوتا ہے ويراد حينئذ بالجبة نوع نفيس مِن الفرو كما يستعمله بعض العجم (جمع ص ۱۵۷) (اور اس وقت جبّہ سے پوستین کی ایک خاص نفیس قسم مراد ہوگی جیسے کہ بعض عجمی اس کو استعمال کرتے ہیں)

اشیاء مجہولہ میں اصل طہارت ہے:

لایدری اذکیّ هما ام لا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ موزے کس کھال سے بنے ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں والمعنیٰ انه صلى الله عليه وسلم لم يعلم ان هذين الخفين كانتا متخذتين مِن جلدالمذكاة ام مِن جلدالميتة المدبوغ او غير المدبوغ (جمع ص ۱۵۸) (اور مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ

Marfat.com
Marfat.com

موزے کس چمڑے سے بنائے گئے کیا وہ مزبوحہ جانور کا تھا یا مردار کا دباغت شدہ (رنگا ہوا) یا غیر دباغت شدہ تھا) اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ اشیاءِ مجہولہ میں اصل طہارۃ ہے ذکی ذکواۃ سے ہے کبھی بمعنیٰ ذبح کے اور کبھی بمعنیٰ طہارت کے آتا ہے معنی عام طہارت ہے اور معنیٰ خاص ذبح ہے وکان الخ فان مجهول الحال هل هما من جلد مذكى او من جلد ميتة وعلى كل ففيه طهارة مجهول الاصل (اتحافات ص ۱۲۰) (اور ان دونوں موزوں کی حالت معلوم نہ تھی کہ کیا وہ مذبوحہ (پاک) چمڑے سے تھے یا مردار چمڑے سے، ہر صورت میں ان کی اصل مجہول تھی)۔

دباغت کے بعد کھال کا استعمال جائز ہے:

علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح یا غیر مذبوح جانور کی کھال کا استعمال جائز ہو جاتا ہے یہ مسئلہ متعدد احادیث سے ثابت ہے ابوداؤدؒ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہماری ایک آزاد کردہ لونڈی کو کسی نے بکری صدقہ میں دی وہ بکری مرگئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر گذر ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کو کیوں دباغت نہیں کیا انہوں نے عرض کیا وہ تو مردہ جانور کی ہے آپؐ نے فرمایا اس کا تو کھانا حرام کیا گیا ہے کھال کا دباغت کرنا تو حرام نہیں (نور الہدایہ)

==========================

Marfat.com
Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیُ نَعُلِ رَسُوُلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک کے بیان میں

نعلین مبارک:

نعل جوتے، کفش اور پاپوش کو کہتے ہیں کل ماوقیت بہ القدم عن الارض (مواھب ص ۸۰) (یعنی ہر وہ چیز جس کے ذریعے قدموں کو زمین (مٹی) سے محفوظ کیا جائے) لفظِ نعل کبھی مصدر اور کبھی اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے وھی ھنا محتملۃ الاثنین (اتحافات ص ۱۲۱) (یہاں اس میں دونوں معنوں کا احتمال ہوسکتا ہے) ابن عربیؒ فرماتے ہیں نعل تو لباس الانبیاء ہے ولعلہ اخذہ مِن قولہ تعالیٰ فاخلع نعلیک (اتحافات ص ۱۲۱) (اور لفظ نعل غالباً اللہ تعالیٰ کے قول فاخلع نعلیک سے ماخوذ ہے) اس باب میں گیارہ احادیث ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا بیان ہے کہ وہ بیچ سے باریک، پتلی، ایڑی دار اور زبان کی شکل کی طرح کی تھیں۔ آپؐ بالعموم بالوں سے صاف چمڑے کے جوتے استعمال کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جوتا چپل نما ہوتا تھا جس کے اوپر آر پار تسمے لگا دیئے جاتے اور ہر تسمہ دوہرا ہوتا تھا روایات میں مذکورہ تفصیل کے مطابق آپؐ کا جوتا مبارک ایک بالشت اور دو انگلی کے برابر لمبا ہوتا تھا جوتے کی ایڑی والا حصہ سات انگلی چوڑا اور درمیانی حصہ پانچ انگلی اور اگلا حصہ چھ انگلی چوڑا ہوتا تھا اس پیمائش کے بنے ہوئے چمڑے کے تلے کے اوپر آر پار دو تسمے یا قبالے ہوا کرتے تھے۔

نعل خف سے علیحدہ چیز ہے اسلیئے اس کے لئے مستقل باب کا انعقاد کیا ہے کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہنے بغیر بھی چل پڑتے تھے وربما مشی حافیاً فی بعض

Marfat.com
Marfat.com

الاحیان (اتحافات ص ۱۲۱) (آپؐ بعض اوقات ننگے پاؤں بھی چلے ہیں) تواضعاً وطلباً لمزید الاجر کما اشار الی ذلک الحافظ العراقی بقوله

یمشی بلا نعل ولا خف الی — عیادة المریض حوله الملاء

(مواھب ص ۸۰)

(اور یہ ننگے پاؤں چلنا تواضع عاجزی اور زیادتی اجر وثواب کی طلب کے لئے ہوا کرتا۔ جیسے کہ حافظ العراقی نے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے کہ آپؐ بغیر جوتے اور موزے پہنے کسی مریض کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے بڑی جماعت کی معیت میں)

نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف:

ابن سعدؒ نے طبقات میں روایت کی ہے کہ وقد کانت نعله صلی اللہ علیه وسلم مخصرة معقبة ملسنة (مواھب ص ۸۰) یعنی حضور اقدس کے نعلین مبارک کی تین امتیازی صفات تھیں۔

(۱) مخصرة تھے یعنی باریک کمریا باریک پشت والے تھے ھی التی لھا خصر دقیق

(۲) معقبة یعنی آپؐ کے جوتوں کا عقب تھا یعنی اخیر میں پیچھے والا حصہ یعنی وہ تسمہ جس کے ساتھ ایڑی باندھی جاتی ہے۔

(۳) ملسنة جوتوں کی وہ قسم جن کا اگلا حصہ زبان کی طرح نکلا ہوا ہو ھی التی فی مقدمھا طول علی ھیئة اللسان' آپؐ کے پاؤں کی سبابہ انگلی' تمام انگلیوں میں لمبی تھی اسی وجہ سے نعل مبارک کا اگلا حصہ بھی لمبا بنایا گیا تھا تا کہ جوتے کی لمبائی سبابہ مبارکہ کے ساتھ لمبائی میں متناسب اور متوازن ہو (مواھب ص ۸۰)

تکثیر نعال کا حکم:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا استکثروا من النعال فان الرجل لایزال راکباً ما انتعل یعنی جوتے پہنا کرو آدمی جب تک جوتے پہنے ہوئے ہوتا ہے سوار سمجھا جاتا ہے۔ وکان ابن مسعود صاحب النعلین والوسادة والسواک والطھور وکان یلبسه

Marfat.com
Marfat.com

نعليه اذا قام واذا جلس جعلهما في ذراعيه حتى يقوم (جمع ص ۱۵۸) (اور آپؐ کے جوتوں، تکیہ مسواک، لوٹے وغیرہ کے منتظم عبداللہ بن مسعودؓ تھے آپؐ جب قیام فرماتے تو وہ آپؐ کو جوتے پہناتے اور جب بیٹھ جاتے تو جوتوں کو اپنے پاس بازو میں آپؐ کے کھڑے ہونے تک محفوظ رکھتے)

حضور اقدسؐ جوتے کس طرح پہنتے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف سے جوتا مبارک پہنتے' دونوں جوتے پہنتے۔ حضرت انسؓ کے پاس آپ کے جوتے مبارک محفوظ تھے جن کی زیارت صحابہ کرامؓ اور دیگر اصحاب کرتے رہتے علامہ یوسف نبہانی" فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ایک خاص قسم کا جوتا بھی پہنا جسے تاسومہ کہا جاتا تھا۔

نقشِ نعل کے فضائل و برکات:

آپؐ کے نعل مبارک کا نقشہ اور اس کے برکات وفضائل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "زاد السعید" میں بہ عنوان" نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ "تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں جو من وعن درج ذیل ہیں۔

بعد الحمد والصلوۃ یہ ناچیز اشرف علی عرض کرتا ہے کہ ان دنوں ہم لوگوں کی کثرتِ معاصی سے جو کچھ ہجوم بلیات صوریہ ومعنویہ ہے ظاہر ہے اس کا علاج بجز اصلاحِ اعمال وتوبہ واستغفار کے کچھ نہیں ہے مگر ہم لوگوں کے قلب وزبان کی جو کیفیت ہے معلوم ہے البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضورِ قلب بھی میسّر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی قریب ہے منجملہ ان وسائل کے تجربہ بزرگانِ دین نقشہ نعل مقدس حضور سرورِ عالم فخرِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے اسلئے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خير النعال صلى الله على صاحبه فوق عدد الرمال حسبِ روایت امام زین الدین عراقی" محدث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنے حاجات ومعروضات جنابِ باری تعالیٰ میں قبول

Marfat.com
Marfat.com

کرائیں اس نقشہ شریف کے آثار وخواص وفضائل کو کون شمار میں لاسکتا ہے مگر اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ علماء محدثین ومحققین سے چند برکات اور کچھ ابیات مشتمل بر ذوق شوق نقل کیے جاتے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعشق اور محبت پیدا ہو اور بوجہ غلبہ محبت بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو جو اصل مقصود اور سرمایہ نجاتِ دنیوی واخروی ہے۔

طریق توسل:

بہتر ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے اس کے بعد گیارہ بار درود شریف گیارہ بار کلمہ طیبہ' گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں الٰہی اس نسبتِ غلامی پر نظر فرما کر ببرکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمایئے مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بمحبت بوسہ دے اشعارِ ذوق وشوق بغرض ازدیادِ عشقِ محمدیؐ پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

بعض آثار وخواص نقشہ نعل شریف:

علامہ محدث حافظ تلمسانیؒ کتاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں فرماتے ہیں کہ نقشہ شریف کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں منجملہ ان کے ابو جعفرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقشہ بنوادیا تھا وہ میرے پاس ایک روز آ کر کہنے لگا کہ میں نے شبِ گذشتہ میں اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بی بی کو اتفاقاً ایسا سخت درد ہوا کہ قریب بہ ہلاکت ہوگئی میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا یا الٰہی مجھ کو صاحبِ نعل شریف کی برکت دکھلایئے اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمائی۔

قاسم بن محمدؒ کا قول ہے کہ اس کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس

Marfat.com
Marfat.com

رکھے ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبے سے، شیطانِ سرکش سے، حاسد کی نظرِ بد سے امن وامان میں رہے اور اگر حاملہ عورت دردِ زہ کی شدت کے وقت اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے بفضلہٖ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو۔

شیخ ابن حبیب النبیؒ روایت فرماتے ہیں کہ ان کو ایک دُمّل نکلا کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا نہایت سخت درد ہوا کسی طبیب کی سمجھ میں اس کی دوا نہ آئی انہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ رکھ لیا معاً ایسا سکون ہو گیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا ایک اثر خود میرا (یعنی صاحبِ فتح المتعال) مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار سفرِ دریائے شور کا اتفاق ہوا ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہو گئے کسی کو بچنے کی امید نہ تھی میں نے یہ نقشہ ناخدا کے پاس بھیج دیا کہ اس سے توسل کرے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی اور محمد الجزریؒ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقش شریف کو اپنے پاس رکھے خلائق میں مقبول رہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو اور یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو۔ اُس کو شکست نہ ہو اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے جس اسباب میں ہو چوروں کا اس پر قابو نہ چلے جس کشتی میں ہو غرق سے بچے اور جس حاجت میں اس سے توسل کریں وہ پوری ہو۔

یہ تمام مضامین کتاب **القول السّدید فی ثبوت استبراک بنعل سیّد الاحرار والعبید** سے نقل کیے گئے ہیں اور کتاب **المرتجی بالقبول فی خدمة قدم الرسول** میں علماء محققین وصلحائے معتبرین سے بہت آثار وخواص وحکایات نقل کیے ہیں جس کو شوق ہو دیکھ لے اب چند اشعار شوقیہ مع ترجمے کے لکھے جاتے ہیں کہ ان کو پڑھ کر سمجھ کر اپنے شوق ومحبت کو بڑھا دیں۔

قال الامام ابو الخیر محمد بن محمد الجزری علیہ الرحمة

یَا طَالِبًا تِمْثَالَ نَعْلِ نَبِیِّهٖ	هَا قَدْ وَجَدْتَ اِلَی اللِّقَاءِ سَبِیْلًا
اے طلب کرنیوالے نقش نعل شریف اپنے نبیؐ کے	آگاہ ہو جا تحقیق پالیا تو نے اس کے ملنے کا راستہ

Marfat.com
Marfat.com

فَاجْعَلْهُ فَوْقَ الرَّأْسِ وَاخْضَعَنْ لَهُ وَ تَغَالَ فِيْهِ وَ اَوْلِدِ التَّقْبِيْلَا

پس رکھ اس کو سر پر اور خضوع کر اس کے لئے اور مبالغہ کر خضوع میں اور بیا پے اس کو بوسے دے

مَنْ يَّدَّعِي الْحُبَّ الصَّحِيْحَ فَاِنَّهُ يُثْبِتُ عَلىَ مَا يَدَّ عِيْهِ دَلِيْلَا

جو شخص دعوے کرے سچی محبت کا پس بے شک وہ قائم کرتا ہے اپنے دعوے پر دلیل کو

عن السید محمد الجمازی الحسینی المالکیؒ

(۱) لَمَّا رَأَيْتُ مِثَالَ نَعْلِ الْمُصْطَفٰى اَلْمُسْنَدَ الْوَضْعِ الصَّحِيْحِ مُعَرَّفًا

جب دیکھا میں نے نقشہ نعل شریف حضرت مصطفیٰؐ کا جس کی وضع سند صحیح سے بتلائی ہوئی ہے

(۲) فَمَسَحْتُ وَجْهِيْ بِالْمِثَالِ تَبَرُّكًا فَشَفَيْتُ مِنْ وَّقْتِيْ وَكُنْتُ عَلَى الشَّفَا

تو میں نے مل لیا اپنے چہرہ پر اس نقش کو واسطے برکت کیلئے ۔ سو مجھکو اسی وقت شفا ہوگئی حالانکہ میں قریب بہ ہلاکت ہوگیا تھا۔

(۳) وَظَفَرْتُ بِالْمَطْلُوْبِ مِنْ بَرَكَاتِهٖ وَ وَجَدْتُ فِيْهِ مَا اُرِيْدُ مِنَ الصَّفَا

اور پہنچ گیا میں مطلب کو اس کی برکتوں سے ۔ اور پایا میں نے اس میں جو کچھ میں چاہتا تھا صفائی سے

(۷۳/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں ابوداؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو ہمام نے قتادہ کے حوالے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتہ میں دو دو تسمہ تھے۔

نعل مبارک سے محبت:

کیف کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لهما قبالان ۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ وکان القیاس ان یکون کیف کانت النعل لان النعل مؤنثة ولما کان التانیث غیر حقیقی جازا لتذکیر باعتبار الملبوس (اتحافات ص ۱۲۲)

Marfat.com
Marfat.com

کیف کان نعل ... کے متعلق شیخ احمد عبدالجواد الدومی تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں قانون نحوی کی رو سے عبارت کانت النعل ہونی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ لفظِ نعل مؤنث ہے (اور فعل کا فاعل جب مؤنث ہو تو فعل میں علامت تانیث ہوگی۔ جواباً لکھتے ہیں) لیکن چونکہ نعل مؤنث غیر حقیقی ہے تو اس میں تذکیر فعل بھی جائز ہے باعتبار ملبوس کے یعنی کیف کان ملبوس رسول اللہ ﷺ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک کے بارے میں سوال سے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت' اطاعت اور عشق و والہیت کا کتنا پیارا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے وہ اپنی زندگی کے کسی بھی کام میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے وہ اتباع سنت کو حقیقی معراج سمجھتے تھے وہ آپؐ کے اقدام میمنت لزوم کے نیچے اور انہی مقدس جوتوں کی صدقہ ہی میں نجات اور بخشش سمجھتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں مبارک سے محبت آپؐ ہی کی محبت کا ایک حصہ ہے اس مقام پر پہنچ کر بڑے بڑے محدث بھی آپ کی تعظیم و محبت کے انتہائی مقام کو پالیتے ہیں۔

حافظ عراقی نے الفیۃ الحدیث میں لکھا ہے۔ کہ

وَنَعْلُهُ الْكَرِيمَةُ الْمَصُونَةُ   طُوبىٰ لِمَنْ مَسَّ بِهَا جَبِينَهُ

آپؐ کے نعلین مبارک کس قدر باعزت اور بابرکت ہیں کس قدر مبارکباد کا مستحق ہے وہ شخص جسے ان نعلین کو اپنی پیشانی کے ساتھ لگانے کا شرف حاصل ہوگیا۔

نعلِ بلالؓ کا ٹوٹا تسمہ' عثمان علی خان کے تاج کا افتخار:

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حیدر آباد دکن گئے نواب عثمان علی خان نے آپ کا وعظ سننے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ ریاست کے بڑے بڑے علماء' فضلاء' امراء اور عوام کے عظیم اجتماع کا انعقاد ہوا۔ نواب دکن شیعیت کی طرف مائل تھا مگر علماء اور بزرگوں کا قدردان تھا علامہ عثمانیؒ نے جامع' مدلل، مفصل اور عالمانہ خطاب فرمایا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی

Marfat.com
Marfat.com

خاص طور پر مدح فرمائی۔ دورانِ بیان جب یہ ارشاد فرمایا کہ بھائی! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ اور خلفاء راشدینؓ کی بات چھوڑیں ان کے رتبہ ومقام کو کون پہنچ سکتا ہے میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر آج آپؐ کے ایک ادنیٰ صحابی بلال حبشیؓ کے جوتے کا ایک ٹوٹا تسمہ بھی مل جائے تو نواب عثمان علی خان جیسے صاحب اقتدار نواب بھی اسے تبرک جان کر اپنے تاج میں ٹانک لیں یہ جملہ سن کر نواب حیدر آباد وجد میں آ گئے اور بے اختیار ہو کر فرمانے لگے کیوں نہیں؟ اگر خدا تعالیٰ مجھے حضرت بلالؓ کے جوتے کا تسمہ بھی نصیب کر دے تو میں ضرور اسے اپنے تاج میں جگہ دیدوں اس تسمے کے مقابلے تاج میں جڑے ہوئے ہیروں اور جواہرات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے

ایک نعل میں دو تسمے:

کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ''ہر ایک جوتہ مبارک'' کے الفاظ سے امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق کیا گیا ہے وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں ان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لھا قبالان بالافراد (جمع ص ۱۵۹) ہر جوتہ میں دو تسمہ کی مراد یہ ہے کہ ایک تسمہ انگوٹھہ اور اس کی ساتھ والی انگلی میں تھا دوسرا تسمہ درمیان والی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں ہوتا تھا۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں وکان صلی اللہ علیہ وسلم یضع احد القبالین بین الابھام والتی تلیھا والآخر بین الوسطیٰ والتی تلیھا (مواھب ص ۸۰) (اور نبی کریم ﷺ جوتے کے دو تسموں میں سے ایک کو انگوٹھے اور اس کی ساتھ والی انگلی میں رکھتے تھے اور دوسرے تسمہ کو درمیان والی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں رکھتے) قبالان ' قبال کا تثنیہ ہے مراد وہ تسمہ ہے جو آگے رکھا جاتا ہے اور عرض رجل میں جو تسمہ ہو اسے شراک کہتے ہیں اور جو انگلیوں کے بیچ میں ہوتا ہے اسے قبالہ کہتے ہیں۔ لھما قبالان ای لکل واحد منھما قبالان یا تقسیم الاحاد علی الآحاد ہے کہ ہر ایک نعل کے لئے ایک قبالہ تھا لغوی لحاظ سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں مگر بخاری کی مندرجہ بالا روایت اور نقشہ نعل مبارک کے مطابق ہر نعل میں دو قبالے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

نقشہ نعل شریف

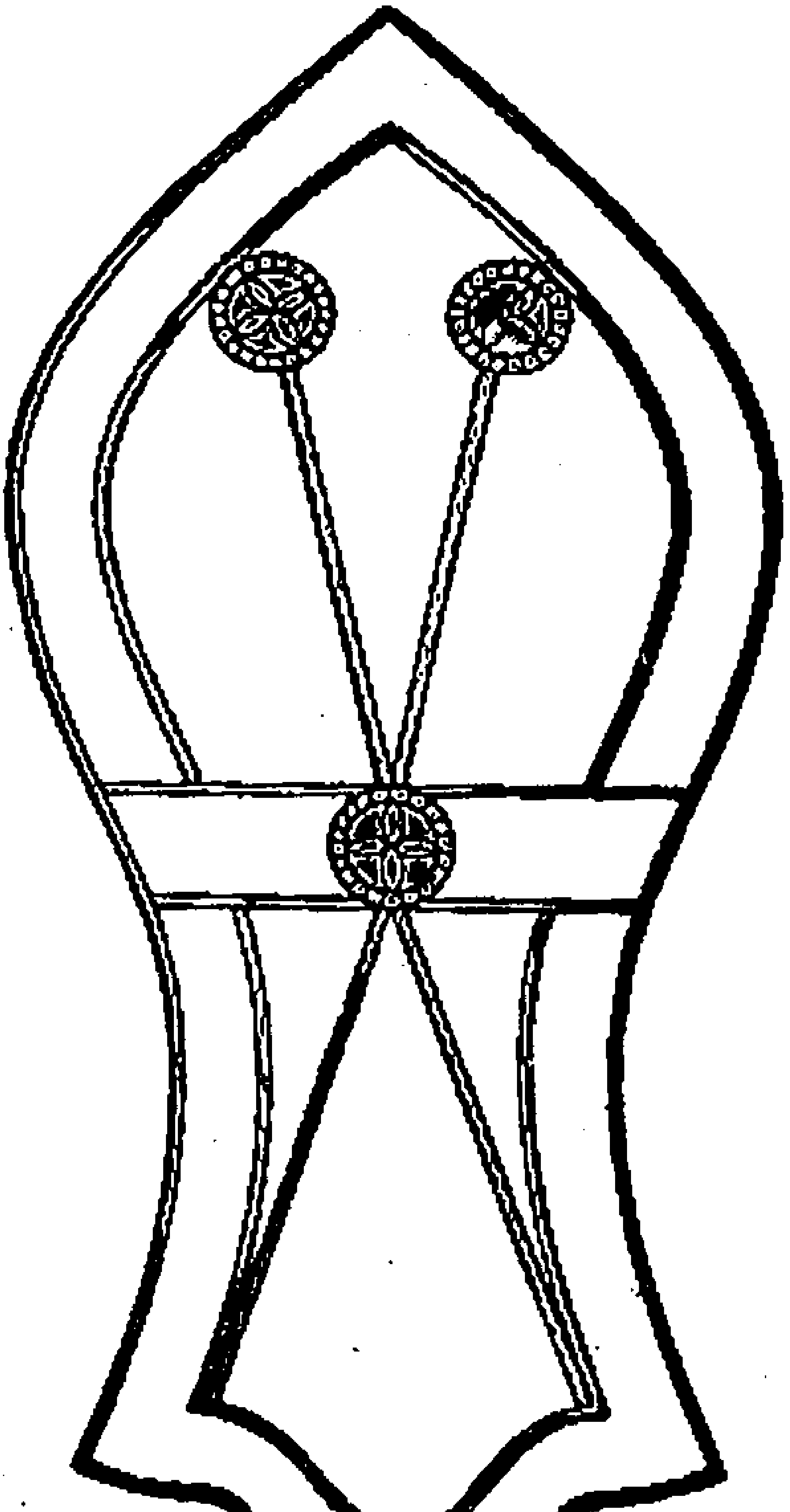

Marfat.com
Marfat.com

(۲/۷۴) حَدَّثَنَا اَبُوكُرَيْبٍ مُحَمَّدُبْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِالْحَذَّآءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحٰرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مَثْنًى شِرَاكُهُمَا..

ترجمہ! ہمیں ابوکریب محمد بن علاء نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو وکیع نے سفیان کے حوالہ سے نقل کیا۔ انہوں نے خالد حذاء سے نقل کیا اور انہوں نے عبداللہ بن حارث سے۔ وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے تسمے دوہرے تھے۔

راوی حدیث (۲۳۱) خالد الحذاءؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوھرے تسمے:

کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکھما یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک کے وہ تسمے جو پشتِ قدم پر پڑتے تھے دوہرے تھے گویا ہر جوتے میں دو دو تسمے اور ہر تسمہ دوہرا تھا یعنی دو، دو دھاگوں کو ملا کر بنایا گیا تھا۔

(۳/۷۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عِيْسَى ابْنُ طَهْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَا وَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِيْ ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع اور یعقوب بن ابراھیم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابواحمد الزبیری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عیسٰی بن طھمان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انسؓ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے مجھ سے اس کے بعد حضرت ثابتؒ نے یہ بتایا کہ وہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔

راویان حدیث (۲۳۲) یعقوب بن ابراھیمؒ (۲۳۳) ابواحمد الزبیریؒ اور (۲۳۴) عیسٰی

Marfat.com
Marfat.com

بن طہمانؒ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرماویں۔

نعلین جرداوین لھما قبالین الجرد بغیر نباتات والی جگہ کو کہتے ہیں جرداوین وہ جوتے جن پر بال نہ ہوں الجرداء اجرد کی مؤنث ہے اجرد اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی گردن پر بال نہ ہوں یا کم بال ہوں اور جرداء . وھی التی لا شعر علیھا . جرداء اس چمڑے کو بھی کہتے ہیں جس پر بال نہ ہوں (جمع ص ۱۶۰) استعیر مِن ارض جرد لا نبات فیھا .

تبرّک باٰثار الصالحین :

انھما کانتا نعلی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثابت بنانیؒ نے مجھے بتایا کہ یہ دونوں نعلین مبارک حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے تھے اس مقام پر شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ نے تبرک باٰثار الصالحین کی تفصیلی بحث کی ہے۔

فرماتے ہیں ویوخذ مِن الحدیث ندب حفظ آثار الصالحین (اتحافات ص ۱۲۳) (اس حدیث سے نیکوکار لوگوں کے آثار کو محفوظ رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے) ذیل میں اسی تفصیل کی تلخیص اور دیگر کتب حدیث سے بھی ماحصل نذر قارئین ہیں۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور دیگر پہناوے کو محفوظ رکھتے' ان کی زیارت کرتے کرواتے اور ان سے تیمن وتبرک اور شفاء حاصل کرتے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس آپ ؐ کے چند ملبوسات تھے ۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں اخرجت الینا عائشۃ کساءً ملبداً وازاراً غلیظاً فقالت قبض روح النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ھذین۔ جناب عائشہ صدیقہؓ نے ایک کمبلی جس پر بہت زیادہ پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں بتایا اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں وصال فرمایا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چادر لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے آپ خود بنفس نفیس اسے پہنیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور پھر اس کا تہبند باندھ کر صحابہ کرامؓ

Marfat.com
Marfat.com

کے پاس تشریف لے آئے۔صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پہنا دیجیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا۔آپؐ کچھ دیر مجلس میں تشریف فرما ہونے کے بعد چلے گئے اور پھر اس چادر کو لپیٹ کر واپس آئے اور اس صحابی کو بھیج دی جس نے وہ مانگی تھی۔صحابہ کرامؓ نے اس صحابیؓ سے کہا کہ تو نے یہ چادر مانگ کر کچھ اچھا کام نہیں کیا حالانکہ تجھے علم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک کا بھی سوال رد نہیں فرماتے۔اس صحابیؓ نے جواب دیا واللہ ما سئلتھا الا لتکون کفنی یوم اموت مجھے اللہ جل شانہ کی قسم! کہ یہ سوال تو میں نے صرف اسلئے کیا ہے کہ میرے مرنے پر یہ چادر جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور اطہر اور مقدس کے ساتھ لگ چکی ہے میرا کفن بنے جناب سہلؓ فرماتے ہیں کہ وہی بردہ پاک اس کا کفن بنا۔حضرت امام مالکؒ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال مبارک ملے تھے جب آپؒ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ ایک موئے مبارک میری داہنی آنکھ پر دوسرا موئے مبارک میری بائیں آنکھ پر اور تیسرا موئے مبارک میرے منہ پر میرے مرنے کے بعد رکھ دینا۔جناب ابوھریرہؓ نے حضرت امام حسنؓ کو کہا کہ آپ اپنے بدن مبارک کی وہ جگہ مجھے بتائیں جس جگہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما تھا۔حضرت امام حسنؓ نے اپنی ناف مبارک ان کو بتائی تو ابوھریرہؓ نے تبرکاً وہاں بوسہ دیا۔جناب ثابت البنانیؒ حضرت انسؓ کے ہاتھ کو اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک کہ اس کو بوسہ نہ دے لیتے اور فرماتے یدمست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یہ وہ ہاتھ ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تھا"۔

حضرت ابوعبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے میرے والد کو کہلا بھیجا کہ مجھے اس لحاف کی زیارت کروائیں چنانچہ میرے دادا اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس لحاف کو اپنے چہرے پر خوب ملا (تاریخ صغیر امام بخاری)

جنابہ اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک تھا۔مسلم شریف میں ہے۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا

Marfat.com
Marfat.com

للمرضی یستشفیٰ بھا فرماتی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ مبارک کو پہنا کرتے تھے ہم اس کو دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔

شفا شریف میں ہے کہ امام ابن مامونؒ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ ہمارے پاس تھا۔ فکنا نجعل فیھا المآء للمرضیٰ فیستشفون بھا ہم اس پیالے میں پانی ڈال کر بیماروں کو پلاتے تو اس پانی سے بیمار صحت یاب ہو جاتے

اکابرین دیوبند کا معمول:

استاذ محترم مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ راوی ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے خزانہ میں ایک رومال جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک مکمل ایک سال تک خلافت ترکیہ کے زمانہ میں لپٹی رہی اور خلافت کے خلاف جنگ کے زمانہ میں اکابرین دیوبند کی اپیل پر مسلمانان متحدہ ہندوستان نے ۱۹۱۴ء میں ایک خطیر رقم چندہ کر کے بھیجی جس کے شکریہ میں اراکین خلافت نے یہ رومال اور قسطلانی شرح بخاری بطور ہدیہ کے دارالعلوم بھیجی جس کی زیارت ہر سال کے اختتام پر بطور تبرک کے کروائی جاتی تھی۔

جس سال میں دارالعلوم میں دورہ حدیث شریف میں شریک تھا اور یہ غالباً ۱۹۳۹ء یا ۴۰ء ہوگا یہ مشہور کر دیا گیا کہ اس سال رومال کی زیارت نہیں کرائی جائیگی کیونکہ ازدھام کی وجہ سے پورا ادب ملحوظ نہیں رکھا جا سکتا چنانچہ طلباء اور تمام شائقین انتہائی افسردہ ہوئے بات حضرت شیخ مدنیؒ تک جا پہنچی چنانچہ آپؒ نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے کہا کہ اہتمام میں درخواست دے دیں کہ میرے زیر نگرانی پورے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے زیارت کا موقعہ فراہم کیا جائے چنانچہ خود حضرتؒ کی موجودگی میں طلبہ اور بہت سے دور دراز کے شائقین رومال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

شیخ احمد عبدالجوادؒ کی تنبیہ:

اس بحث کے اختتام پر شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ولکن التبرک بالآثار لا یصح ان یصل الی درجۃ المبالغۃ اَوِ العبادۃ فان العبادۃ للّٰہ وحدہ و النافع و الضار ھوا للّٰہ وحدہ ما

Marfat.com
Marfat.com

یفتح اللّٰہ للناس مِن رحمة فلا ممسک لها وما یمسک فلا مرسل له مِن بعده وهو العزیز الحکیم.

(لیکن تبرک بہ آثار صالحین میں اتنا مبالغہ بھی نہ کیا جائے کہ وہ درجہ غلو یا عبادت کو پہنچے کیونکہ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اور وہی نفع ونقصان دینے کے مالک ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دینا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا اور وہ جو کچھ روکنا چاہیں تو پھر اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں وہی غالب اور حکمت والے ہیں)۔

(۷۶/۴) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسیٰ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِکٌ حَدَّثَنَا سَعِیْدُبْنُ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ جُرَیْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لِا بْنِ عُمَرَ رَاَیْتُکَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّةَ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَاشَعْرٌ وَیَتَوَضَّأُ فِیْهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا.

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو معن نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مالک نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو سعید بن ابوسعید مقبری نے بیان کیا۔ انہوں نے عبید بن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپؐ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔

راویان حدیث (۲۳۵) سعید بن ابی سعید المقبریؒ اور (۲۳۶) عبید بن جریجؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سبتیة کا معنیٰ:

قال لابن عمر، عبید بن جریج نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا میں دیکھتا ہوں کہ آپ بالعموم سبتیّة جوتا پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے سبتیة، سبت سے ہے یعنی بال مونڈنا سبتیة وہ جوتا

Marfat.com
Marfat.com

جس پر بال نہ ہوں یوم سبت کو بھی اسی وجہ سے سبت کہا جاتا تھا کہ یہود کے نزدیک اس میں سب دنیاوی تعلقات سے انقطاع کرلیا جاتا تھا اور سبت (بکسر السین) اس چمڑے کو کہا جاتا ہے جو بالوں سے صاف ہو۔

التی لا شعر علیها نسبة لسبت (بکسر السین) وهو جلو د البقر الملبوغة لان شعر ها سبت وسقط عنها بالدباغ (مواهب ص ۸۲) (السبتیة کا معنیٰ یہ کہ اس پر بال نہ ہوں یہ لفظ بکسر سین ہے اور ان کا اطلاق بیل گائے کے (مدبوغہ) رنگے ہوئے چمڑوں پر کیا جاتا ہے کیونکہ دباغت کے عمل کی وجہ سے ان سے بال گرجاتے ہیں)

منشأ سوال:

سوال کرنے کا منشأ یہ تھا کہ عربوں میں تمدن اور تنعم کی یہ ترقی نہ تھی غربت' ناداری اور فقر وافلاس تھا غرباء' فقراء ومساکین بلکہ عام لوگ اور متوسط طبقہ میں بالوں سمیت چمڑے کا جوتا پہننا مروج تھا جبکہ بالوں سے صاف چمڑے کا جوتا امراء لوگ پہنتے تھے یا یہود میں مروج تھا بخاری شریف کی مفصل حدیث ہے وفیہ انہ قال لابن عمر رائیتک تصنع اربعالم ار احداً من اصحابک یصنعها' فذکر منها لبسه للنعال السبتیّة (اس میں ہے کہ عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ تو چار ایسے کام کرتا ہے کہ تیرے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی میں نے کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور ان چار میں سے بغیر بالوں کے جوتے پہننے کا ذکر بھی کیا) غرض سوال یہی تھی کہ اس قدر قیمتی جوتے کے استعمال کی حکمت کیا ہے اور عام مروج جوتا چھوڑ دینے کا سبب کیا ہے پھر اسی جوتے پر مواظبت کی کیا وجہ ہوسکتی ہے جبکہ صحابہؓ نے کبھی بھی کسی ایک قسم کے جوتہ پر مداومت نہیں کی۔

حضرت ابن عمرؓ کا جواب تھا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی جوتے پہنتے ہوئے دیکھا ہے حضرت ابن عمرؓ متبع سنت تھے حتی کہ امور طبعیہ میں بھی اتباع سنت کا اہتمام کرتے تھے آپ نے صاف کہہ دیا کہ یہود ومشرکین کی مشابہت غرض نہیں اور نہ ہی امراء کی متابعت مقصود ہے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے آپؐ کو میں

Marfat.com
Marfat.com

نے یہی جوتے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ فانا احبّ ان البسها ای لمتابعة الهدی لا لموافقة الهوی (جمع ص ۱۶۲) (میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ ایسے جوتے پہنوں یعنی سنت کی تابعداری میں نہ کہ اپنی نفسانی خواہش کی موافقت میں)

جوتے پہنے ہوئے پاؤں دھونا یا گیلے پاؤں جوتوں میں رکھنا:

یتوضأ فیهما مقصد یہ ہے (۱) کہ جب جوتوں میں بے تکلف پاؤں دھل سکتے تھے اور نقصان بھی نہیں ہوتا تھا تو آپ جوتوں میں پاؤں دھولیا کرتے تھے بیان جواز کے لئے بھی اور امت کی سہولت کے لئے بھی۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ وضو کے بعد پاؤں خشک کیے بغیر فوراً جوتے پہن لیتے تھے تا کہ یہ بھی امت کو معلوم ہو جائے کہ وضو کے بعد فوراً تر پاؤں جوتے میں ڈالنے سے نقضِ وضو لازم نہیں آتا علامہ نوویؒ فرماتے ہیں معناه انه یتوضأ ویلبسها بعد ورجلان رطبان .فانا احب ان البسها حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں اسلئے میں ایسے ہی جوتے کو پہننا پسند کرتا ہوں تا کہ آپ کی اقتداء واتباع حاصل رہے وکان ابن عمر حریصاً علی اتباع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الجلیل مِن الامور والصغیر قال ابن عبدالبر من صریح الایمان محبة ماکان المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحبه واتباع ماکان یفعله حتی الماکول والمشروب والملبوس (اتحافات ص ۱۲۵) (اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اکرم ﷺ کے چھوٹے بڑے کاموں کی اقتداء اور تابعداری میں انتہائی حریص تھے علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ صریح اور خالص ایمان کی علامات میں سے یہ ہے کہ جن چیزوں اور کاموں سے آپ کو محبت ہو، ان کاموں سے محبت کی جائے اور جو افعال آپ کرتے تھے ان کی ان افعال میں اتباع کی جائے حتی کہ ماکولات مشروبات اور ملبوسات میں بھی) حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتا ضرور پہننا چاہئے البتہ احترام مسجد اور احترام مقبرہ میں اتار لینا بہتر ہے وقال احمد یکره لبسها فی المقابر (مواهب ص ۸۲) (امام احمد فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جوتوں کا پہننا مکروہ ہے)

Marfat.com
Marfat.com

(۷۷/۵) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَی التَّوْاَمَةِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ۔۔

ترجمہ! ہمیں اسحق بن منصور نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن ابی ذئب سے اور انہوں نے التوأمة کے آزاد کردہ غلام صالح سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابوھریرہؓ سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔

راویان حدیث (۲۳۷) ابن ابی ذئبؒ اور (۲۳۸) صالحؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث کی شرح و بیان باب ھذا کی پہلی حدیث میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

(۷۸/۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنِ السُّدِّیِّ حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ عَمْرَو بْنِ حُرَیْثٍ یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْنِ مَخْصُوْفَتَیْنِ۔۔۔

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابو احمد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے سدّی کے حوالے سے خبر دی۔ سدّی کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن حریثؓ سے یہ روایت سماعت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدسؐ کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جن میں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا۔

راویان حدیث (۲۳۹) السدیؒ (۲۴۰) من سمع اور (۲۴۱) عمر بن حریثؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مخصوفتین کا معنیٰ:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com
Marfat.com

دیکھا آپؐ ایسی جوتیوں میں نماز پڑھ رہے تھے جن کو پیوند لگے ہوئے تھے مخصوفتین ' خصف سے ہے معنی جوتے پر مزید چمڑا چڑھانا' سینا' ٹانکنا اور جمانا ہے ضرب کے باب سے ہے مخصوف ٹوٹے ہوئے اور گھٹے ہوئے جوتے کو بھی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نعلین کے چمڑے دوہرے سلے ہوئے تھے یعنی تلی دوہری تھی یا ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں المخصوفتان کا معنی المخروزتان ہے یعنی ستال (آر) سے سئے ہوئے نیز فرماتے ہیں کہ المخصوفتان کے معنی المرقعتان بھی ہیں جن کے معنی ,,پیوند لگے ہوئے،، بھی ہوتے ہیں (اتحافات ص ۱۲۶)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیوند لگے جوتے:

اگر چہ حدیث باب کی یہ سند مجہول ہے مگر دیگر روایات سے اس کی تصحیح و تصدیق اور تائید ہو جاتی ہے حضرت عروۃؓ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخیط ثوبہ ویخصف نعلہ ویرفع دلوہ (جمع ص ۱۶۲) آپؐ اپنے کپڑے خود سی لیتے اور اپنے جوتے کو خود پیوند لگا لیتے اور کنویں سے (دلو کے ذریعے) پانی نکالتے اور خصف سے مراد پیوند لگانا ہے وفی شرح ان المراد بہ المرقعۃ' اخرجہ ابن حبان والحاکم۔

نعلین میں نماز:

یصلی فی النعلین سے مراد یا تو نماز جنازہ ہے اور اگر نماز پنجگانہ مراد لیں تو جوتے ایسے تھے جو نجاست سے پاک تھے ویوخذ من الحدیث جواز الصلواۃ فی النعلین ان کانتا طاھرتین (اتحافات ص ۱۲۶) (حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جوتے پاک ہوں تو اس میں نماز جائز ہے)

نعلین مبارک کا طول' عرض' حجم اور مقدار:

شیخ عبدالروفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شارحین حدیث میں ایسے نہیں دیکھے ہیں جنہوں نے

Marfat.com
Marfat.com

نعل مبارک کی صفت یعنی طول وعرض، حجم اور مقدار کا بیان کیا ہو۔ البتہ حافظ عراقیؒ نے اس کو منظوم کیا ہے

ونعله الكريمة المصونة طوبیٰ لمن مس بها جبينه

(اور آپؐ کے نعل مبارک کس قدر باعزت اور بابرکت ہیں۔ کس قدر مبارک بادی کا مستحق ہے وہ شخص جسے ان نعلین کو اپنی پیشانی کے ساتھ لگانے کا شرف حاصل ہو گیا)

لها قبالان بسير وهما سبتيّتان سبتوا شعرهما

(نعل مبارک کے دو تسمے ہیں۔ اور وہ دونوں بالوں سے صاف کیے گئے ہیں۔

وطولها شبر و اصبعان وعرضها مما يلي الكعبان

(اور اس کی لمبائی ایک بالشت اور دو انگل۔ اور اس کے ایڑی والے حصہ کی چوڑائی)

سبع اصابع و بطن القلم خمس وفوق ذا فست فاعلم

(سات انگل اور قدم کا درمیانی حصہ۔ پانچ انگلی اور اس سے اوپر پس چھ انگلی جان لے)

ورأسها محدد وعرض ما بين القبالين اصبعان اضبطهما

(اور اس کا سر محدد ہے اور چوڑائی۔ دو تسموں کے درمیان دو انگلیاں تھیں ان کو یاد کر لے)

(مناوی ص ۱۶۳)

(۷۹/۷) حَدَّثَنَا اِسۡحٰقُ بۡنُ مُوۡسَی الۡاَنۡصَارِیُّ اَخۡبَرَنَا مَعۡنٌ اَخۡبَرَنَا مَالِکٌ عَنۡ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الۡاَعۡرَجِ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمۡشِیَنَّ اَحَدُکُمۡ فِیۡ نَعۡلٍ وَّاحِدَةٍ لِیَنۡعَلۡهُمَا جَمِیۡعًا اَوۡ لِیُحۡفِهِمَا جَمِیۡعًا حَدَّثَنَا قُتَیۡبَةُ عَنۡ مَالِکٍ عَنۡ اَبِی الزِّنَادِ نَحۡوَهٗ.

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن موسیٰ الانصاری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معن نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مالک نے ابوزناد کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے ابوھریرہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتہ پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

Marfat.com
Marfat.com

راوی حدیث (۲۴۲) الاعرجؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تعلیم اخلاق یا شفقت نبویؐ :

قال لا یمشینّ احد کم الخ ۔۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلے دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتارے وھذا نفی صورة ونھی معنیً وھو ابلغ من النھی الصریح (جمع ص ۱۶۳) (اور یہ (لا یمشین ...) بصورت نفی ہے اور دراصل حقیقت میں نہی ہے اور یہ (صورت) زیادہ بلیغ ہوتی ہے نہی صریح سے)لیحفھما ' حفی سے ہے معنیٰ ننگے پاؤں چلنا

جب ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرا ننگا ہو:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ خلق عظیم تھے اور امت پر شفیق تھے جوتے پہننے کے طریقے بھی امت کو تعلیم فرمائے اور ایک جوتا پاؤں میں اور ایک پاؤں ننگے ہو کر چلنے سے منع فرمایا۔

شارحین حدیث نے اس کی متعدد وجوھات بیان فرمائی ہیں۔

(۱) وقار کے منافی ہے استہزاء کا باعث ہے ایسے شخص کو لوگ احمق کہیں گے۔

(۲) ابن العربیؒ فرماتے ہیں العلة فیه انها مشیة الشیطان (اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہ شیطانی چال ہے)

(۳) قیل لانھا خارجة عن الاعتدال (اور بعض نے کہا کہ ایسا چلنا حد اعتدال سے خارج ہے)

(۴) باری تعالیٰ کی نعمت کا کفران لازم آتا ہے کہ استطاعت کے باوجود خود کو نعمتِ ربّ سے محروم کر رہا ہے۔

(۵) ایک پاؤں اوپر ہوگا ایک نیچے' گرنے' پھسلنے اور پاؤں میں موچ پڑنے کا اندیشہ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۶) لوگوں کے لئے خندہ استہزاء کا ھدف بنتا ہے اور یہ گناہ ہے وقال البیھقی الکراھۃ للشھرۃ فتمتد الابصار لمن یریٰ ذلک منہ وقد ورد النھی عن الشھرۃ فی اللباس (جمع ص ۱٦۴)

(امام بیہقی ؒ فرماتے ہیں کہ ایسے چلنے (کہ ایک پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرے میں نہ ہو) کی کراہت بوجہ شہرت ہونے کے ہے یعنی یہ کہ ایسے چلنے والے کی طرف لوگوں کی آنکھیں اٹھیں گی۔ حالانکہ لباس شہرت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے)

امام اعمش ؒ کا سبق آموز لطیفہ:

حضرت امام اعمش ؒ عظیم محدث شیخ اور جید عالم گذرے ہیں طبعاً ظریف تھے اور ظرافت میں حقائق بیان فرمادیتے تھے ان کے پاس ان کا ایک شاگرد آیا جو پاؤں سے لنگڑا تھا جبکہ آپ آنکھوں سے اعمش (چندھے) تھے امام اعمش ؒ نے ان سے فرمایا تم آکر ہمارے پاس ٹھہر گئے ہو ہم دونوں کے اجتماع پر لوگ استہزاء کریں گے شاگرد نے عرض کیا ہمیں ثواب ملے گا گناہ جھڑیں گے۔

امام اعمش ؒ نے فرمایا ہمیں دین یہ نہیں سکھاتا کہ لوگوں کو گناہ میں مبتلا کردیں اور خود ثواب کمائیں البتہ واضح رہے کہ یہ نہی کراہت کے لئے ہے جبکہ بغیر کسی وجہ اور ضرورت کے ایسا کرے اگر کسی عذر یا ضرورت کے وقت کرتا ہے تو پھر کراہت نہیں ہے کہ عذر عذر ہوتا ہے۔

حدثنا قتیبة:

حدثنا قتیبة هناد الخ اسقط هنا الاعرج فهذا الحديث مرسل لاسقاط الاعرج وابی هريرة منه بالنظر لاسقاط الصحابی (مواهب ص ۸۴) (حدثنا قتیبة هناد ... اس سند میں یہاں اعرج کا ذکر چھوڑ دیا گیا اس لئے یہ حدیث مرسل ہے بوجہ ساقط کرنے اعرج (راوی) کے اور ابوھریرہ کے بوجہ ساقط کرنے صحابی کے)

اور زیادہ اوضح عبارت مناوی ؒ کی ہے کہ هذا منقطع ومرسل لا سقاط الاعرج وابی

Marfat.com
Marfat.com

ھریرۃ (کہ یہ منقطع اور مرسل ہے کیونکہ اعرج اور ابوھریرہ کو درمیان سند سے ساقط کر دیا گیا)
البتہ ملا علی قاریؒ نے اس سند کو ذکر کر کے نحوہ کے بعد یہ تفصیل لکھ دی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سند بھی پہلی سند جیسے مرفوع ہو فرماتے ہیں نحوہ ای مثلہ فی المعنیٰ دون اللفظ المتعلق بالمتن والاظھر انہ یرید بنحوہ نحو الاسناد المتقدم فکانہ قال الی آخر الاسناد فلا یرد ماقالہ العصام من ان حدیث قتیبۃ منقطع ومرسل لاسقاط الاعرج عن الاسناد واسقاط ابی ھریرۃ نعم کان یکفی ان یقول عن مالک ویزید بھذا الاسناد (واللہ اعلم) (جمع ص ۱۶۵) (نحوہ . یعنی یہ اس کے مثل ہے معنی میں نہ کہ الفاظ میں جن کا تعلق متن حدیث سے ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ واضح یہ بات ہے کہ نحوہ سے مراد پہلی جیسی سند کے مانند گویا کہ یہ کہا کہ یہ اس جیسے ہے آخر سند تک اس لئے اب وہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو عصامؒ کہتے ہیں کہ حدیث قتیبہ منقطع اور مرسل ہے بوجہ ساقط کرنے سند سے اعرج اور ابوھریرہ کو البتہ یہ کافی تھا کہ پھر سند میں یہ کہتے عن مالک ویزید بھذا الاسناد)

(۸/۸۰) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا مَعْنُ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی اَنْ یَّاْکُلَ یَعْنِی الرَّجُلَ بِشِمَالِہٖ اَوْیَمْشِیَ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَۃٍ.

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن موسیٰ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو معن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک نے خبر دی۔ انہوں نے ابوزبیر سے نقل کیا اور وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں ۔وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے۔

بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے نہی:

نھیٰ ان یاکل یعنی الرجل بشمالہ الخ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا صرف ایک جوتا پہن کر چلے حنابلہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک بائیں ہاتھ سے کھانا یہ کراہت تحریمی ہے امام شافعیؒ اسے کراہت تنزیہی

Marfat.com
Marfat.com

قرار دیتے ہیں مسلم شریف میں ہے کہ آپ ؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کل بیمینک یعنی دائیں ہاتھ سے کھا اس نے کہہ دیا کہ میں طاقت نہیں رکھتا لا استطیع آپ ؐ نے فرمایا لا استطعت تو طاقت نہ رکھے پھر کیا تھا کہ داہنا ہاتھ شل ہو گیا اور منہ تک نہ پہنچ سکا فما رفعها الرجل الی فیه بعد ذلک (اتحافات ص ۱۲۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں تاہم بعض اصحاب ظاہر نے اسے ناجائز بتایا ہے (خصائل) یعنی الرجل ' حدیث میں رجل کا ذکر شرافت وتکریم کے لئے آیا ہے خواتین سے احتراز نہیں ذکر الرجل لانه الاصل والا شرف لا الاحتراز (مواہب ص ۸۴) (روایت میں رجل کے لفظ کا ذکر بوجہ اس کے اشرف اور اصل ہونے کے ہے نہ کہ (عورت) سے احتراز کرنے کے لئے (یعنی یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے) عورتوں کو بھی یہی حکم ہے ہے او یمشی میں لفظِ او تقسیم کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ہے واو للتقسیم لاللشک (مواہب ص ۸۴)

(۸۱/۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وَاَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا مَعْنٌ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ فَلْتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ..

ترجمہ! ہمیں قتیبہ نے مالک کے حوالے سے بیان کیا (تحویل) انہیں اسحٰق بن موسیٰ نے اور ان کو معن نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مالک نے ابو زناد سے اور انہوں نے اعرج کے حوالے سے نقل کیا۔ انہوں نے حضرت ابوھریرہؓ سے یہ روایت اخذ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے جوتہ پہنے تو دائیں سے ابتدا کرنی چاہئے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے' دایاں پاؤں جوتہ پہننے میں مقدم ہونا چاہئے اور نکالنے میں مؤخر۔

Marfat.com
Marfat.com

جوتا پہننے اور نکالنے میں مسنون طریقہ:

قال اذا انتعل ... حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں طرف سے ابتدا کرے اور جب جوتا اتارے تو پہلے بایاں پاؤں نکالے تا کہ جوتا پہنتے وقت دائیں طرف اولیت ہونی چاہئے اور جوتے اتارنے میں اسے مؤخر کرنا چاہئے اور بایاں پہلے ہونا چاہئے لان النزع مِن باب التنقیص والشمال لعدم شرفھا تقدم فی کل ماکان مِن باب التنقیص (کیونکہ جوتے کا نکالنا یہ تنقیص (نقصان) کے قبیلہ سے ہے اور بایاں پاؤں بوجہ عدم شرافت کے ہر اس جگہ مقدم اور پہلے کیا جائے گا جو بابِ تنقیص سے ہو) تکریم و تعظیم اور شرف وخیر اور زینت کے تمام امور میں تیمّن مسنون ہے حدیث زیر بحث میں اس کی ترغیب ہے لان التنعّل من باب التکریم والیمین لشرفھا تقدم فی کل ماکان من باب التکریم (مواہب ص ۸۴) (اور چونکہ جوتے کا پہننا یہ عزت اور تکریم کے قبیلہ سے ہے اور دایاں پاؤں ہر اس جگہ مقدم اور آگے کیا جائے گا جو از قبیلہ تکریم و شرافت کے ہو) بعض لوگوں نے اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ بعض جگہوں پر نزع باب تنقیص سے نہیں بلکہ عین تکریم ہوتی ہے تو جواب میں بعض حضرات نے یہ توجیہ کی ہے۔

(۱) الیمین اقویٰ من الیسار مگر یہ توجیہ بمنزلہ توجیہ کے ہے اسے ترجیح حاصل نہیں۔

(۲) فالاولی قول الحکیم الترمذی الیمین مختار اللہ ومحبوبہ مِن الاشیاء فاھل الجنۃ عن یمین العرش یوم القیامۃ واھل السعادۃ یعطون کتبھم بایمانھم وکانت الحسنات علی الیمین وکفۃ الحسنات مِن المیزان عن الیمین فاستحقت ان تقدم الیمین واذا کان الحق للیمین فی التقدیم اخر نزعھا لیبقی ذلک الحق لھا اکثر مِن الیسریٰ (مواہب ص ۸۴)

(پس حکیم ترمذی ؒ کا یہ قول بہتر ہے کہ اشیاء میں سے دایاں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب ترین ہے کیونکہ جنتی لوگ قیامت کے دن عرش معلیٰ کے دائیں طرف ہوں گے اسی طرح نیک بخت لوگوں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھوں میں دیا جائے گا اور نیکیاں بھی دائیں طرف ہوں گی اور ترازو اعمال میں نیکیوں کا پلڑا بھی دائیں طرف ہوگا۔ تو اس لئے پہننے

Marfat.com
Marfat.com

میں دایاں زیادہ مستحق ہے اور جب کہ مقدم کرنے میں دایاں زیادہ مستحق ٹھہرا تو اس لئے اس کے نکالنے کو مؤخر کیا گیا تا کہ اس کا وہ حق بائیں سے زیادہ دیر تک قائم اور باقی رہے)۔

(۱۰/۸۲) حَدَّثَنَا اَبُوْمُوْسٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ الْمُثَنّٰی اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُبْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ هُوَ ابْنُ اَبِی الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَااسْتَطَاعَ فِیْ تَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ ..

ترجمہ! ہمیں ابوموسیٰ نے بیان کیا انہوں نے محمد بن مثنیٰ سے نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر اشعث نے دی جو کہ ابن ابی الشعثاء ہیں وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے مسروق سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔

تیمّن، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حتی المقدور تیمّن کو پسند فرماتے تھے کنگھی فرمانے میں، جوتا پہننے میں اور وضو کرنے میں ایک اور روایت میں حجامت بنوانے اور مسجد میں داخل ہونے کا ذکر بھی آیا ہے۔

اس میں بھی آپؐ کو تیمن پسند تھا ولیس المراد التخصیص بھذہ الثلاثۃ (مواہب ص ۸۵) (اور ان تین مذکورہ چیزوں کے ساتھ تخصیص مقصود نہیں) بلکہ ہر کار خیر و کار شرافت میں تیمّن کو تقدم حاصل ہوتا تھا۔

مااستطاع کمالِ سعی سے کنایہ ہے یا قید احترازی ہے مقصد یہ ہے کہ جہاں استطاعت ہو وہاں ضرور تیمّن اپنایا جائے۔ البتہ اگر عذر ہے تو بائیں کے استعمال کی بھی شرعاً اجازۃ ہے

Marfat.com
Marfat.com

اذا لضرورات تبیح المحظورات (جمع ص ۱۶۶) (عذر اور ضرورت ممنوعہ چیزیں مباح کردیتی ہیں) ما استطاع علی نحو قوله تعالیٰ فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم وھی تفید جواز المساعدة بالشمال اذا کانت ھناک ضرورة لذالک فقد ورد ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اکل القثاء والرطب بالیدین معا' لتساعد احداھما الاخریٰ (اتحافات ص ۱۲۹) (حدیث شریف میں ما استطاع کی قید ایسے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم۔ اس لئے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر ضرورت ہو جائے تو بائیں سے کام لیا جاسکتا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ نبی کریم نے ککڑی اور کھجور دونوں ہاتھوں سے اکٹھی کھائیں بوجہ ان دونوں کے موافقت کے)۔

ملا علی قاریؒ ما استطاع کے تحت لکھتے ہیں والذی یظھر عندی ان مراده واللّٰہ اعلم انه صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یکتفی بالیمین فیما لم یتعسر احتراز عن نحو غسل الوجه اولم یتعذر بان کان یرید مثلا ان یاخذ العصا والکتاب فیتعین ان یاخذ احدھما بالیمین والاخر بالیسار (جمع ص ۱۶۷) (اور وہ جو اس سے مجھے واضح ہو رہی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ صرف دائیں ہاتھ پر اکتفا اس وقت فرماتے جب کوئی مشکل درپیش نہ ہوتی یہ احتراز ہوا مثلاً منہ دھونے سے (کہ اس میں دونوں ہاتھ استعمال ہوں گے) یا کوئی عذر پیش نہ ہو جاتا جیسے مثلاً کتاب اور لاٹھی اٹھانے کا ارادہ کرتے تو پھر ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کے ساتھ اٹھانے کو متعین کر لیتے)

تنعّل اور ترجل کے بعد طہور کا ذکر تخصیص بعد تعمیم ہے۔

(۸۳/۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ قَیْسٍ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ اَنْبَاَنَا ھِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ لِنَعْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا وَاَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَّاحِدًا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ۔

ترجمہ! ہمیں محمد بن مرزوق ابو عبداللہ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو عبد الرحمٰ...

Marfat.com
Marfat.com

قیس ابومعاویہ نے سنایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام نے محمد کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت ابوھریرہؓ سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا ایک تسمہ کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔

راویان حدیث (۲۴۳) محمد بن مرزوق ابوعبداللہؒ اور (۲۴۴) عبدالرحمٰن بن قیس ابومعاویہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمانؓ نے ایک تسمے والے جوتے پہنے:

کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جوتوں کے دو دو تسمے ہوا کرتے تھے واول من عقد الخ پھر دو کے بجائے ایک تسمے کا آغاز خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے کیا۔

حضرت عثمانؓ نے یہ بات بھی تعلیماً اختیار فرمائی تا کہ لوگ دو تسموں کو فرض و واجب کا درجہ نہ دے دیں بلکہ یہ تو محض مستحبات میں سے ہے ہر شخص کی اپنی مرضی اور اپنی صوابدید پر ہے وہ چاہے تو دو تسمے استعمال کرے اور چاہے تو ایک تسمہ۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ اشارة الی بیان الجواز وانّ لبسه صلی اللہ علیه وسلم کان علی وجه المعتاد لا علی قصد العبادة (جمع ص ۱۶۸) (اس میں جوتے کا ایک تسمہ رکھنے کے جواز کی طرف اشارہ ہے اور بے شک حضور ﷺ کا (دو تسموں والا جوتا) پہننا بطور عادت تھا نہ عبادت کے ارادہ سے)

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں لعل الخلیفة الثالث افادنا باتخاذ القبال الواحد جواز ذلک (اتحافات ص ۱۳۰) (خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے اس عمل سے ہمیں ایک تسمہ والے جوتے بنانے کا جواز معلوم ہو گیا)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال چار قسم پر ہیں مباح، مستحب، واجب، اور فرض، ہر فعل کی توضیح ضروری ہے تا کہ اسے اپنے اپنے درجہ میں

Marfat.com
Marfat.com

رکھا جائے وبہ علم ان ترک لبس النعلین ولبس غیرھما غیر مکروہ ایضاً (جمع ص۱۶۸) (اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوتوں کے پہننے کو چھوڑ دینا اور ان کے علاوہ کسی اور چیز کو پہننا مکروہ نہیں)

==============================

Marfat.com
Marfat.com

باب ماجاء فی ذکر خاتم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بیان میں

اس باب میں آپ ؐ کا انگوٹھی پہننے کا بیان ہے کس قسم کی انگوٹھی پہنی، اس پر کیا نقش تھا، انگوٹھی بطورِ مہر نبوت کے استعمال ہوتی تھی، بیت الخلاء میں جاتے وقت اتار لیتے تھے تا کہ بے حرمتی نہ ہو، آپ ؐ کی یہ منقوش انگوٹھی آپ ؐ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس تھی ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے ہاتھ آئی ان کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمان ؓ کو پہنچی پھر ان سے کنویں میں گر گئی۔

اس باب میں آٹھ احادیث ہیں ای باب بیان الاخبار الواردۃ فی ذلک (اس باب میں ان احادیث کا بیان ہوگا جو آپ ؐ کی انگوٹھی کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)۔

(مواہب ص ۸۵)

باب ھذا میں لفظ ''ذکر'' کا اضافہ:

البتہ اس باب میں لفظِ ''ذکر'' کا اضافہ ہے جبکہ دیگر تراجم میں یہ لفظ مذکور نہیں ہے شارحین ؒ فرماتے ہیں

(ا) لفظ ذکر کو اس باب میں زائد لانے سے اس امر پر تنبیہ مقصود تھی علی تمیز ھذہ الترجمۃ مِن الترجمۃ المقدمۃ ای باب خاتم النبوۃ (اس ترجمۃ الباب (عنوان) کو سابقہ عنوان باب ختم النبوۃ سے ممتاز کرنے کیلئے اس میں لفظ ذکر کا اضافہ کیا ہے) کیونکہ پہلے ترجمۃ الباب میں خاتم سے بضعۃ ناشزۃ عند الکتف مراد ہے اور اس ترجمۃ الباب میں مراد آلہء مھر ہے جس سے خطوط پر مہر لگائی جاتی ہے۔

وفی لفظ الخاتم خمس لغات وقیل عشر والافصح کسر التاء (خصائل)

Marfat.com
Marfat.com

(اور لفظ خاتم میں پانچ لغتیں ہیں اور بعض نے دس کا قول کیا ہے اس میں زیادہ فصیح لغت تا: کا کسرہ ہے)

انگوٹھی مبارک کی صفت:

علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں کہ زین عراقیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کی جامع صفت کسی نے بھی بیان نہیں کی کہ کیا وہ مربع تھی؟ مثلث تھی؟ مدوّر تھی البتہ لوگوں کا معاملہ اس سلسلہ میں مختلف رہا ہے (مواہب ص۸۶) کتاب اخلاق النبوۃ میں منقول ہے انہ لایدری کیف ھو قالوا والخاتم حلقۃ ذات فص مِن غیرھا فان لم یکن لھا فص فھی فتخۃ (مواھب ص ۸٦) (کہ انگوٹھی کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ کیسے تھی۔ خاتم کی تعریف میں کہتے ہیں کہ کسی (دھات) کا حلقہ ایسے جو نگینہ والا ہو جو کہ حلقہ کے جنس سے نہ ہو اگر اس حلقہ کا نگینہ نہ ہو تو پھر اس کو عربی میں فتخہ کہتے ہیں)۔

انگوٹھی کے احکام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں اور کبھی بائیں کی چھنگلی انگلی میں پہنی ہے گویا دونوں ہاتھوں میں پہننا مباح ہے بعض علماء نے اسے مطلق سنت قرار دیا ہے بعض صحابہؓ سے انگوٹھی پہننا ثابت ہے یہ مہر کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی اور زینت کے لئے بھی، بعض فقہاء مطلقاً زینت کے لئے استعمال کی اجازت دیتے ہیں جبکہ بعض فقہاء بغیر ضرورت کے اس کے استعمال کو مردوں کے لئے غیر اولیٰ قرار دیتے ہیں البتہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ انگوٹھی کسی ضرورت مثلاً حاکم' قاضی' مفتی کے مہر لگانے کے لئے تو جائز ہے مگر محض زینت کے لئے بہتر نہیں ہے بلا ضرورت ترک اولیٰ ہے وجہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے بھی تب بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

واختلف فی حکم الخاتم کما بسط فی المطولات وفی الدر المختار ترک التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتول افضل قال ابن عابدین اشار الی ان التختم سنۃ لمن یحتاج الیہ کما فی الاختیار (عربی حاشیہ خصائل) انگوٹھی کے حکم میں

Marfat.com
Marfat.com

فقہاء کرامؒ کا اختلاف ہے جیسے کہ فقہ کی مطول کتب میں اس کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور درمختار میں ہے کہ بادشاہ، قاضی اور دیگر صاحبِ حاجت حضرات جیسے متولی وغیرہ کے علاوہ لوگوں کے لئے انگوٹھی کا نہ پہننا افضل ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے کہا کہ اس میں صاحب مختار نے اس طرف اشارہ کردیا کہ انگوٹھی پہننا صاحبِ حاجت لوگوں (سلطان وغیرہ) کے لئے سنت ہے جیسے کہ کتاب الاختیار میں ہے) جمہور کے نزدیک انگوٹھی چاندی کی ہونی چاہئے پیتل اور لوہے کی انگوٹھی حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

انگوٹھی کا اجمالی تاریخی پس منظر:

انگوٹھی کے لئے عربی لفظ خاتَم بھی درست ہے اور خاتِم بھی، مایختم بہ کو کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دومرتبہ انگوٹھی بنوائی ہے سونے کی بھی اور چاندی کی بھی۔ جب مردوں کے لئے سونا پہننا حرام ہوا تو آپؐ نے سونے کی انگوٹھی کا استعمال ترک فرمایا۔ پھر آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی مگر بعد میں اسے بھی اتار دیا البتہ اتارنے کی وجہ معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے اس میں آپؐ کو تکلف محسوس ہوتا ہو۔ تاہم چاندی کی انگوٹھی کا استعمال ایک خاص مقدار میں کیا مردوں کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے معاہدے کے بعد آپؐ نے مختلف سربراہانِ ممالک کو دعوتی خطوط لکھے تو ضرورتِ مہر کی وجہ سے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس سے مکتوبات پر مہر لگانے کا اہتمام ہوتا تھا انگوٹھی بنانے کی ضرورت انجام دینے والے یعلیٰ بن امیہ تھے اس میں نگینہ بھی لگایا اور نگینہ میں مہرختم نبوت "محمد رسول اللہ" کے الفاظ بھی کندہ کیئے۔ جب کسی مکتوب یا دعوتی تحریر یا اہم خط پر مہر لگانی ہوتی تو آپؐ انگوٹھی اتار کر اس سے مہر بھی لگادیا کرتے تھے۔

مشاہیر کی انگوٹھیوں کے نقش:

احقر مولف کی طالب علمی کا زمانہ تھا استاذِ محترم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب

Marfat.com
Marfat.com

مدظلہ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کے دامنِ رشد و ہدایت میں اللہ نے پہنچا دیا تھا مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی اپنی مادر علمی تھی ان اکابر اساتذہ سے ان کے خاندانی بزرگوں کی مہر وغیرہ کے بارے میں لطائف سنا کرتا تھا۔ مثلاً فرماتے ہمارے ایک خاندانی بزرگ قاضی محمد اکرم کی مہر پر جو الفاظ کندہ تھے وہ یہ تھے "در ہر دو جہان است محمد اکرم" قاضی صاحبان کے جد امجد جو تین سو سال قبل کلاچی تشریف لائے تھے کا نام "اصل دین" تھا مہر پر یہ الفاظ کندہ تھے "ز دینہا دینِ احمد اصل دین است" ان کے ایک اور خاندانی بزرگ کا نام احمد تھا' ان کی مہر پر یہ مصرع نقش تھا "دارد امید شفاعت ز محمد احمد" ان ہی ایام میں انہی اساتذہ کرام سے یہ بھی سنا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی مہر کے الفاظ "از گروہِ اولیاء اشرف علی" تھے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کی مہر کا نقش "الٰہی عاقبت محمود گرداں" تھا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں احقر بھی اپنے اساتذہ کے ساتھ پابندِ سلاسل تھا سنٹرل جیل ڈی آئی خان ہمارا مسکن تھی ایک روز صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ کا بیان تھا فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی پر جس مفہوم کا نقش کندہ تھا اس کا مضمون کسی نے فارسی میں منظوم کیا ہے اور بہت خوب ہے۔

دیدی کہ در نگینِ سلیمان چہ نقش بود
خطے بہ زر نوشتہ کہ ایں نیز بگزرد

بچپن کا لاشعوری دور تھا طالب علمی کے بالکل ابتدائی سال تھے' مہر کیا ہوتی ہے؟ مصرع کسے کہتے ہیں؟ ان فارسی مصرعوں کا معنیٰ کیا ہوتا ہے؟ ان امور سے کیا غرض تھی؟ بس بات اتنی تھی کہ اساتذہ کرام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جس انداز سے مزے لے لے کر انہوں نے بیان فرمائے زمانہ طالب علمی کی لاشعوری عمر میں' دل و دماغ نے وہ لے لئے اساتذہ کا وہ انداز ہی اتنا پیارا تھا کہ تب سے اب تک یاد ہے۔

بعض اوقات اکابر اساتذہ اور بزرگوں کی نقل میں بھی برکت ہوتی ہے اور آج اس کی یہ برکت ظاہر ہو رہی ہے کہ مشاہیر اہل اسلام کی مہر اور انگوٹھیوں سے متعلق جستجو ہوئی

Marfat.com
Marfat.com

اورعلوم ومعارف کے نئے نئے خزانے سامنے آئے اور سب سے بڑی برکت یہ ظاہر ہورہی ہے کہ اس کاتب الحروف کواللہ کریم نے مہر نبوت اور شمائل نبوی پر قلم اٹھانے کی توفیق ارزانی فرمائی۔

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھوائے جاتے ہیں

بہرحال مشاہیر کی انگوٹھیوں کے جونقوش مل سکے نذر قارئین ہیں۔

بعض شارحین حدیث نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر یہ الفاظ درج تھے"کفی بالموت واعظاً" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر" للہ الملک" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر"الحمد للہ" امام باقر کی انگوٹھی پر"العزة للہ" امام نخعیؒ کی انگوٹھی پر"الثقة باللہ" حضرت مسروق کی انگوٹھی پر" بسم اللہ" حضرت آدمؑ کی انگوٹھی پر"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" حضرت موسیٰؑ کی انگوٹھی پر"لکل اجل کتاب" حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر"انا اللہ لا الہ الا انا محمد عبدی ورسولی" کے الفاظ کندہ تھے۔(ملخصاًازمواہب ۸۸) مگر یہ ملحوظ رہے کہ ان روایات کی حیثیت تفسیری اور تاریخی روایات کی ہے ان میں کوئی بھی چیز مرفوع روایت سے ثابت نہیں ہے۔

(۸۴/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّرِقٍ وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا.

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید اور دوسرے بہت سے اساتذہ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن وھب سے بیان کی' انہوں نے یونس سے' انہوں نے ابن شہاب سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

راوی حدیث (۲۴۵) عبداللہ بن وھب رحمہ اللہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں

Marfat.com
Marfat.com

ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی اور اس کا نگینہ:

کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ورق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی جب ورَق (بفتح الراء) بولا جائے مراد درخت کا پتہ اور (بکسر الراء) پڑھا جائے تو مراد چاندی ہے ای فضة وفی الاصل النقرة المضروبة وقیل النقرة مطلقاً مضروبة اولا (خصائل) (ورِق بکسر راء کا معنیٰ چاندی اور اصل میں چاندی مضروبہ (عمل شدہ) کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے مطلقاً چاندی کو کہا ہے چاہے مضروبہ ہو یا نہ ہو) وکان فصہ حبشیاً انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا فص کی فا پر فتح زیادہ فصیح ہے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے مگر غیر اولیٰ اور غیر افصح ہے۔ حبشیاً میں یائے نسبت ہے والمراد بالفصّ ھنا ما ینقش علیہ اسم صاحبہ (مواھب ص ۸۶) (یہاں فص سے مراد وہ نگینہ ہے جس پر اس کے مالک کا نام کندہ کیا گیا ہو) نگینہ کو حبش کی طرف منسوب کرنے کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ای حجراً منسوباً الی الحبش وقیل کان فصہ عقیقاً (جمع ص ۱۶۹) یا مراد یہ ہے کہ چونکہ وہ حبشہ سے لایا گیا تھا اس لئے اسے حبشی کہا گیا یا حبشیوں کی طرح اس کا رنگ بھی کالا تھا ای احمر یمیل الی السواد (مناوی ص ۱۶۹) یا اس کے صناع یعنی بنانے والے حبشی تھے یا اس کا نقش تیار کرنے والا حبشی تھا یا اس کی کانٹ چھانٹ اور بناوٹ حبشی صفت کے مطابق ہوئی تھی۔ ومعنیٰ حبشیا جئی بہ مِن الحبشة او کان اسود لون الحبشة او صانعہ او صانع نقشہ مِن الحبشة (جمع ص ۱۷۰) (اور نگینہ کے حبشی ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ حبشہ سے لایا گیا تھا یا اس لئے کہ حبشیوں کی طرح اس کا رنگ بھی کالا تھا۔ یا اس کے بنانے والا حبشی تھا یا اس کا نقش تیار کرنے والا حبشی تھا) وذھب السیوطی الی ان الحبشی ھو نوع مِن الزبرجد یکون ببلاد الحبشة لونہ مائل الی الخضرة قالوا مِن خواصہ انہ یجلوا العین (اتحافات ص ۱۳۱) (اور علامہ سیوطیؒ کا خیال ہے کہ فص حبشی زبرجد (پتھر) کی ایک قسم ہے جو حبشہ کے ملک میں ہوتی ہے)۔

خلاصہ یہ کہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپؐ کی انگوٹھی مبارک چاندی سے بنی

Marfat.com
Marfat.com

ہوئی تھی اور اس کا نگینہ عمدہ اور اعلیٰ قسم کا پتھر تھا اس کے بعد تیسری حدیث میں فصّہ منہ کی بھی تصریح آئی ہے یعنی انگوٹھی کا نگینہ اسی جنس سے بھی ہوسکتا ہے جس سے انگوٹھی بنائی گئی ہے جس کی مزید تفصیل وتشریح اور مکمل توضیح باب ھذا کی تیسری حدیث کے ذیل میں کردی جائے گی انشاءاللہ۔

واما ما روی فی التختم بالعقیق من انہ ینفی الفقر وانہ مبارک وان من تختم بہ لم یزل فی خیر فکلھا غیر ثابتۃ علی ماذکرہ الحفاظ وفی خبر ضعیف ان التختم با الیاقوت الاصفر یمنع الطاعون (جمع ص ۱۷۰) (اور وہ جو مروی ہے کہ عقیق کے نگینہ والی انگوٹھی پہننا فقر وافلاس کو دور کردیتی ہے اور یہ بڑی مبارک ہے اور جو کوئی بھی اس کی انگوٹھی پہنے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ خیر وبرکت میں رہے گا یہ سب حفاظ حدیثؒ کے نزدیک غیر ثابت شدہ باتیں ہیں اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ پیلے یاقوت کی انگوٹھی پہننا طاعون کو روکتا ہے)

(۸۵/۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ اَخْبَرَنَا اَبُوْعَوَانَۃَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًامِّنْ فِضَّۃٍ فَکَانَ یَخْتِمُ بِہٖ وَلَا یَلْبَسُہٗ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی اَبُوْبِشْرٍ اسْمُہٗ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ وَحْشِیَّۃَ.

ترجمہ! ہمیں قتیبہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابوعوانہ نے خبر دی 'انہوں نے ابوبشر سے روایت نقل کی اور انہوں نے نافع سے۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر فرماتے تھے پہنتے نہیں تھے۔

راویان حدیث (۲۴۶) ابوعوانہؒ اور (۲۴۷) ابوبشرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی پہننے میں معمول مبارک:

اتخذ خاتما.. حدیث میں تصریح ہے کہ آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی غرض مہر لگوانی تھی ولا یلبسہ اور اکثر اسے پہنا نہیں کرتے تھے ای ولا یلبسہ دائما بل غبا (مناوی ص

Marfat.com
Marfat.com

۱۷۱)(یعنی حضور اقدس ﷺ اس کو ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھار پہنا کرتے) اس کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں تصریح ہے کہ انہ کان یلبسه فی یمینه دوسری حدیث میں ہے اذا دخل الخلاء نزع خاتمه. تیسری حدیث میں ہے کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یتختم فی یساره (رواه ابوداؤد) اور یہ بھی مدلول ومعلوم ہے جیسا کہ شارحینؒ نے تصریح بھی کی ہے کہ آپؐ کی دو انگوٹھیاں تھیں ایک اسلئے تھی کہ اس سے تحریروں اور دعوتی خطوط پر مہر لگاتے تھے۔ وکان لا یلبسه والثانی کان یلبسه لیقتدی به فیه (مناوی ص ۱۷۱) (اور حضور اقدس ﷺ اس کو (یعنی جو انگوٹھی مہر کے لئے بنوائی گئی تھی) نہیں پہنتے تھے اور دوسری کو اس لئے پہنتے تھے کہ اس کے پہننے میں اس کی اتباع کی جائے) مہر لگوانے کے لئے آپؐ نے انگوٹھی ہجرت کے ساتویں سال بنوائی اسلئے کہ انہی سنین میں آپؐ نے بادشاہوں کے نام اپنے مہر شدہ مکتوبات بھیجے۔ علامہ البیجوریؒ فرماتے ہیں قال ابن العربی وکان قبل ذلک اذا کتب کتاباً ختمه بظفره (مواهب ص ۸۷) (ابن العربیؒ فرماتے ہیں اور اس سے پہلے (یعنی جبکہ انگوٹھی نہیں بنوائی تھی) جب کوئی خط لکھتے تو اس کو اپنے ناخن سے مہر کر دیتے تھے)

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں والمراد انه لا یلبسه علی سبیل الاستمرار والدوام بل فی بعض الاوقات ضرورة الاحتیاج الیه للختم به کما هو مصرح به فی بعض الاحادیث (جمع ص ۱۷۱) (اور مقصد یہ ہے کہ آپؐ انگوٹھی کو ہمیشہ اور دائمی طور پر استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ حسب ضرورت بعض اوقات مہر لگانے کے لئے اس کو استعمال میں لاتے تھے جیسے کہ اس کی تصریح بعض احادیث میں ہے)

ایک تعارض کا دفعیہ:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ روایات بالا سے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی پہننا دونوں ہاتھوں میں ثابت ہو رہا ہے جو بظاہر متعارض ہیں حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں مرقاۃ سے منقول ہے کہ لا تعارض بینهما لجواز انه فعل الامرین فکان یتختم فی الیمنی مرة وفی الیسری اخری حسب ما اتفق ولیس فی شئی منهما مایدل علی المداومة صریحا

Marfat.com
Marfat.com

والاصرار علی واحد منهما كذا قال القاضی قلت وقد صرح البیهقی بان التختم فی الیمین منسوخ واخرج ابن عدی وغیره انه صلی اللّٰه علیه وسلم یتختم فی یمینه ثم حوله فی یساره فكان من فعل خلافه لم یصل الیه النسخ واقله ان یقال التختم فی الیسری افضل كما هو الصحیح من مذهبنا لانه ابعد من الاعجاب والزهو لجعل فصه مما یلی كفه (حاشیه مشكوٰة ص ۳۷۸) (ان دوباتوں (یعنی دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے) میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ آپ ؐ نے دونوں کام کیے ہوں کہ کبھی دائیں ہاتھ اور کبھی بائیں ہاتھ میں حسب اتفاق پہنی ہوں کیونکہ احادیث میں کہیں یہ تصریح موجود نہیں کہ آپ ؐ نے کسی ایک ہاتھ میں انگوٹھی پہننے پر مداومت یا اصرار کیا ہو۔ اسی طرح قاضی نے فرمایا (ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں کہ امام بیہقیؒ نے تصریح کی ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے اور امام بن عدیؒ وغیرہ نے تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے پھر اس سے تبدیل کر کے بائیں ہاتھ میں استعمال شروع کر دیا گویا جو شخص آپ ؐ کے اس فعل کے خلاف عمل کرتا ہے (یعنی دائیں ہاتھ میں استعمال کرتا ہے) اس تک اس کا منسوخ ہونا نہیں پہنچا ہوگا۔ اس سے کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے جیسے کہ ہمارے مذہب میں صحیح یہی ہے اس لئے کہ یہ صورت فخر و تکبر اور بڑائی کے اظہار سے زیادہ بعید ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے گا)۔

انگوٹھی کے نہ پہننے میں حکمت:

باقی رہا یہ سوال کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھی نہ پہننے میں راز اور حکمت کیا تھی۔ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں (۱) شاید اس میں راز اظہار تواضع وترک الاراءة والکبر ہے کیونکہ انگوٹھی پہننا اور مہر لگانا تکبر وخیلاء کے لئے ناشی ہے (جمع ص ۱۷۱)

مردوں کے لئے سونا چاندی کے استعمال کا حکم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری امت کے لئے نمونہ اور رحمت ہے مردوں

Marfat.com
Marfat.com

کے لئے سونے' چاندی' لوہے اور تانبے کی انگوٹھیاں پہننا' تکبر' غرور' ریا اور رعونت کا باعث ہیں لہذا ان افعال ذمیمہ سے بچنے کے لئے آپؐ نے امت کو ان کے استعمال سے منع فرمایا۔ شرح وقایہ کتاب الکراھیۃ میں ہے کہ "مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے دائیں ہاتھ میں سونا اور بائیں ہاتھ میں حریر (ریشم) لیا اور فرمایا کہ میری امت کے مردوں پر یہ دونوں چیزیں حرام ہیں (ابوداؤد)

انگوٹھی کس دھات سے ہونی چاہئے :

علامہ یوسف نبھانیؒ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے پتھر کی انگوٹھی پہن رکھی تھی ۔ یہ وہ دور تھا جب پتھروں سے بت بنائے جاتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ارشاد فرمایا مالی اجد منک ریح الاصنام (مجھے تو آپ سے بتوں کی بدبو آرہی ہے) اس شخص نے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی کچھ روز بعد پھر آیا اس وقت اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالی اری علیک حلیة اهل النار (میں تو تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں) یہ تو اہل دوزخ کا زیور ہے اس نے اس انگوٹھی کو بھی اتار کر پھینک دیا اور عرض کی یا رسول اللہ ! کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاندی کی مگر ایک مثقال سے زیادہ وزنی نہ ہو (وسائل الوصول الی شمائل الرسول)۔

(۸۶/۳) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ غَيْلَانَ اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدٍ هُوَ الطَّنَافِسِيُّ اَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتِمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ.

ترجمہ ! ہمیں محمود بن غیلان نے بیان کیا ان کے پاس حفص بن عمر بن عبید نے یہ روایت بیان کی جو دریاں بنانے والے تھے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ابوخیثمہ زہیر نے حمید کے حوالے سے بیان کی انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے اخذ

Marfat.com
Marfat.com

کی۔وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس ہی کا تھا۔

راوی حدیث (۲۴۸) حفص بن عمر بن عبید الطنافسیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

فصہ منہ کی تشریح:

قال کان خاتم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من فضۃ فصہ منہ' منہ میں من تبعیض کے لئے ہے اور ضمیر خاتم کی طرف راجع ہے ای فصہ بعض الخاتم بخلاف ما اذا کان حجراً فانہ منفصل عنہ مجاور لہ (جمع ص ۱۷۲) (یعنی اس کا نگینہ اسی انگوٹھی کے جنس ہی کا حصہ تھا (یعنی چاندی کا تھا) بخلاف اس کے کہ اگر کسی پتھر کا ہوتا تو اس صورت میں اس سے جدا ہوتا اور بطور مجاورت کے اس میں رکھا گیا ہوتا) فصہ منہ یعنی اس کا نگینہ بھی اسی کا تھا شیخ عبدالروفؒ فرماتے ہیں ای فصہ من بعضہ لا انہ حجر منفصل عنہ مجاور لہ (مناوی ص ۱۷۲) (یعنی اس کا نگینہ انگوٹھی کا ایک حصہ تھا نہ کہ وہ کوئی پتھر سے تھا کہ پہلے علیحدہ تھا اور اب اس میں رکھا گیا) ابوداؤد کی روایت ہے من فضۃ کلہ یعنی پوری کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی' دونوں روایات میں تطبیق اس سے قبل بھی عرض کردی گئی ہے کہ آپؐ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں ایک حبشی نگینہ والی' اس سے مُہر کا کام لیا جاتا تھا یہ معیقیبؓ کے پاس ہوتی تھی۔ دوسری انگوٹھی صرف چاندی کی تھی جسے آپ کبھی کبھار استعمال فرماتے ہمیشہ نہ پہنتے اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

(۲) نگینہ کا موضع چاندی کا تھا نہ خود نگینہ وقیل معنیٰ کونہ فصہ منہ ان موضع فصہ منہ فلا ینافی کون فصہ حجراً (مرقاۃ بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۷۸) (بعض حضرات اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ نگینہ کے رکھنے کی جگہ اس سے (چاندی) سے تھی (نہ کہ نگینہ) تو اس صورت میں یہ اس کے منافی نہ ہوگا کہ نگینہ کسی پتھر کا ہو)

شیخ عبدالروفؒ نے اپنی شرح میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

Marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم جعل خاتمہ فی یمینہ ثم انہ نظر الیہ وھو یصلی ویدہ علی فخذہ فنزعہ ولم یلبسہ (مناوی ص ۱۷۰) (کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے اپنی انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنی پھر اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک ران پر تھا تو اس کو نکال دیا اور نہیں پہنا)

مختلف روایات میں تطبیق:

انگوٹھی کے بارے میں متعدد اور مختلف روایات منقول ہیں ۔(۱) حلقہ اور نگینہ دونوں چاندی کے نہ تھے (۲) دونوں چاندی کے تھے (۳) ابوداؤد کی روایت خاتم من حدید اور اس پر فضہ کا خول چڑھا ہوا تھا (۴) سونے کی انگوٹھی بھی بنوائی تھی پھر اسے پھینک دیا اور چاندی کی بنوائی۔

صفات استعمال میں بھی اختلاف ہے (۱) دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (۲) بعض روایات میں ہے کہ بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (۳) خلاء کے وقت نکالتے تھے (۴) لا یلبسہ یعنی نہیں پہنتے تھے ۔

(۵) ابوداؤد میں ہے خود نہیں بنوائی بلکہ حضرت عمرؓ سے مستعار لی (۶) حضرت خالدؓ سے لی شارحین تطبیق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔کہ اوائل میں جب ضرورت پیش آئی تو حضراتِ صحابہؓ سے مستعار لی اور جب ضرورت شدیدہ ہوئی تو پیتل اور پھر لوہے سے بنوالی پھر جب اسے اہل نار کا زیور قرار دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے ترک فرمایا اور سونے کی انگوٹھی بنوائی جب مردوں کے لئے سونے کے استعمال کی ممانعت آئی تو آپ ﷺ نے اسے بھی چھوڑ دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔

ایک روایت میں انگوٹھی کی اجمالی تاریخ:

قال دخل عمرو بن سعید بن العاص حین قدم من الحبشۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ھذا الخاتم فی یدک یا عمرو قال ھذہ حلقۃ یا رسول اللہ قال فما نقشھا قال محمد رسول اللہ قال فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کان فی یدہ حتی

Marfat.com
Marfat.com

قبض ثم في يد ابي بكر حتى قبض ثم في يد عمر حتى قبض ثم لبسه عثمان فبينما هو يحفر بئر ا لاهل المدينة يقال لها بئر اريس فبينما هو جالس على شفتها يأمر بحفرها سقط الخاتم في البئر و كان عثمان يكثر اخراج خاتمه من يده و ادخاله فالتمسوه فلم يقدروا عليه فيحتمل ان هذا الخاتم هو الذى كان فصه حبشياً حيث اتى به من الحبشة .

(جمع ص ۱۷۲) (حضرت عمرو بن سعیدؓ جب حبشہ سے آئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا اے عمرو! تیرے ہاتھ میں یہ کیسے انگوٹھی ہے اس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ ایک حلقہ (گول چیز) ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس کا نقش کیا ہے عمروؓ نے عرض کیا کہ ''محمد رسول اللہ'' حضور ﷺ نے ان سے وہ انگوٹھی لے لی اور آپؐ کے پاس ان کی وفات مبارک تک رہی پھر حضرت ابوبکرؓ کے پاس اس کی وفات تک پھر حضرت عمرؓ کے پاس اس کی وفات تک پھر اس کو حضرت عثمانؓ نے پہنا پس اس دوران جبکہ آپؓ مدینہ والوں کے لئے کنواں کھدوا رہے تھے جسے بئر اریس کہا جاتا تھا تو آپؓ کنویں کے کنارے بیٹھے اس کی کھدوائی کا حکم کر رہے تھے کہ اچانک وہی انگوٹھی کنویں میں گر گئی ادھر حضرت عثمانؓ کی عادت تھی کہ انگوٹھی پہنتے اور نکالتے تھے پس اس کو بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ ملی ۔ تو اس انگوٹھی کے متعلق یہ احتمال ہے کہ یہ وہی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا کیونکہ یہ عمرو بن سعید نے حبشہ سے لائی تھی)

بئر اریس مدینہ منورہ اور قبا کے درمیان ایک کنواں ہے بعض روایات میں ہے کہ وہ کنواں خراب ہو گیا تھا حضرت عثمانؓ اس کی مرمت کرا رہے تھے من پر بیٹھے تھے کہ وہ انگوٹھی ان سے کنویں میں گر گئی اور بعض روایات میں ہے کہ ان کے غلام معیقیبؓ سے گر پڑی یہ انگوٹھی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے دور سے چلی آ رہی تھی وہ اس کی حفاظت کرتے تھے اور مہر لگاتے وقت ان سے طلب کر لی جاتی تھی بظاہر صورت یہ پیش آئی ہو گی کہ انگوٹھی معیقیبؓ محافظ کے ہاتھ میں تھی اور وہ بھی کنویں کے کنارے (من) پر بیٹھے تھے ایک اِدھر، ایک اُدھر، ایک دوسرے کو لیتے دیتے گر گئی ہو گی۔

Marfat.com
Marfat.com

(۸۷/۴) حَدَّثَنَا اِسۡحٰقُ بۡنُ مَنۡصُوۡرٍ اَخۡبَرَنَا مُعَاذُ بۡنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیۡ اَبِیۡ عَنۡ قَتَادَةَ عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا اَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَنۡ يَّكۡتُبَ اِلَی الۡعَجَمِ قِيۡلَ لَهٗ اِنَّ الۡعَجَمَ لَا يَقۡبَلُوۡنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَيۡهِ خَاتَمٌ فَاصۡطَنَعَ خَاتَمًا فَكَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلٰی بَيَاضِهٖ فِیۡ كَفِّهٖ.

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن منصور نے بیان کیا۔ ان کو معاذ بن ہشام نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے قتادہ کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے اس حدیث کی سماعت حضرت انس بن مالکؓ (خادمِ رسول) سے کی۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بغیر مہر والے خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی اب گویا میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

امراءِ عجم کو دعوتی خطوط:

قال لما اراد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ...والمراد بالعجم ما عدا العرب فیشمل الروم وغیرھم (مواھب ص۸۷) (یعنی عجم سے مراد عرب کے علاوہ سب ملک مراد ہیں اس لئے روم وغیرہ سب کو شامل ہو گئے) عجمی بادشاہوں کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعوتی) خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا یہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد ہجرت کے چھٹے یا ساتویں سال کا قصہ ہے تو آپؐ نے مختلف سربراہانِ ممالک کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے ملکِ فارس کے حکمران (کسریٰ) کو عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ خط لے کر گئے روم کے حکمران ہرقل یعنی قیصر کے نام حضرت دحیہ کلبی خط لے کر گئے اور حبشہ کے حکمران اصحمۃ یعنی نجاشی کے نام عمرو ابن امیۃ الضمریؓ خط لے کر گئے۔

واول من ارسل الکتب وختمھا سیدنا سلیمان حین ارسل کتابہ الی بلقیس (اتحافات ص ۱۳۴) (پہلا وہ شخص جس نے خطوط مہر شدہ بھیجے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جبکہ اس

Marfat.com
Marfat.com

نے اپنا خط ملکہ بلقیس کو بھیجا)

مہر بنوانے کا مشورہ:

قیل لہ ان العجم لا یقبلون ... یعنی وہ لوگ بغیر مہر کے خطوط دستاویزات کو توجہ واعتماد کی حیثیت نہیں دیتے اور جس خط پر مہر ہو وہ اسے قابل احترام اور لائق توجہ سمجھتے ہیں۔

فاصطنع خاتما فالترکیب علی حد قولھم بنی الامیر المدینة والصانع کان یعلی بن امیة (مواھب ص۸۷) (پس آپ نے انگوٹھی بنوائی تو یہاں فاصطنع خاتماً کی ترکیب اور عبارت عرب کے محاورہ بنی الامیر المدینة جیسے ہوئی (یعنی نسبت الی الآمر کے قبیل سے ہوئی) اور حضور ﷺ کے انگوٹھی بنانے والے یعلی بن امیہ تھے) تو حضور اقدس نے ان کا مشورہ قبول فرمایا ویدل علی حسن استماع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لمشورة اصحابہ وتنفیذھا فوراً فیما یعود علی الاسلام من نفع کبیر او صغیر (اتحافات ص ۱۳۴) (حدیث مذکور اس پر دلالت کر رہی ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے مشورہ کو اچھی طرح سنتے اور اس میں دین اسلام کا تھوڑا بہت نفع بھی ہوتا تو فوراً اس پر عمل کرتے ہوئے نافذ فرما دیتے) اور اپنے نام مبارک کی انگوٹھی بنوائی جس کی سعادت حضرت یعلی بن امیہؓ کے حصہ میں آئی۔ دار قطنی میں ہے کہ یعلی بن امیہؓ نے فرمایا انا صنعت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتما لم یشرکنی فیہ احد نقشت فیہ محمد رسول اللہ (کہ میں نے حضور ﷺ کے لئے انگوٹھی بنائی اس کے بنانے میں میرے ساتھ کوئی شریک نہ تھا اس میں "محمد رسول اللہ" کا نقش میں نے بنایا۔

شیخ عبدالرؤفؒ لکھتے ہیں وفیہ ندب معاشرة الناس بما یحبون وترک ما یکرھون واستیلاف العدو بما لا یضر ولا محذور فیہ شرعاً (مناوی ص ۱۷۴) (اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ان چیزوں میں جو کہ وہ پسند کرتے ہیں اور چھوڑنا ان کی ناپسندیدہ چیزوں کو اور دشمن کے ساتھ نرمی اور محبت کا ایسا برتاؤ جس میں نہ دین کا نقصان اور نہ کوئی خلاف شرع بات ہو مستحب ہے)

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ کا اتقان اور کمال استحضار:

فکانی انظر الی بیاضه فی کفه حضرت انسؓ کے دل ودماغ اور ایقان واستحضار اور خلوص ومحبت کا کیا کہیئے گویا اس وقت بھی وہ سفیدی ان کی نگاہوں میں جلوہ آراء ہے۔

علامہ الیبجوریؒ فرماتے ہیں وفی هذا اشارة الی کمال اتقانه واستحضاره لهذا الخبر حال الحکایة کانه یخبر عن مشاهدة (مواهب ص۸۷) (اور اس میں اشارہ ہے کہ حکایت کرتے وقت بھی وہ خبر اور حدیث اس کو مستحضر اور یاد ہے گویا وہ بالکل مشاہدہ کر کے خبر دے رہا ہے)

اس روایت سے یہ بھی واضح ہے کہ وہ انگوٹھی تمام کی تمام چاندی سے تھی۔

تنبیہ:

هذا الحدیث رواه جمع منهم ابن عدی عن ابن عباس باتم من هذا ولفظه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اراد ان یکتب کتاباً الی الاعاجم یدعوهم الی الله تعالیٰ فقال رجل یا رسول الله! انهم لا یقبلون الا کتاباً مختوماً فامر ان یعمل له خاتم من حدید فجعله فی اصبعه فاتاه جبریل فقال انبذه من اصبعک فنبذه من اصبعه وامر بخاتم آخر یصاغ له فعمل له خاتم من نحاس فجعله فی اصبعه فقال له جبریل انبذه فنبذه وامر بخاتم آخر یصاغ له من ورق فجعله فی اصبعه فاقره جبریل (مناوی ص ۱۷۴) (یہ حدیث ایک بڑی جماعت سے مروی ہے جن میں سے ابن عدیؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے اسے ذرا مفصل بیان کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے عجمی بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا جس میں ان کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا مقصود تھا تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! کہ وہ لوگ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے آپؐ نے لوہے کے انگوٹھی بنانے کا حکم فرمایا پھر اس کو اپنی انگلی مبارک میں پہنا پس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اپنی انگلی سے نکال کر پھینک دے آپؐ نے تعمیلاً وہ پھینک دی اور فرمایا کہ دوسری انگوٹھی تیار کی جائے پھر آپؐ کے لئے تانبے کی انگوٹھی بنائی گئی آپؐ نے ا [illegible] پھر

Marfat.com
Marfat.com

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس کو بھی پھینک دے آپ نے اس کو بھی پھینک دیا اور ایک اور انگوٹھی چاندی کی بنانے کا حکم فرمایا پھر اس کو اپنی انگلی مبارک میں پہنا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسے برقرار رکھا)

(۸۸/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيىٰ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلُ سَطْرٌ وَ اَللّٰهُ سَطْرٌ .

ترجمہ! ہمیں محمد بن یحییٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن عبداللہ انصاری نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے ثمامہ کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے یہ حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے سماعت کی۔وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا اس طرح پر کہ محمد ایک سطر میں تھا رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں۔

راویان حدیث (۲۴۹) محمد بن عبداللہ الانصاریؒ (۲۵۰) ابی یعنی عبداللہ بن المثنیٰؒ اور (۲۵۱) ثمامہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقش مہر ختم نبوت:

قال کان نقش خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ....

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ظاهر رواية البخاری ان محمدا فی السطر الاول ' ورسول فی السطر الثانی ولفظ الجلالة فی السطر الثالث (اتحافات ص ۱۳۵) (بخاری شریف کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''محمد'' پہلی سطر میں اور لفظ ''رسول'' دوسری سطر میں اور لفظ ''اللہ'' تیسری سطر میں) محدث شہیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ مہرِ نبویؐ کی صورت

اللہ
رسول
محمد

کی تھی کہ

Marfat.com
Marfat.com

اللہ کا نام سب سے اوپر تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر الفاظ سے | محمد رسول اللہ | معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۸۹/۶) حَدَّثَنَا نَصْرُبْنُ عَلِيِّ الْجَهْضَمِيُّ اَبُوْعَمْرٍ و اَنْبَأَنَا نُوْحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتِمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهٗ فِضَّةٌ وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰهِ ..

ترجمہ! ہمیں **نصر بن علی** جہضمی ابوعمرو نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس روایت کی خبر نوح بن قیس نے **خالد بن قیس** کے حوالے سے دی انہوں نے یہ حدیث قتادہ سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت **انسؓ سے سنی**۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی **کے پاس تبلیغی** خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ لوگ بدون مہر کے **خطوط کو** قبول نہیں کرتے اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

راویان حدیث (۲۵۲) نصر بن علی الجہضمیؒ (۲۵۳) نوح بن قیسؒ اور (۲۵۴) خالد بن قیسؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کسریٰ' قیصر اور نجاشی کو دعوتی خطوط:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسریٰ وقیصر والنجاشی ....

کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔ کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا **نامہ** عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا کسریٰ نے آپؐ کے **والا نامہ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے** کر دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ جل شانہ اس کے ملک کو

Marfat.com
Marfat.com

ٹکڑے ٹکڑے فرمادے چنانچہ ایسا ہی ہوا شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا۔ وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ خط لکھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جن پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الجنازہ پڑھی یہ اور نجاشی ہیں ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر وحدیث میں مفصل مذکور ہیں۔ گرامی نامہ جات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے حدیثِ بالا میں تین والا نامہ جات کا ذکر ہے جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مکتوب مبارک کسریٰ پرویز کے نام:

ایک والا نامہ کسریٰ کے نام ہے فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا اس کسریٰ کا نام پرویز تھا جو نوشیرواں کا پوتا تھا والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدی و آمن باللّٰہ ورسولہ وشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللّٰہ فانی انا رسول اللّٰہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فان علیک اثم المجوس (زرقانی)

ترجمہ! بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہ' لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ شریف) کی دعوت دیتا ہوں اسلئے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اسلئے بھیجا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ کے ہے) اور تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے (اور کل قیامت میں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم کو علم نہ ہو سکا) تو اسلام لے

Marfat.com
Marfat.com

آ۔تاکہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اَتباعِ مجوس کا بھی وبال تجھ پر ہوگا کہ وہ تیری اقتدار میں گمراہ ہو رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو یہ خط دیکر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اس کے ذریعہ سے کسریٰ تک پہنچادیں چنانچہ اسی ذریعہ سے وہاں تک خط لیکر پہنچے کسریٰ نے یہ والا نامہ پڑھوا کر سنا اور اس کو چاک کردیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو حضورؐ نے اس کے لئے بددعا فرمائی اور اس کے بیٹے شیرویہ نے بری طرح سے اس کو قتل کیا جس کا قصہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

مکتوب مبارک شاہِ روم قیصر کے نام:

دوسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا اس کا نام مؤرخین کے نزدیک ہرقل تھا یہ والا نامہ حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ بھیجا گیا مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور اقدسؐ کے والا نامہ کو نہایت اعزاز واکرام سے رکھا حضورؐ کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی اس والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبداللہ ورسولہ الیٰ ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثما الیریسین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دو ن اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔ (بخاری اعلام السائلین (یا اہل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)

ترجمہ! بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار) ہے سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آ تاکہ سلامتی سے رہو اور حق

Marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ جل شانہ دوہرا اجر تجھ کو عطا فرمائے

(کہ اہل کتاب کے لئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ قرآن پاک میں سورہ حدید کے ختم پر اس کا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رحبان کو بنایا جاتا تھا اور اگر اس کے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہدو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں (ہم تو اپنے مسلک دین اسلام کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تم جانو اور تمہارا کام)

حضرت دحیہؓ جب اس والا نامہ کو لیکر گئے اور قیصر کے سامنے پڑھا گیا تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ اس خط کو مجھے دو۔ چچا یعنی قیصر نے کہا تو کیا کریگا۔ اس نے کہا یہ خط پڑھنے کے قابل نہیں ہے اس میں آپ کے نام سے ابتداء نہیں کی اپنے نام سے کی ہے پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قیصر نے کہا تو بے وقوف ہے یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینک دوں جس کے پاس ناموس اکبر (حضرت جبرائیلؑ) آتے ہوں اگر وہ نبی ہیں تو ان کو ایسے ہی لکھنا چاہئے اس کے بعد حضرت دحیہؓ کو بڑے اعزاز واکرام سے ٹھہرایا قیصر اس وقت سفر میں تھا واپسی پر اس نے اپنے ارکان وامراء سلطنت کو جمع کیا اور جمع کر کے ان سے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر وفلاح ہے اور ہمیشہ کے لئے تمہارے ملک کے بقا کا ذریعہ ہے بے شک یہ نبی ہیں ان کا اتباع کرلو اور ان کی بیعت اختیار کرلو اس نے ایک بند مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرائے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی وہ لوگ اس قدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور وشغب ہو گیا اِدھر اُدھر بھاگنے لگے مگر کواڑ سب بند تھے دیر تک ہنگامہ برپا رہا۔ اس کے بعد اس نے سب کو

Marfat.com
Marfat.com

چُپ کرایا اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعی نبوت پیدا ہوا ہے میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو اب مجھے اس کا اندازہ ہو گیا وہ لوگ اس کے سامنے اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اس کے بعد ان کو شاباشی وغیرہ دیکر رخصت کیا بعض روایات میں ہے کہ اس نے خط کو پڑھ کر چوما سر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا اور پوپ کو طلب کیا اس سے مشورہ کیا اس نے کہا بے شک یہ نبی آخر الزمان ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں قیصر نے کہا مجھے بھی اس کا یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور میری سلطنت جاتی رہے گی۔ (اعلام السائلین)

قیصر روم (ہرقل) کا تجارتی قافلہ سے مکالمہ:

جس وقت یہ والا نامہ سفر کی حالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی مذھبی ضرورت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا اس نے تحقیق حالات کے لئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے۔

یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اقدس ﷺ کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہد نامہ اور صلح نامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کی جائے ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانے میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثنا میں ہرقل کے نام حضور کا والا نامہ بھی پہنچا جس کو دحیہ کلبیؓ لیکر گئے ہرقل کے پاس جب گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اس پر ہماری طلبی ہوئی چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کی ہمراہ اس کے پاس گیا اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعویدار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے میں نے کہا کہ میں سب

Marfat.com
Marfat.com

میں زیادہ قریب ہوں اس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے یہ کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب غور سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوفِ بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعے سے مجھ سے حسب ذیل سوالات کیے۔

ابوسفیان سے سوالات اور ان کے جوابات:

س: یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟ ج۔ ہم میں بڑا اعالی نسب ہے س: ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ کوئی نہیں ہوا۔ س: نبوت کے دعوے سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟ ج۔ کبھی نہیں۔ س: ان کے متبعین قوم کے شرفاء ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟ ج۔ معمولی درجے کے لوگ۔ س: ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جا رہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟ ج۔ بڑھتا جاتا ہے۔ س: ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بددل ہو کر کوئی دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟ ج۔ نہیں۔ س: تمہاری ان کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے یا نہیں؟ ج۔ ہوئی ہے۔ س: جنگ کا پانسا کیسا رہا؟ ج: کبھی وہ غالب ہو جاتے کبھی ہم غالب ہو جاتے س: کبھی انہوں نے بدعہدی کی ہے؟ ج۔ نہیں۔ لیکن آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے نہ معلوم وہ اس کو پورا کریں گے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس ایک کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملا دوں۔ س: ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ ج۔ نہیں۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے پوچھا کہ بدعہدی کا کیوں خوف ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی اس کے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے اس پر ہرقل نے کہا کہ جب تم ابتداء کر چکے ہو تو تم زیادہ بدعہد ہوئے۔

Marfat.com
Marfat.com

ابوسفیان کے جوابات پر ہرقل کا تبصرہ:

اس کے بعد ہرقل نے از سرِ نو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا انبیاء اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانے سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفاء ہیں یا کمزور لوگ۔

تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں ہمیشہ سے انبیاء کا اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں (کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعویٰ سے قبل تم دروغ گوئی کا الزام ان پر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کر دیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر ہی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کر دیا۔ ایمان کی یہی خاصیت ہے جس کی بشاشت دلوں میں گھس جائے میں نے پوچھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔

ایمان کا خاصہ یہی ہے کہ دین کی تکمیل ہو جائے۔ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب۔ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہی کے لئے ہوتا ہے میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا یہی انبیاء کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعویٰ کیا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

بے شک وہ نبی ہیں:

اسکے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا' صدقہ کرنے کا' صلہ رحمی کا' عفت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں ہرقل نے کہا اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان کیے تو وہ بے شک نبی ہیں مجھے تو یہ یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان سے ملنے کی خواہش کرتا (مگر اپنے قتل و سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ ہرقل کے اور بھی بہت سے قصے حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ یہ اپنی کتاب کا بھی ماہر تھا اور نجوم میں بھی مہارت رکھتا تھا اسلئے اس کو پہلے سے اس قسم کے خیالات ہو رہے تھے اور تحقیقات کر رہا تھا بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے اس والا نامہ کو نہایت احتیاط سے صندوق میں سونے کی ایک نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسلٍ اسی طرح اس کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

مکتوب بنام نجاشی:

تیسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے نجاشی کے نام تھا یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہوتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بادشاہ حبشہ میں گزرے ہیں پہلے کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ نے ان کی سلطنت حبشہ میں اس وقت ہجرت کی تھی جب کہ یہ مسلمان بھی نہ ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ ان کے پاس بھی خط بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الی النجاشی ملک الحبشة سلم انت فانی احمد الیک اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللّٰہ و کلمة القاھا الی مریم البتول الطیبة الحصینة

Marfat.com
Marfat.com

فحملت به فخلقه من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده واني ادعوك الى الله وحده لاشريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتومن بالذي جاء ني فاني رسول الله واني ادعوك وجنودك الى الله عزوجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتي والسلام على من اتبع الهدىٰ ۔

ترجمہ! بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ۔ تم صلح پسند ہو میں اس اللہ کی تعریف تمھارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے، نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی ایک روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے پاک وصاف کنواری مریمؑ کیطرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں ۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو (بغیر باپ) کے اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا میں تمہیں اسی وحدہ لاشریک لہ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لیکر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ ۔ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تم کو اور تمھارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا ۔ تم میری نصیحت قبول کرلو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ھدایت کا اتباع کرے ۔

محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اس والا نامہ پر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے بہر حال انہوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اس کا اقرار کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بہ حرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت

Marfat.com
Marfat.com

اقدس میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمتِ اقدس میں نہ پہنچ سکا خود ان نجاشی کا وصال بھی حضورؐ کی حیات ہی میں ہوگیا تھا اور حضورؐ نے غائبانہ ان کی جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی مسئلہ کی بحث ہے جس کی یہ جگہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک ان کی خصوصیت تھی)

دوسرے نجاشی کے نام مکتوب مبارک:

ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی بادشاہ ہوا اس کے پاس بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ ارسال فرمایا جو حسب ذیل ہے۔

هذا كتاب من النبي صلى الله عليه وسلم الى النجاشي عظيم الحبشة سلام على من اتبع الهدىٰ وآمن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له لم يتخذ صاحبة ولا ولداً وان محمداً عبده ورسوله وادعوك بدعاية الله فاني انا رسوله فاسلم تسلم يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون فان ابيت فعليك اثم النصارى.

ترجمہ! یہ خط اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا بڑا سردار ہے سلام اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ذات ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ بیوی ہے اس کے لئے نہ اولاد اور اس کا اقرار کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں اللہ کی پکار یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تجھ کو دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا سلامتی سے رہے گا اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا اگر اس کے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم کہدو کہ تم لوگ گواہ رہو اس کے کہ ہم مسلمان ہیں (بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں) اے نجاشی! اگر تو میری دعوت کے قبول کرنے

Marfat.com
Marfat.com

سے انکاری ہو تو نصاریٰ کا گناہ بھی (بوجہ اس کے کہ وہ تیرے متبع ہیں) تجھ پر ہوگا۔ فقط

اس خط میں غالباً حسب معمول بسم اللہ بھی ہوگی مگر میں نے جہاں سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے ان نجاشی کے متعلق یہ محقق نہ ہو سکا کہ یہ اسلام لائے یا نہیں ان کا کیا نام تھا اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا میں تیسرا خط جو نجاشی کے نام ہے وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جن کے جنازہ کی نماز حضورؐ نے پڑھی اور یہی صحیح ہے اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔ (خصائل)

(۹۰/۷) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَأَنَا سَعِيْدُبْنُ عَامِرٍ وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ.

ترجمہ! ہمیں اسحٰق بن منصور نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سعید بن عامر اور حجاج بن منہال نے خبر دی انہوں نے یہ روایت ہمام سے اور انہوں نے ابن جریج سے نقل کی۔ وہ یہ روایت زہری سے اور وہ صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لے جاتے۔

راویان حدیث (۲۵۵) سعید بن عامرؒ (۲۵۶) حجاج بن منہالؒ اور (۲۵۷) ابن جریجؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی پہنے ہوئے بیت الخلاء جانے کا حکم:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل الخلاء ... الخلاء قضاء حاجت کی جگہ کو کہتے ہیں الخلاء فی الاصل المحل الخالی ثم استعمل فی المحل المعد لقضاء الحاجة (مناوی ص۱۷۷) (خلاء اصل میں خالی جگہ کو کہتے ہیں پھر عرف میں قضاء حاجت (بول

Marfat.com
Marfat.com

وبراز) کی جگہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے) آپ کی انگوٹھی کی مہر مبارک میں کندہ الفاظ متبرک تھے وہ اسم معظم بلکہ جملة من القرآن پر مشتمل تھے اسلیئے ان کا بیت الخلاء میں ساتھ لے جانا ناپسندیدہ تھا نام معظم کی حرمت' احترام' ادب اور عظمت کی وجہ سے انگوٹھی کو جانے سے پہلے اتار لیتے تھے اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ ایسی انگوٹھی جس میں متبرک نام ہو بیت الخلاء لے جانا مکروہ ہے۔

بعض نے مکروہ تنزیہی اور بعض نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

(۹۱/۸) حَدَّثَنَا اِسۡحٰقُ بۡنُ مَنۡصُوۡرٍ اَخۡبَرَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ نُمَيۡرٍ اَخۡبَرَنَا عُبَيۡدُ اللّٰهِ بۡنُ عُمَرَ عَنۡ نَّافِعٍ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ قَالَ اِتَّخَذَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنۡ وَّرِقٍ فَكَانَ فِيۡ يَدِهٖ ثُمَّ كَانَ فِيۡ يَدِ اَبِيۡ بَكۡرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِيۡ يَدِ عُثۡمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ حَتّٰى وَقَعَ فِيۡ بِئۡرِ اَرِيۡسٍ نَقۡشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ..

ترجمہ! ہمیں یہ روایت اسحٰق بن منصور نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبداللہ بن نمیر نے خبر دی۔ ان کو عبیداللہ بن عمر نے حدیث کی خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت نافع سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضور کے دستِ مبارک میں رہی' پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہاتھ میں رہی' پھر حضرت عمرؓ کے' پھر حضرت عثمانؓ کے۔ پھر ان ہی کے زمانے میں بئر اریس میں گر گئی تھی اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

راوی حدیث (۲۵۸) عبداللہ بن نمیرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاتم نبوی' خلفاء کے پاس:

اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من ورق فکان فی یدہ ... یہ انگوٹھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی اس کے دو معنی محتمل ہیں ۔ (۱) آپ ہاتھ میں

Marfat.com
Marfat.com

پہنتے تھے کما ذکرہ المناوی ای فی خنصر یدہ الیمنی فھو من باب اطلاق الکل وارادۃ الجزء (مناوی ص ۱۷۸) وکما یدل علیہ الحدیث السابق کان اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ (جیسے مناویؒ نے ذکر کیا ہے یعنی دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں تو اس صورت میں یہ از باب اطلاق الکل وارادۃ الجزء کے قبیل سے ہوگا یعنی ذکر کل کا اور اس سے مراد جز ہے یعنی یہاں ذکر ہاتھ کا ہے اور مراد انگلی ہے اور جیسے کہ اس پر پہلی خدیث بھی دال ہے کہ جب آپؐ بیت الخلاء جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال لیتے تھے)

(۲) یا وہ آپؐ کے قبضہ تصرف میں تھی حسبِ ضرورت اس سے مہر لگالیا کرتے تھے اگلے باب کی روایت کے مطابق وہ آپ کے بدری صحابی حضرت معیقیبؓ کی تحویل میں رہتی تھی اور آپؐ نے ان کو اس کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت (تقریباً دو سال تین ماہ) میں ان کے تصرف میں رہی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت (دس سال چھ ماہ) میں ان کے زیر استعمال رہی۔

پھر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت (بارہ سال) میں چھ سال تک ان کے قبضہ وتصرف میں رہی وثم ھنا للتراخی فی الرتبۃ (مواہب ص ۹۰) (ثم یہاں تراخی رتبی کے لئے ہے) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تینوں خلفاء کرام اس خاتم مبارک سے مہر کا کام لیتے تھے اور تبرک کا بھی ای للختم بہ وللتبرک (مہر اور تبرک کے لئے) امام نوویؒ اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں وفی الحدیث التبرک بآثار الصالحین ولبس ملابسھم والتیمن بھا (مناوی ص ۱۷۸) (اور حدیث شریف سے تبرک بہ آثار صالحین حاصل کرنا اور ان کے ملابس (انگوٹھی کپڑے وغیرہ) پہننا اور ان سے برکت حاصل کرنا معلوم ہو رہا ہے)

انگوٹھی کا بئر اریس میں گرنے کا واقعہ:

حتی وقع فی بئر اریس یہاں تک کہ وہ اریس کے کنویں میں گرگئی مسجد قباء کے قریب اریس کا کنواں ہے ۔ ھو بستان معروف والبئر قریبۃ من مسجد قباء وکان سیدنا عثمان

Marfat.com
Marfat.com

جالساً علیھا (اتحافات ص ۱۳۷) (یہ ایک مشہور کنواں مسجد قباء کے قریب ہے حضرت عثمانؓ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے) ونسب الی رجل مِن الیھود اسمه اریس (مواھب ص ۹۰) (اور یہ کنواں یہودیوں میں سے ایک شخص جس کا نام اریس تھا کو منسوب ہے) حضرت عثمانؓ نے مسلسل تین روز تک اس سے پانی نکلوایا اور بالکل تہہ تک صاف کروایا مگر انگوٹھی نہ ملی

شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں۔ وفی وقوعه اشارة الی ان امر الخلافة کان منوطا به فقد تواصلت الفتن وتفرقت الکلمة وحصل الھرج ولذالک قال بعضھم کان فی خاتمه صلی اللّٰہ علیه وسلم مافی خاتم سلیمان مِن الاسرار لان خاتم سلیمان لما فقد ذھب ملکه وخاتمه صلی اللّٰہ علیه وسلم لما فقد مِن عثمان انتقض علیه الامر وحصلت الفتن التی افضت الی قتله واتصلت الی اٰخر الزمان (مواھب ص ۹۰) (حضرت عثمانؓ سے انگوٹھی گر جانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت (محفوظہ) اس کے سہارے معلق تھی پس اس کے بعد پے در پے فتنے اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی شروع ہوئی اور خرابی وفسادات پیدا ہوتے گئے اس لئے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی اس انگوٹھی میں وہی اسرار ورموز تھے جو حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی میں تھے اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی جب گم ہوئی تو اس کی بادشاہی ختم ہوگئی اور جب حضور ﷺ کی انگوٹھی حضرت عثمانؓ سے گم ہوئی تو اس کی خلافت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگی اور ایسے فتنے وفساد شروع ہوئے جن کی نوبت آپؓ کی شہادت تک پہنچی اور پھر آخر تک یہ سلسلہ رہا)

قال جلال الدین السیوطیؒ و لعل سقوط الخاتم مِن ید عثمان ھو سبب مالاقاہ عثمان مِن فتنة وبلاء واللّٰہ اعلم (اتحافات ص ۱۳۷) (امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاید حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے انگوٹھی کا گرنا یہی سبب بنا ان فتنوں اور مصیبتوں کا جو آپؓ کو پہنچیں)

دنیا میں اشیاء کی تاثیر خواص کے اعتبار سے ہے اہل السنّت والجماعت کا یہی

Marfat.com
Marfat.com

عقیدہ ہے کہ عادت یوں ہی جاری ہے لازم وملزوم کوئی چیز نہیں ورنہ آگ حضرت ابراھیمؑ کوجلا دیتی، چھری اسماعیلؑ کو ذبح کر دیتی ایسے اسی خاتم نبوی کا خاصہ غلبہء امن وسلامتی تھا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا خاصہ ''سلطنت'' تھا انگوٹھی کے گرنے پر یہی مقدر بعلم اللہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے دور سے شرور وفتن شروع ہوں گے اسلئے انگوٹھی کو ضائع کروادیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

==========================

Marfat.com
Marfat.com

باب ما جاء فی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہٖ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے

گذشتہ باب میں مہر نبوی کی حقیقت اور نقش مہر نبوت کا بیان تھا اس باب میں مہر نبوت کے استعمال کا بیان ہے ومن هذا الباب بیان کیفیة لبسه (مواهب ص ۹۰) (اور اس باب میں حضور ﷺ کے (انگوٹھی) پہننے کی کیفیت کا بیان ہے)

تختم فی الیمین افضل ہے:

تختم: لبس الخاتم کو کہتے ہیں اس ترجمۃ الباب کے انعقاد سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کے نزدیک تختم فی یمینه کی روایات تختم فی الیسار سے راجح ہیں بل قال فی جامعه روی عن انس ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم تختم فی یساره وهو لا یصح مواهب ص ۹۰) (بلکہ مصنفؒ نے اپنی تصنیف جامع ترمذی میں حضرت انسؓ کی اس روایت کے متعلق کہ حضور ﷺ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے کہا کہ یہ غیر صحیح ہے) تاہم جمہور محدثین کے نزدیک تختم فی الیسار کی روایات بھی ساقط الاعتبار نہیں ہیں کہ وہ نا قابل احتجاج ہوں۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ ابتداء میں تختم بالیمین کرتے تھے اواخر میں تختم بالیسار ہو گیا اس کا شاہد انہوں نے ایک حدیث پیش کی۔ کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یتختم فی یمینه ثم حول الی یساره آخر الامرین (کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے پھر آخر میں ہاتھ کو تبدیل کر دیا) گویا تختم بالیسار ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

امام نوویؒ فرماتے ہیں فقہاء کرامؒ کا دونوں صورتوں کے جواز پر اجماع ہے اختلاف صرف اولویّت اور افضلیت میں ہے باقی رہا یہ سوال کہ جب آپؐ ہمیشہ تیامن کو پسند فرماتے تھے تو انگوٹھی پہننے میں یسار کو کیوں اختیار کیا گیا تو وجہ اس کی یہ ہوسکتی ہے کہ تزیّن مقصود نہیں ہونا چاہئے یمین میں تو تزیّن کے لئے پہنا جاتا ہے اسلئے آپ نے تختم بالیمین کو ترک فرمایا اور تختم بالیسار کرنے لگے تزیّن سے احتراز کی خاطر نگینہ کو بھی تو اندر کی طرف رکھتے تھے۔

شعارِ روافض ہونے کی توجیہ کی تردید:

درمختار میں قہستانیؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار ہوگیا تھا اسلئے علماء نے کہا کہ اس سے احتراز واجب ہے اور فساق کی تشبیہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں یہ توجیہ قابل اعتناء نہیں وکونہ صار شعار الروافض لا اصل له (مواھب ص ۹۱) (اور یہ کہہ دینا کہ (دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا) روافض کا شعار ہوگیا تھا اس قول کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے)

باب میں نو احادیث ہیں ای باب بیان اخبار الواردة فی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس الخاتم فی یمینه (مواھب ص ۹۰) (یعنی یہ باب ان احادیث کے متعلق ہے جن میں حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا بیان ہے) خلاصہ یہ کہ اس باب میں توسّع ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دائیں ہاتھ میں اور کبھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے۔ وکان التختم فی الخنصر فی الحالتین (اتحافات ص ۱۳۸) (اور حضور ﷺ کا انگوٹھی پہننا دونوں حالتوں (چاہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں میں) چھنگلی میں ہوتا)

(۹۲/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَسْكَرِ الْبَغْدَادِيُّ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا اَخْبَرَنَا يَحْيىٰ بْنُ حَسَّانَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ

Marfat.com
Marfat.com

اَبِیْ نَمِرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ خَاتَمَهٗ فِیْ یَمِیْنِهٖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ شَرِیْکِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ نَمِرٍ نَحْوَهٗ.

ترجمہ! ہمیں محمد بن سہیل بن عسکر بغدادی اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ۔وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو یحیٰی بن حسان نے اس روایت کی خبر دی ۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن بلال نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے حوالے سے اس حدیث کی خبر دی۔انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن عبداللہ بن حنین سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اخذ کی ۔وہ یہ روایت حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

راویان حدیث (۲۵۹) محمد بن سہل البغدادیؒ (۲۶۰) یحیٰی بن حسانؒ (۲۶۱) سلیمان بن بلالؒ (۲۶۲) شریک بن عبداللہؒ (۲۶۳) ابراہیم بن عبداللہؒ (۲۶۴) عن ابیہ اور (۲۶۵) احمد بن صالحؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک:

کان یلبس خاتمه فی یمینه حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے کیونکہ انگوٹھی پہننا نوعِ تکریم سے ہے لہذا دایاں ہاتھ اس کے لئے بہتر اور زیادہ مستحق ہے لان التختم فیه نوع تشریف وزینة والیمین بهما اولیٰ (مناوی ص ۱۸۶) اس لئے کہ انگوٹھی پہننے میں ایک قسم کی شرافت اور زینت ہے اور دایاں ہاتھ ان دونوں باتوں کے ساتھ زیادہ مناسب ہے) مصنفؒ نے امام بخاری سے نقل کیا ہے ان التختم فی الیمین اصح شئی فی هذا الباب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (مواهب ص ۹۱) (کہ بے شک نبی کریم ﷺ سے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اس باب میں زیادہ اصح صورت ہے) اور ظاہر ہے کہ تختم فی الیمین اصح ہے فلاوجه للعدول عن ترجیح

Marfat.com
Marfat.com

افضلیته (مواهب ص ٩١) (اس کو (دائیں ہاتھ میں پہننے) کی افضلیت کے راجح ہونے میں کوئی وجہ عدول کی نہیں)۔

باقی رہا روایات کا اختلاف تو ان میں تطبیق اس سے قبل بھی عرض کردی گئی ہے کہ (۱) دونوں قسم کے روایات (روایات یمین وروایات یسار) کا تعلق مختلف احوال وحالات سے ہے (۲) یا آپ کی دوانگوٹھیاں تھیں جیسا کہ مافصه حبشی (جس کا نگینہ حبشی تھا) اور وما فصه منه (جس کا نگینہ اسی (حلقہ) کے جنس سے تھا) کے درمیان تطبیق کی گئی ہے۔

مذہب مختار اور حافظ عراقی کے اشعار:

ملا علی قاریؒ دائیں ہاتھ میں پہننے کی افضلیت کے قائل ہیں لکھتے ہیں وهو مذهبنا المختار لما تقدم مِن الآثار فعليه الجمهور مِن العلماء الابرار (جمع ص ١٨٦) (اور یہی ہمارا پسندیدہ مذہب ہے بوجہ ان احادیث کے جو گذر چکی ہیں اس پر ہی جمہور علماء ابرار ہیں)

وقد احسن الحافظ العراقی حيث نظم ذلک فقال

يلبسه كما روى البخاری	فی خنصر اليمينِ اويسار
كلاهما فی مسلم ويجمع	بان ذا فی حالتين يقع
او خاتمين كل ذلک بيد	كما بفص حبشیّ قد ورد

(مناوی ص ١٨٦)

(علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ حافظ عراقیؒ نے بہت اچھا کیا کہ اس کو منظوم کر کے پیش کیا فرماتے ہیں، حضور علیہ السلام انگوٹھی پہنتے تھے جیسے کہ بخاریؒ نے روایت کی ہے دائیں بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں، دونوں روایتیں مسلم شریف میں ہیں اور ان کی تطبیق یہ ہے کہ (دائیں اور بائیں چھنگلی میں پہننا) دو حالتوں میں واقع ہوئی ہیں یا پھر انگوٹھیوں کو ہر ایک ہاتھ میں پہنا ہے جیسے کہ روایت فص حبشی وارد ہوئی ہے۔ علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ مردوں کے لئے درمیانی انگلی اور سبابہ میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور خنصر میں پہننا سنت ہے جبکہ خواتین کے لئے تمام انگلیوں میں بلا کراہت پہننا جائز ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسری سند سے روایت:

حدثنا محمد بن یحییٰ ... اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے دو اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے پہلی سند محمد بن سہل سے شروع ہو کر حضرت علیؓ پر ختم ہوئی ہے دوسری سند محمد بن یحییٰ سے شروع ہو کر عبداللہ بن ابی نمر تک پہنچتی ہے چونکہ دونوں روایات کا مضمون یکساں ہے اسلئے مصنف علامؒ نے دوسری سند کے ساتھ مضمون حدیث نقل نہیں کیا۔

(۹۳/۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مَنِیْعٍ اَخْبَرَنَا یَزِیْدُبْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ اَبِیْ رَافِعٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ رَاَیْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ۔

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یزید بن ھارون نے حماد بن سلمة کے حوالے سے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی رافع کو دیکھا کہ وہ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے پس میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفرؓ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور وہ یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

راوی حدیث (۲۶۶) ابورافعؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگوٹھی دائیں ہاتھ کی خنصر انگلی میں پہننا سنت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتختم فی یمینہ ... اس حدیث کے لانے سے امام ترمذیؒ کی یہی غرض ہے کہ آپؐ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے تاہم ان احادیث سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپؐ دائیں ہاتھ کی کونسی انگلی میں پہنا کرتے ہیں۔
شیخ البیجوریؒ فرماتے ہیں لم یبین فی ھذہ الاحادیث فی ای الاصابع وضعہ فیھا لکن الذی فی الصحیحین تعیین الخنصر فالسنة جعلہ فی الخنصر فقط وحکمتہ انہ ابعد عن

Marfat.com
Marfat.com

الامتحان فیما یتعاطاہ الانسان بالید وانہ لا یشغل الید عما تزاولہ مِن الاعمال بخلاف مالو کان فی غیر الخنصر

(مواہب ص ۹۱ .. ومناوی ص ۱۸۷) (کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آپؐ نے انگوٹھی کو انگلیوں میں سے کونسی انگلی میں پہنا لیکن جو صحیحین میں مذکور ہے اس سے خنصر (چھنگلی) ہی کی تعیین ہوتی ہے۔ پس سنت یہی ہے کہ اس کو صرف چھنگلی میں پہنا جائے اور اس کی حکمت وغرض یہی کہ یہ انگلی ان معاملات میں جو انسان ہاتھوں کے ساتھ کرتا ہے دور رہے گی اور ایسی صورت میں وہ ہاتھ کے کام کرنے میں رکاوٹ بھی نہ ہوگی بخلاف اس وقت کہ جب انگوٹھی خنصر کے علاوہ دوسرے انگلیوں میں ہو۔

....

(۹۴/۳) حَدَّثَنَا مُوْسیٰ بْنُ یَحْییٰ اَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ اَنْبَأَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَقِیْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِہٖ.

ترجمہ! ہمیں موسیٰ بن یحییٰ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبداللہ بن نمیر نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابراھیم بن فضل نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کے واسطہ سے اس روایت کی خبر دی اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

راوی حدیث (۲۶۷) ابراہیم بن الفضلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ' زاد فی روایۃ ویقول الیمین احق بالزینۃ من الشمال (مواہب ص ۹۲) (کہ بے شک نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور ایک روایت میں یہ زیادتی ہے کہ آپؐ فرماتے کہ دایاں زینت کے ساتھ زیادہ حقدار (مناسب) ہے بہ نسبت بائیں کے) ونقل المصنف فی الجامع عن البخاری انہ قال اصح شی ورد فی ھذا الباب ای التختم بالیمین (جمع ص ۱۸۷) (اور

Marfat.com
Marfat.com

مصنفؒ نے جامع ترمذی میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس باب میں واردشدہ احادیث میں سب سے زیادہ اصح وہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ہے)

اسلئے حافظ ابن حجرؒ جوفن حدیث کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا وہ یہ کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزون ہے اور اگر مہر لگانے کے ارادہ سے پہنے تو بایاں ہاتھ موزون ہے کہ بائیں ہاتھ سے اس کو نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہے اور احادیث میں دونوں ہاتھوں میں پہننا وارد ہے۔

(۹۵/۴) حَدَّثَنَا اَبُوالْخَطَّابِ زِيَادُبْنُ يَحْيىٰ اَخبرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْن عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِه.

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن میمون نے خبر دی انہوں نے یہ روایت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی وہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۲۶۸) ابوالخطابؒ (۲۶۹) عبداللہ بن میمونؒ (۲۷۰) جعفر بن محمدؒ اور (۲۷۱) عن ابیہ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ ... مضمون حدیث تو وہی ہے جو اس سے قبل روایات میں آ گیا ہے سید اصیل الدین فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن حجر عسقلانی نے کہ کہ اس روایت کی اسناد میں لین ہے میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ راوی عبداللہ بن میمون متکلم فیہ ہے امام بخاری نے انہیں ذاھب الحدیث ابوزرعہ نے واھی الحدیث ' خود مصنف نے منکر الحدیث' ابوحاتم نے متروک قرار دیا ہے ابن حبان نے کہا لا یجوز الاحتجاج بہ (جمع ص ۱۸۷) مگر اس حدیث کے کثرت سے شواہد ہیں جن کی وجہ سے یہ قوی ہو جاتی ہے لہذا وخرجت عن نکارتہ (یہ روایت بوجہ شواہد کثیرہ کے منکر ہونے

Marfat.com
Marfat.com

سے نکل گئی) (جمع ص ۱۸۷)

....

(۹۶/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهِ وَلَا إِخَالُهُ إِلَّا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهِ۔

ترجمہ! امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن حمید رازی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ روایت جریر نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے نقل کی۔ انہوں نے یہ روایت صلت بن عبداللہ سے اخذ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔

راوی حدیث (۲۷۲) الصلت بن عبداللہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال کان ابن عباسؓ ... صلت بن عبداللہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے ظاہر ہے کہ صلت کی ملاقات حضرت ابن عباسؓ سے ہوئی ہوگی تب دیکھا ہوگا لہذا صلت تابعین کے مقام پر فائز ہیں۔

ابن عباسؓ کا معمول:

ولا اخالہ ... اخال ہمزہ کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے مگر کسرہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے اور افصح ہے ظاهر السّياق ان قائل ذلك هو الصلت ويحتمل ان يكون لواحد ممن قبله ولم توجد هذه الجملة فى بعض الاصول (جمع ص ۱۸۸) (کس سیاق کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا یعنی (لا اخالہ قال) کا قائل صلت بن عبداللہ ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ جو اس سے قبل راوی مذکور ہیں ان میں سے کسی کا قول ہو اور یہ جملہ بعض اصول میں نہیں پایا گیا) ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا عمل، حضرت محمدؐ کے عمل کے مطابق تھا چونکہ آپؐ کا معمول دائیں ہاتھ کا تھا اسلئے حضرت ابن عباسؓ بھی

Marfat.com
Marfat.com

اتباع سنت میں دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں واخرجه ابوداؤد مِن الوجه عن محمد ابن اسحق قال رأيت على الصلت بن عبدالله خاتما في خنصره اليمنى فقال رأيت ابن عباس ذكره عن النبي صلى الله عليه وسلم (جمع ص۱۸۸) (اور ابوداؤد نے دوسری سند کے طریق سے محمد بن اسحٰق سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے صلت بن عبداللہ کی دائیں چھنگلی میں انگوٹھی دیکھی تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ اس حالت کو (یعنی دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہننا) حضور ﷺ سے نقل کرتے تھے)

(۶/۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسیٰ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِیْ كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَنَهٰى اَنْ يَّنْقُشَ اَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ الَّذِیْ سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيْبٍ فِیْ بِئْرِ اَرِيْسَ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ روایت ہم کو سفیان نے ایوب بن موسیٰ اور انہوں نے نافع کے واسطہ سے بیان کی انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن عمرؓ سے سنی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب میں رہتا تھا اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا اور لوگوں کو منع فرمایا دیا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ نہ کرائے یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیب سے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بئر اریس میں گر گئی تھی۔

راویان حدیث (۲۷۳) ابن ابی عمرؒ اور (۲۷۴) ایوب بن موسیٰؒ کے حالات ''تذکرہ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک تعارض میں تطبیق:

اتخذ خاتما من فضة الخ وفي رواية اتخذ خاتما من فضة روایت باب کے الفاظ ہیں وجعل فصه مما يلي كفه' وفي رواية لمسلم ممايلي باطن كفه یعنی ہتھیلی کی پیٹ کی طرف رکھا ہوا

Marfat.com
Marfat.com

تھا وھی تفسیر للاولیٰ (مواھب ص ۹۲) (کہ حضور ﷺ نے اس کے نگینے کو ہتھیلی کی جانب رکھا اور مسلم کی روایت میں مما یلی باطن کفه ۔۔۔اور یہی پہلے معنیٰ کی وضاحت ہے) ابوداؤد کی ایک روایت سے ہاتھ کی پشت کی طرف نگینہ کا ہونا ظاہر ہوتا ہے مِن روایة الصلت بن عبداللہ قال رایت ابن عباس یلبس خاتمه هکذا وجعل فصه علی ظهرها (مواھب ص ۹۲) (اور صلت بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ اپنی انگوٹھی اس طرح پہنتے تھے اور اس نے اس کے نگینہ کو ہاتھ کی پشت پر کیا ہوا تھا)

دونوں روایات میں محدثین کرامؒ نے توفیق وتطبیق کی ہے علامہ البیجوریؒ تحریر فرماتے ہیں کبھی تو ہتھیلی کی طرف اور کبھی ہاتھ کی پشت کی طرف انگوٹھی کا نگینہ ہوتا وقد یجمع بما قاله الزین العراقی مِن انه وقع مرة هکذا ومرة هکذا (مواھب ص ۹۳) (اور ان کی تطبیق کی صورت وہ ہو سکتی ہے جو علامہ زین العراقیؒ نے کہا کہ کبھی ایسے واقع ہوا (یعنی ہتھیلی کی جانب نگینہ تھا) اور کبھی ویسے ہوا کرتا کہ (پشت کی جانب نگینہ ہوتا)

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں ہتھیلی کی طرف اس کے ہونے کی روایت اصح ہے اور افضل ہے امام نوویؒ اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں بانه ابعد عن الزهو والعجب (مواھب ص ۹۲) (کہ یہ حالت اور صورت فخر ورِیاء اور عجب سے زیادہ بعید ہوتی ہے)

مرد وخواتین کے لئے انگوٹھی استعمال کرنے کا سنت طریقہ:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی (چھنگلی) میں پہننا سنت ہے اور اس کے سنت ہونے پر سب کا اجماع ہے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ انگوٹھی سب سے چھوٹی انگلی میں ہونی چاہئے اور نگینہ مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ اس کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔

مہرِ نبوت کا استعمال دوسروں کے لئے ممنوع قرار دیا:

ونهی ان ینقش احد علیه ... ذوق اتباع اور شوق اطاعت اور کمال عشق ومحبت میں ایسا نہ ہو کہ سب انگوٹھیاں بنا کر مہر نبوت اس میں کندہ کر کے مہریں لگاتے پھریں کہ اصل مہر خلط

Marfat.com
Marfat.com

ملط اور مشکوک ہو جائے ۔ والحکمة فی النھی عن ذلک انه لو نقش غیرہ مثله لادی الی الالتباس والفساد (مواھب ص ۹۳) (اور اس سے (انگوٹھی کی مہر میں محمد رسول اللہ کندہ کرانے) منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر آپ کے علاوہ باقی لوگ بھی انگوٹھی میں محمد رسول اللہ کندہ کروانا شروع کر دیں تو پھر التباس (خلط ملط) اور فساد پر منتج ہوتا)

بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خاتما من فضة ونقش فیه محمد رسول اللہ وقال انی اتخذت خاتما من ورق ونقشت فیه محمد رسول اللہ فلا ینقش احد علی نقشه (مواھب ص ۹۳) (کہ نبی علیہ السلام نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' کندہ فرمایا کہ میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ بھی کندہ کروائے ہیں اس لئے کوئی شخص بھی (اس جیسے الفاظ) انگوٹھی پر کندہ نہ کروائے) اور بعض روایات میں جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت معاذؓ کو مہر نبوت کے الفاظ اپنی انگوٹھی میں کندہ کرنے کی اجازت دیدی تھی وھو غیر ثابت وبفرض ثبوته فھو قبل النھی وان النھی خاص بحیاته صلی اللہ علیه وسلم (مواھب ص ۹۳) (یہ بات ثابت نہیں اور بالفرض اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تو وہ (حضرت معاذ کو اجازت) آپ کے منع کرنے سے پہلے کی بات ہے اور یہ نہی حضور ﷺ کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھی)

وھو الذی سقط ... اس کی بحث تفصیل سے گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے تاہم اتنی بات یاد رہے کہ انگوٹھی کس سے گری اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض میں ہے کہ حضرت عثمانؓ سے گری اور بعض مین ہے کہ حضرت معیقیبؓ سے گری محدثین تطبیق فرماتے ہیں کہ بئر اریس کے من پر بیٹھے وہ حضرت عثمانؓ کو انگوٹھی دے رہے تھے یا ان سے لے رہے تھے کہ انگوٹھی پھسل گئی اور کنویں میں گر گئی۔

(۹۸/۷) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یَتَخَتَّمَانِ فِیْ یَسَارِهِمَا .

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا۔وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے حاتم بن اسمٰعیل نے خبر دی انہوں نے جعفر بن محمد سے یہ روایت نقل کی جنہوں نے یہ حدیث اپنے باپ سے امام باقرؒ سے سنی۔وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حدیث باب اور ترجمۃ الباب:

کان الحسن والحسین رضی اللہ عنہما یتختمان فی یسارھما یعنی حضرات حسنینؓ انگوٹھیاں بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے' بظاہر یہ حدیث ترجمۃ الباب کے خلاف ہے شارحینِ حدیث نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) ترجمۃ الباب کے خلاف روایت کے اندراج سے اس روایت کے ضعف اور اس سے استدلال کرنے والوں کے مسلک ضعیف کو اشارہ ہے۔

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کے لئے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں (خصائل)

(۳) ترجمۃ الباب میں حضرات محدثین کے طریقہ کے مطابق کلمہ ام فی یسارہ محذوف ہے اگر اسی توجیہ کو تسلیم کرلیا جائے تو کوئی روایت بھی ترجمۃ الباب کے خلاف نہ ہوگی۔

(۹۹/۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی وَھُوَابْنُ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا عَبَّادُبْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عُرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَمِیْنِہٖ .

قَالَ اَبُوْعِیْسٰی ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُہٗ مِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عُرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَ ھٰذَا اِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ وَرَوٰی بَعْضُ اَصْحَابِ قَتَادَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَسَارِہٖ

Marfat.com
Marfat.com

وَهُوَ حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ اَيْضًا ..

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر محمد بن عیسیٰ طباع نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ روایت عباد بن عوام نے سعید بن ابی عروبۃ کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت قتادہ سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت انسؓ ہی سے یہ بھی بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

راویان حدیث (۲۷۵) محمد بن عیسیٰؒ (۲۷۶) عباد بن عوامؒ اور (۲۷۷) سعید بن عروبہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام ترمذیؒ کی تحقیق:

قال ابو عیسیٰ! امام ترمذیؒ اپنی تحقیق سے محدثین اور فقہاء اور طلباء حدیث کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

مضمون حدیث تو ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے یہاں پر امام ترمذیؒ اپنی تحقیق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں حضرات محدثین اسناد حدیث کے ساتھ ساتھ متن حدیث کے بھی ہر ہر لفظ پر نظر رکھتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کونسا مضمون مطلوبہ معیار سے کمزور ہے اگرچہ بائیں ہاتھ کی احادیث بھی مسلم وابوداؤد وغیرہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ امام نوویؒ دونوں قسم کی روایات (یمین ویسار) کو صحیح بتاتے ہیں مگر باوجودیکہ متنِ حدیث صحیح ہے مگر خاص اصول اور قواعدِ تحقیق کے وہ معیار پر پورا نہیں ہوتیں تو پھر اسی خاص اصول اور طریقہ حدیث پر محدثینؒ کلام کرتے ہیں چنانچہ قال ابوعیسیٰ سے امام ترمذیؒ نے بھی کلام کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱۰۰/۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِيْ يَمِيْنِهٖ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَا اَلْبَسُهُ اَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَهُمْ۔

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ہمارے استاذ محمد بن عبید اللہ المحاربی نے بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کی انہوں نے یہ روایت موسیٰ بن عقبہ سے اور انہوں نے نافع سے اخذ کی۔

وہ یہ حدیث صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنائی جس کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے صحابہؓ نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منسوخ ہونے کے بعد وہ انگوٹھی پھینک دی اور یہ فرمایا کہ میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔

راویان حدیث (۲۷۸) محمد بن عبید المحاربیؒ اور (۲۷۹) عبدالعزیز بن ابی حازمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مردوں کے لئے سونے کے استعمال کی حرمت پر اجماع:

مضمون حدیث ترجمہ میں واضح ہے اور اس سے قبل بھی مضمون حدیث ذکر ہوتا رہا حضورؐ بھی اور آپؐ کی اتباع میں صحابہ کرامؓ بھی سونے کی انگوٹھیاں پہننے لگے ایک روز آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ مردوں کے لئے وحی کے ذریعہ سونے کی حرمت کا اعلان آ گیا تو آپؐ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور اعلان فرمایا لا البسه ابدا (میں اس کو کبھی بھی نہیں پہنوں گا) تو دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی بنی ہوئی انگوٹھیاں اتار پھینکیں اور کمال اتباع کا ثبوت دیا ایک دوسری صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایک ہاتھ میں سونا لیا اور ایک ہاتھ میں ریشم لیا اور ارشاد فرمایا هذان حرامان علی ذکور امتی ای حل لاناثها یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور میری امت کی عورتوں پر حلال ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں حکی النوویؒ الاجماع علی تحریمه (اتحافات) (امام نوویؒ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے) سونے کے (مردوں کے لئے حرام ہونے پر) اجماع ہے فتحریم التختم بالذهب مجمع علیه الآن فی حق الرجال کما قاله النوویؒ الا ماحکی عن ابن حزم انه اباحه واما حکی عن بعضهم انه مکروه لا حرام قال وهذان باطلان وقائلهما محجوج بالاحادیث التی ذکرها مسلم مع اجماع مِن قبله علی تحریمه (مواهب ص ۹۴) (اب اس وقت مردوں کے حق میں سونے کی انگوٹھی بنانے کی حرمت متفق علیہ ہے جیسے کہ امام نوویؒ نے فرمایا مگر صرف امام ابن حزمؒ کہ اس نے اس کو مباح کہا ہے اور وہ جو بعض لوگوں سے یہ منقول ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں (اس پر کہتے ہیں) کہ یہ دونوں مذہب باطل ہیں اور ان قائلین کے خلاف ان احادیث سے استدلال کیا گیا جن کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور بوجہ اجماع ہو جانے اس کی حرمت پر) ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ سونے کی حرمت جمیع الاحوال میں قائم ہے اگر کسی پر اچانک جنگ آجائے اس کے لئے بھی پہننا اسی طرح حرام ہے جس طرح عام حالات میں حرام ہے اذا لا تعلق له بالحرب بخلاف الحریر (مواهب ص ۹۴) (اس لئے کہ اس کا (سونے کا) تعلق جنگ سے نہیں بخلاف ریشم کے)۔

==========================

Marfat.com
Marfat.com

باب ماجاء فی صفة سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے بیان میں

صفة کا معنی بیان کرنا تعریف کرنا وصف یصف وصفاً وصفةً (یہ ضرب یضرب کے باب کا مصدر ہے اس کی ماضی، مضارع، مصدر بروزن وصف یصف وصفاً وصفةً آتا ہے) صفت اور وصف کشف اور تبیین کو کہتے ہیں والمراد بصفة السیف حالته التی کان علیها (اتحافات ص ۱۴۴) (اور تلوار کی صفت اور بیان سے اس کی وہ حالت اور کیفیت مراد ہے جس پر وہ تھی) مصنفؒ نے آلاتِ حرب میں اولاً سیف سے آغاز فرمایا لانه انفعها وایسرها واغلبها استعمالاً (جمع ص ۱۹۲) (اس لئے کہ جنگی ساز وسامان میں سے یہ زیادہ نافع آسان اور استعمال کے لحاظ سے غالب ترین چیز ہے)

باب الخاتم کے بعد باب السیف کا انعقاد بھی اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ پاک نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص اسوہ حسنہ، نظام العمل، اجتماعی قیادت وسیادت اور نظمِ ریاست کے قیام واستحکام کے لئے ایک خاص دستور السلطنت دیا تھا کہ اولاً سلاطین اور سربراہانِ ممالک کو دعوتی، اصلاحی اور تبلیغی خطوط ارسال کیے جائیں ان خطوط کی عظمت واہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ان پر مہر لگادی جائے اگر وہ اسلام قبول کریں، آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرلیں تو انہیں اپنی حالتِ حکومت پر برقرار رکھا جائے بصورت دیگر جب وہ انکار کردیں تو طاقت، قوت، جہاد اور تلوار سے غلبہ اسلام کی جدوجہد کی جائے اشارة الی انه دعاهم الی الاسلام اولاً فلما امتنعوا حاربهم (جمع ص ۱۹۲) (یہ اس طرف اشارہ ہے کہ پہلے تو آپ ﷺ نے ان کو اسلام لانے کی دعوت دی اور جب انہوں نے اس سے انکار کیا تو پھر

Marfat.com
Marfat.com

ان سے جہاد اور جنگ کی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دس تلواریں تھیں (۱) المـاثـور وهو اول سيف، ملكه عن ابيه (۲) القضيب (۳) القلعي، نسبة الى قلع، موضع بالبادية (۴) البتار (۵) الحتف (۶) المخذم بكسر الميم (۷) الرسوب (۸) الصمصامة (۹) اللحيف (۱۰) ذوالفقار بفتح الفاء و كسرها لان فى ظهره فقرات (اى حفر صغار) كفقرات الظهر (اتحافات ص ۱۴۴) (جن کے نام یہ ہیں (۱) ماثور یہ پہلی وہ تلوار جس کے آپ آباء واجداد سے وارث ہوئے (۲) قضیب (۳) قلعی وہ منسوب قلع جو جنگل میں ایک جگہ کا نام ہے (۴) البتار (۵) حتف (۶) مخذم (میم اول کے کسرہ کے ساتھ) (۷) رسوب (۸) صمصامہ (۹) لحیف (۱۰) ذوالفقار (فاء کا کسرہ اور فتح دونوں پڑھے جا سکتے ہیں) اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ اس میں پشت (پیٹھ) کی طرح جوڑ تھے اس لئے اس کو ذوالفقار کہا جاتا تھا)

اس تلوار میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت گڑھے تھے یا پشت کی ہڈیوں کی طرح جوڑ تھے حضور اقدس ﷺ نے یہ تلوار حضرت علیؓ کو مرحمت فرمائی تھی اور جس وقت مکۃ المکرمہ فتح ہوا تو آپ کے ہاتھ میں یہی تلوار تھی۔ یہ ذوالفقار وہی تلوار تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نفل جنگ بدر میں لی تھی اور یہی وہ تلوار تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے وقت ایک خواب اس سلسلہ میں دیکھا تھا ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں واخرج ابن سعد عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم تنفل سيفا لنفسه يوم بدر يقال له ذوا لفقار وهو الذى راى فيه الرؤيا يوم احد (جمع ص ۱۹۳) (اور مؤرخ ابن سعد ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بدر کے (فتح) کے دن اپنے لئے بطور نفل کے ایک تلوار لی تھی جسے ذوالفقار کہا جاتا تھا اور یہ وہی تلوار تھی جس کے متعلق آپ نے جنگِ احد کے وقت ایک خواب دیکھا تھا (کہ اس کی دھار میں ٹوٹ پھوٹ ہے)

Marfat.com
Marfat.com

دو معجزاتی تلواریں "العون" اور "العرجون":

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید دو تلواریں معجزانہ شان کی مظہر تھیں (۱) العون (۲) العرجون غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہؓ حاضر خدمت ہوئے عرض کیا تلوار ٹوٹ گئی۔ تو آپؐ نے جزل حطب یعنی ایک خشک شاخ ان کو عطا فرمائی اور حکم فرمایا اضرب بہ کہ جاؤ اور جہاد کرو فعاد فی یدہ سیفاً صارما طویلاً ابیض شدید المتن فقاتل بہ ثم لم یزل عندہ یشھد بہ المشاھد الی ان استشھد (مواہب ص ۹۵) پس جب وہ خشک لکڑی (چھڑی) ان کے ہاتھ میں گئی وہ ایک نہایت شاندار لمبی چمکدار مضبوط اور تیز تلوار بن گئی تو انہوں نے اس کے ساتھ قتال کیا پھر وہ ان کے پاس رہی اور ہمیشہ اس کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قتال اہل ردۃ میں شہید ہو گئے۔

وکان ھذا السیف یسمی العون اس تلوار کا نام العون تھا اسی طرح جنگ احد میں لڑتے لڑتے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار ٹوٹ گئی فاعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عسیباً من نخلٍ فرجع فی یدہ سیفاً (مواہب ص ۹۵)

آپؐ نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جب وہ ان کے ہاتھ میں گئی تو نہایت عمدہ تلوار بن گئی اس کا نام عرجون تھا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ زندگی بھر اسی سے جہاد کرتے رہے۔

(۱/۱۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا وَھْبُ بْنُ جَرِیْرٍ اَنْبَأَنَا اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ قَبِیْعَۃُ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّۃٍ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ہمارے استاذ محمد بن بشار نے بیان کی انہوں نے یہ حدیث وہب بن جریر سے اخذ کی وہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ روایت اپنے باپ سے سنی انہوں نے حضرت قتادہ سے اور قتادہ نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے سماعت کی وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

لفظِ قبیعة کی تشریح:

قال کان قبیعة سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مِن فضة

قبیعة 'لفظِ طبیعة کے وزن پر ہے تلوار کے قبضہ پر چاندی یا لوہے کی گرہ کو قبیعة کہتے ہیں جسے عموماً بندِ شمشیر بھی کہا جاتا ہے اس کا مادہ قبع ہے بمعنیٰ ٹوپی کے' تلوار کو جہاں سے پکڑا جاتا ہے مقبض کہلاتا ہے نیچے کے حلقے کو شارب کہتے ہیں مقبض اور شارب کے نیچے پستان نما زائد قطعہ کو قبیعة کہتے ہیں۔

علامہ طیبیؒ نے فرمایا قبیـــعة وہ ہے جو قبضہ کے اس جانب کی طرف ہو جو دھار کی طرف ہوتا ہے چاندی کا ہو یا لوہے کا۔ القبیعة ما علی رأس مقبض السیف مِن فضة اوحدید او غیرھما کذا قالہ **الجوھری** (**الحافات** ص۱۴۵) (قبیعہ وہ ہے جو تلوار کے پکڑنے کی جگہ کے شروع میں ہو چاہے **چاندی کا یا لوہے کا یا** کسی دوسری (دھات) کا ہو۔ اسی طرح امام جوہریؒ نے کہا ہے) سیف سے **مراد وہ تلوار** ہے جس کا نام ذوالفقار ہے وکــان لا یکاد یفارقہ (مواھب ص ۹۵) (اور حضور ﷺ **اس کو** ہمیشہ ساتھ ہی رکھتے تھے)

اس خبر میں تو صرف قبیعة کے ذکر پر اقتصار کیا گیا ہے ابن سعد عن عامر کی روایت میں ہے قال اخرج الینا علی بن الحسین سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا قبیعتہ مِن فضة وحلقتہ مِن فضة اور جعفر بن محمد عن ابیہ کی روایت ہے کان نعل سیف رسول اللّٰہ ای اسفلہ وحلقتہ وقبیعتہ مِن فضة .(مناوی ص ۱۹۳) (کہ **حضرت** علی بن حسینؓ ہمارے پاس حضور ﷺ کی ایک تلوار لائے کہ اس کا قبیعہ چاندی کا اور **حلقہ چاندی** کا ۔۔۔ کہ نبی کریم ﷺ کی تلوار کا نعل یعنی اس کا نچلا حصہ اور حلقہ اور قبیعہ چاندی **سے تھے**)

(۱۰۲/۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا مُعَاذُبْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِی **اَبِی عَنْ قَتَادَةَ عَنْ** سَعِیْدِبْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ کَانَتْ قَبِیْعَةُ سَیْفِ رَسُوْلِ **اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ** فِضَّةٍ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو

Marfat.com
Marfat.com

یہ روایت معاذ بن ہشام نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کی انہوں نے یہ حدیث قتادہ سے اور انہوں نے سعید بن ابی الحسن (بصری) سے سماعت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی مُٹھ چاندی کی تھی۔

راوی حدیث (۲۸۰) سعید بن ابی الحسنؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مردوں کے لئے آلاتِ حرب میں چاندی کا استعمال:

مضمونِ حدیث تو پہلی حدیث والا ہے دونوں احادیث کا مدلول یہ ہے تحلية آلة الحرب بـفـضة (کہ جنگی ساز وسامان کو چاندی کے ساتھ مزین کرنا) مردوں کے لئے جائز ہے سونے کے ساتھ جائز نہیں والتحلية بذلك من خصائص الامة المحمدية العظيمة (اتحافات ص ۱۴۵) (اور چاندی کے ساتھ مزین کرنا بھی امت محمدیہ کی بڑی خصوصیات میں سے ہے)

(۱۰۳/۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُبْنُ صُدْرَانَ الْبَصرِيُّ اَخْبَرَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ عَنْ هُوْدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهٖ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ قَالَ طَالِبٌ فَسَأَلْتُ عَنِ الْفِضَّةِ فَقَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً.

ترجمہ! ہمیں ابوجعفر محمد بن صدران بصری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی طالب بن حجیر نے بواسطہ ہود کے جو عبداللہ بن سعید ہیں وہ اپنے نانا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضورؐ کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا طالب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سے پوچھا کہ چاندی کس جگہ تھی تو انہوں نے فرمایا کہ قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

راویان حدیث (۲۸۱) ابوجعفر محمد بن صدران البصریؒ (۲۸۲) طالب بن حجیرؒ (

Marfat.com
Marfat.com

۲۸۳) ہود بن عبد اللہؒ اور (۲۸۴) جدہؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

تلوار میں سونے کے استعمال کا حکم:

جمہور علماء کے نزدیک تلوار میں سونا لگانا ممنوع ہے بظاہر اس روایت باب سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے جمہور محدثین وفقہاء کہتے ہیں کہ یہ حدیث استعمال ذھب کے جواز کے لئے مستدل نہیں بن سکتی

جس کے متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) محدثین نے اس روایت کو ضعیف بتایا ہے هذا الحديث ضعيف كما قاله القطان بل منكر فلا تقوم به الحجة على حل التحلية بالذهب (مواهب ص ۹۶) (یہ حدیث ضعیف ہے جیسے کہ امام قطانؒ کہتے ہیں بلکہ منکر ہے اس لئے اس حدیث سے سونے کے ساتھ کسی چیز کو مزین اور خوبصورت بنانے پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی)

(۲) علامہ تور بشتیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں ہے وقال التور بشتى هذا الحديث لا يقوم به حجة اذليس له سند يعتمد به (جمع ص ۱۹۴) (تور بشتیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل اور حجت نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس کی کوئی ایسی سند نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے)

(۳) یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح الخ مكة المكرمة کو فتح کر کے بحیثیت فاتح داخل ہوئے یہ واقعہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کا ہے اس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت نصب تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں چھڑی تھی اور ہر ایک بت پر آیت کریمہ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل ہمیشہ مٹے گا) پڑھ کر چھڑی سے اشارہ فرماتے تو وہ گر جاتا چونکہ یہ **فتح کا موقع** تھا تو کہا جاسکتا ہے کہ فضة ملمعّ بالذهب تھی خالص سونا نہیں تھا۔ بہر حال جمہور فقہاء اور علماء کے نزدیک تلوار میں

Marfat.com
Marfat.com

سونے کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(۴) چونکہ سونا ممنوع تھا اس لئے راوی نے بھی صرف چاندی کی تحقیق کی کہ وہ کس جگہ تھی سونے کے متعلق پوچھا تک نہیں کہ وہ کہاں تھا ولعل السوال حين كان عن الفضة دون الذهب فيه اشارة لذلك (اتحافات ص ۱۴۷) (اور جب کہ سوال صرف چاندی سے تھا نہ کہ سونے سے تو یہ بھی خود اس طرف اشارہ ہے (کہ سونا ممنوع تھا)

(۵) بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ قبیعۃ تو چاندی کا تھا موضع ذھب مقبض سے اوپر تھا جس میں احتمال ہے کہ مسمار (میخیں) سونے کے ہوں جس کی فقہاء اجازت دیتے ہیں واللہ اعلم۔

(۴/۱۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ شُجَاعِ الْبُغْدَادِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْعُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ صَنَعْتُ سَيْفِيْ عَلٰى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمُرَةُ اَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلٰى سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنَفِيًّا .حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَكْرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِنَحْوَهٗ

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن شجاع بغدادی نے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابوعبیدۃ حداد نے عثمان بن سعد کے حوالے سے خبر دی اور انہوں نے یہ روایت ابن سیرین سے نقل کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سمرۃؓ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے اور وہ قبیلہ بنوحنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔

راویانِ حدیث (۲۸۵) محمد بن شجاع البغدادیؒ (۲۸۶) ابوعبیدہ الحدادؒ اور (۲۸۷) عثمان بن سعدؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ حنفیاً کی تشریح:

وکان حنفیاً الخ حنفیا قبیلہ بنوحنیفہ کی طرف نسبت ہے مسیلمہ کذاب اس قبیلہ سے تھا یہ

Marfat.com
Marfat.com

لوگ تلواروں کے عمدہ بنانے میں مشہور تھے اس سے قبل بھی کـان حبشیاً گذرا ہے جس کا ایک معنیٰ ہم نے "حبشی الصفة" کیا تھا یہاں بھی مراد یہ ہے کہ بنوحنیفہ کی صنعت والی ان کی بنائی ہوئی۔

شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں فیحتمل ان صانعه کان منهم ویحتمل انه اتی به من عندهم وهذه الجملة مِن کلام سمرة فیما یظهر ویحتمل انها مِن کلام ابن سیرین علی الارسال (مواهب ص۹۶) (پس یہ احتمال بھی ہے کہ اس کا کاریگر بنوحنیفہ میں سے تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تلواران کے ہاں سے لائی گئی ہو، بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ سمرۃ کے کلام سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ابن سیرین کا کلام بصورت حدیثِ مرسل ہو)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں قال المؤلف فی جامعه هذا حدیث غریب لانعرفه الا مِن هذا الوجه (جمع ص ۱۹۵) (اور مصنفؒ نے اپنی جامع میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو بغیر اس سند کے نہیں جانتے ہیں)

روایت مذکورہ کو مصنفؒ نے دوسری سند سے بھی نقل فرمایا ہے فرماتے ہیں ہمارے پاس عقبۃ بن مکرم بصری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمارے پاس محمد بن بکر نے عثمان بن سعد کے حوالہ سے اس جیسی خبر دی۔ محمد بن بکر کے بعد روایت سابقہ ہی کے راوی ہیں۔

==============================

Marfat.com
Marfat.com

باب ماجاء فی صفة درع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ترجمہ! باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کے بیان میں

لفظِ درع کی تشریح:

لفظِ دِرع (دال کے کسرہ کے ساتھ) مذکر بھی آتا ہے اور مونث بھی، اس کی جمع دروع آتی ہے یہاں پر مضاف مقدر ہے ای فی صفة لبس درعه (یعنی زرہ کے پہننے کی صفت کے بیان میں تو گویا (لبس) مضاف محذوف ہے) تا کہ ترجمۃ الباب دونوں حدیثوں کے مطابق ہو جن میں نفس درع کی صفت کا بیان نہیں ہے بلکہ صفت لبس درع کا بیان ہے ھی جبّة مِن حدید تصنع حلقاً حلقاً وتلبس للحرب (مواہب ص۹۷) (درع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ زرہ لوہے کی ایک قمیص ہے جسے حلقہ حلقہ یعنی کنگنیوں کی شکل میں بنایا جاتا ہے اور جنگ میں (حفاظت) کے لئے پہنا جاتا ہے) جسے ہم اردو میں زرہ کہتے ہیں یہ لوہے کی قمیص ہے جسے جنگجو لڑائی میں حفاظت کے لئے پہنتے ہیں تا کہ دشمن کے وار کے وقت جسم براہ راست متاثر نہ ہو بلکہ زرہ اس کے لئے مانع ہو اور جسم اسکی زد سے محفوظ رہے یلبس علی الصدر للوقایة مِن ضربات السلاح (اتحافات ص۱۴۸) (یہ ہتھیاروں کے وار سے بچنے کے لئے سینے پر پہنا جاتا ہے).

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہوں کا بیان:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ میں زرہ پہنی ہے کان درع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لھا حلقتان مِن فضة عند موضع الثدی اوقال عند موضع الصدر وحلقتان خلف ظھره (اتحافات ص۱۴۸) (اور نبی کریم ﷺ کے زرہ کے دو حلقے (کنگنیاں) پستان

Marfat.com
Marfat.com

کی جگہ یا یہ کہا کہ سینے کی جگہ تھیں اور دو حلقے پیٹھ کے پیچھے تھے) بلکہ احادیث میں ہے کہ آپؐ نے اپنی زندگی میں متعدد زرہیں استعمال کی ہیں جن میں سے سات کے نام گنوائے گئے ہیں۔

(۱)ذات الفضول ! اس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے سميت بذلك لطولها وهي التي رهنها عند ابی الشحم اليهودی (مواهب ص۹۷) وذكروا ان سعد بن عبادة اهداها للنبی صلی الله علیه وسلم یوم بدر (اتحافات ص ۱۴۸)(۲) ذات الوشاح (۳)ذات الحواشی (۴) فضة(۵)السُغدیه ! قيل هي درع سيدنا داؤد عليه السلام التي لبسها لقتال جالوت (۶) البتيراء (۷) الخرنق (مواهب ص۹۷) ((۱) ذات الفضول ..... اس کو اس نام سے بوجہ اس کے لمبے ہونے کے مسمّیٰ کیا جاتا تھا اور یہ وہی زرہ ہے جس کو آپؐ نے ابوشحم یہودی کے پاس بطور رہن رکھا تھا اور مؤرخین نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہی زرہ سعد بن عبادہؓ نے بدر کے دن حضور ﷺ کو بطور ہدیہ دی تھی)

(۲) ذات الوشاح (۳) ذات الحواشی (۴) فضّه (۵) سُغدیه بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی اور جالوت کے ساتھ جنگ کے لئے اس کو پہنا تھا (۶) بتیراء (۷) خرنق) اس باب میں دو احادیث ہیں جن میں آپؐ کے زرہ پہننے کا بیان ہے ای باب بيان الاخبار الواردة فی صفة درع رسول الله صلی الله علیه وسلم (مواهب ص۹۷) (یعنی باب حضور ﷺ کے زرہ کے اوصاف کے متعلق واردشدہ احادیث کے بیان میں)

....

(۱/۱۰۵) حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيىٰ بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَاَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com
Marfat.com

يَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ ..

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوسعید عبداللہ بن سعید اشج نے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یونس بن بکیر نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے ان کے والد اور دادا کے واسطہ سے اخذ کی۔ تو حضرت زبیر بن العوامؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر احد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں (ایک ذات الفضول۔ دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی اور دو زرہوں کا وزن نیز غزوہ احد میں وہ تکلیفیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی کہ جن کی وجہ سے چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضورؐ اس چٹان پر نہ چڑھ سکے اسلئے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعہ سے اس چٹان پر چڑھے۔ زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کرلیا۔

راویان حدیث (۲۸۸) ابوسعید عبداللہ بن سعید الاشجؒ (۲۸۹) یونس بن بکیرؒ (۲۹۰) یحیٰی بن عبادؒ (۲۹۱) ابیہ (۲۹۲) جدہ عبداللہ بن الزبیرؒ اور (۲۹۳) الزبیر بن العوامؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگ احد' حضرت طلحہؓ اور دو زرہیں:

كان على النبي صلى الله عليه وسلم يوم احد درعان ... حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے روز اوپر نیچے دو زرہیں پہن رکھی تھیں آپؐ ایک چٹان پر چڑھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہیں پا رہے تھے یوم احد' احد پہاڑ سے منسوب جنگ ہے عرب حسب عادت اپنی لڑائیوں کو امكنة اور ازمنة کی طرف منسوب کرتے تھے احد بھی ایک پہاڑ ہے جن کی طرف یہ جنگ منسوب ہے جو ۳ھ میں قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئی۔

جنگ احد میں معاملہ بہت سخت تھا تین ہزار کفار کے لشکر جرار نے یلغار کردی تھی حضور اقدس

Marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کے بعد شہر سے باہر جبل احد کے دامن میں کفار کو روک کر یہ جنگ کی یہی وہ موقع تھا کہ منافقین نے بھی دھوکہ دیا اور تیراندازوں کی غلطی سے فتح شکست میں بدل گئی آپؐ کو اگرچہ زرہ پہننے کی ضرورت نہ تھی مگر تعلیم امت کے لئے ظاہری اسباب اختیار فرمانا بھی ضروری تھا چنانچہ آپؐ نے ذاتی دفاع کے لئے دو زرہیں (ذات الفضول اور فضة) پہنی ہوئی تھیں اسی سے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ حسب ضرورت اسلحہ کا استعمال جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں۔ اسی غزوہ میں آپؐ شدید زخمی ہوئے آپ کے سر اور پیشانی مبارک سے کافی خون بہا کہ پتھر لگا تھا' دانت مبارک ٹوٹے' نچلا ہونٹ مبارک زخمی ہوا' چہرہ مبارک زخمی ہوا' گال مبارک میں زرہ کی کڑی دھنس گئی ووقع فی حفرة مِن الحفر التی عملها ابوعامر لیقع فیها المسلمون (اتحافات ص ۱۴۹) (اور آپؐ غاروں میں سے ایک غار میں گرے جن کو ابوعامر نے اس لئے کھودا تھا کہ اس میں مسلمان گریں) یہاں تک کہ ابن قمئہ نے بلند آواز سے اعلان کر دیا کہ (نعوذ باللہ) آپؐ قتل ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ میں یہ جھوٹی افواہ پھیلا دی گئی اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ آپؐ کسی بلند چٹان پر چڑھ جائیں تاکہ صحابہ کرامؓ آپؐ کو دیکھ لیں اور ان کو آپ کی حیاتِ طیبہ کا یقین ہو جائے آپؐ نے چٹان پر چڑھنا چاہا۔ فلم یستطع لثقل الدرعین و کثرة جهده (اتحافات ص ۱۴۹) (پھر دونوں زرہوں کے بوجھ اور (اس دن) کی تکلیف اور سخت مشقت کی وجہ سے (چٹان) پر نہ چڑھ سکے) پھر حضرت طلحہؓ کو بٹھایا ان کو سہارا بنا کر چٹان پر چڑھ گئے اور جب اطمینان واستقامت سے آرام فرما ہوئے اور صحابہ کرامؓ نے آپؐ کو زندہ وسلامت دیکھا تو وہ مطمئن ہو گئے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوجب طلحة۔ طلحہ نے اپنے اوپر واجب کر لی اس کے تین معانی محتمل ہیں (۱) جنت واجب کر لی (۲) میری شفاعت واجب کر لی (۳) یا بڑا ثواب واجب کر لیا یعنی لنفسه الجنة او الشفاعة او المثوبة العظیمة بفعله هذا اوبما فعل ذلک الیوم حیث جعل نفسه فداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی شلت یده (جمع ص ۱۹۷) (یعنی حضرت طلحہؓ نے اپنے لئے جنت یا شفاعت یا

Marfat.com
Marfat.com

اجر عظیم واجب کرلیا اپنے اس فعل کی وجہ سے یا جو اس دن اس نے اہم کارنامہ سرانجام دیا کہ اپنے آپ کو حضور ﷺ پر قربان ہو جانے کے لئے پیش کیا اتنے تک کہ اس کا ہاتھ بھی شل (ناکارہ) ہوگیا)

یہ اللہ کی طرف سے حضرت طلحہؓ کی دلیری، جوانمردی، بہادری، شجاعت اور بے مثال ایثار و قربانی کا انعام تھا وہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنے کے لئے مردانہ وار لڑتے رہے حضرت طلحہؓ اس روز حضور اقدسؐ سے بار بار عرض کرتے تھے یا نبی اللّٰہ ! بابی انت وامی لا تشرف یصبک سھم من سھام القوم فنحری دون نحرک (اتحافات ص ۱۵۰) (اے اللہ کے پاک نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپؐ اپنے سر وغیرہ کو ظاہر اور اونچا نہ کر کہ کسی دشمن کا تیر نہ لگ جائے میری یہ گردن قربانی کے لئے آپؐ کے لئے پیش خدمت ہے) حضرت طلحہؓ پر اس روز کچھ اوپر اسّی زخم آئے تھے کہ وہ ڈھال بن کر آپؐ پر برسنے والے تیروں کو روکتے رہے اور آپؐ کی مدافعت میں تیراندازی بھی کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ اس روز حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ بھی شل ہوگیا۔ حضرت طلحہؓ کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے خیر شھید یمشی علی الارض (اتحافات ص ۱۵۰) (زمین پر چلنے (رہنے) والوں میں سے بہترین شہید) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت طلحہؓ کی اس دن کی ہمت و استقامت اور آپ پر جان نثاری و فداکاری دیکھ کر ارشاد فرمایا ذلک الیوم کلہ لطلحۃ (اتحافات ص ۱۵۰) (یہ دن سب طلحہؓ کا ہوا (یعنی تمام درجات اس نے سمیٹ لیے) جمل کی لڑائی میں شہید ہوئے اور بصرہ میں مدفون ہوئے حضرت طلحہؓ کا واقعہ تفصیل سے عرض کر دیا تاکہ مسلمانوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کی محبت والہیت اور اخلاص و کمال عشق کا اندازہ لگ سکے۔

(۱۰۶/۲) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُصَیْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ عَلَیْهِ یَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ

Marfat.com
Marfat.com

ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا..

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں (احمد) ابن ابی عمر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم کو سفیان بن عیینہ نے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ حدیث یزید بن خصیفہ سے سائب بن یزید کے حوالے سے نقل کی وہ کہتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دو زرہیں تھیں جن کو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔

راوی حدیث (۲۹۴) یزید بن خصیفہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ظاهر بينهما کی تشریح:

حدیث کا مضمون تو وہی ہے جو باب کی پہلی روایت میں گذر چکا ہے البتہ اس روایت میں قد ظاهر بينهما کے الفاظ کا اضافہ ہے ظاہر کا معنیٰ اوپر نیچے یا دوہرا ہونا ظاهر بين الثوبين اوپر نیچے پہننا شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ای لبس درعا ثم لبس فوقها ظهارة ثم لبس الدرع الاخرى (اتحافات ص ۱۵۰) (یعنی ایک زرہ پہنی اور پھر اس کے اوپر ظهارة (کپڑے کی ابرا) پہنی پھر اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی) یہ بتانا ہرگز مقصود نہیں کہ آپؐ کے پاس دو زرہیں تھیں جو آپؐ بدل بدل کر کبھی ایک اور کبھی دوسری علی سبیل البدلیة پہنا کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ آپؐ نے تعلیم امت اور دفاع میں استحکام کی ترغیب اور اهتماماً بامر الحرب (مواهب ص ۹۸) (جنگی امور کی اہمیت کے پیش نظر) دو زرہیں اوپر تلے پہنی تھیں ظاہر کا یہی معنیٰ عربی لغت اور شعراء نے بھی لیا ہے جبکہ سبعة المعلقة الثانیہ میں ہے۔

مُظَاهِرُ سِمْطَیْ لُؤْ لُوءٍ وَّ زَبَرْجَدِ

میرے محبوب نے موتی اور زبرجد کے دوہار اوپر نیچے پہن رکھے تھے

توکل کی حقیقت:

جیسے کہ پہلی حدیث میں بھی عرض کیا تھا اس میں اس توکل کی حقیقت کی طرف

Marfat.com
Marfat.com

اشارہ ہے کہ توکل وہی ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے بعد ربّ الاسباب پر اعتماد کرلیا جا ئے ۔ واشارة الى انه ينبغى ان يكون التوكل مقروناً بالتحصن لا مجرداً عنه فلهذا لم يبرز للقتال منكشفاً متوكلا ولذالك قال اعقلها وتوكل (مواهب ص۹۸) (اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ توکل حفاظت کے اسباب کے ساتھ مقرون ہونا چاہئے نہ کہ اسباب کو بالکل چھوڑ کر اس لئے تو آپ ؐ بھی محض اللہ کے بھروسے خالی ہاتھ (بغیر اسباب کے استعمال) جنگ کے لئے نہیں نکلے اور اسی لئے تو آپ ؐ نے ایک صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا پاؤں باندھ کر پھر توکل کیجئے) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یاایها الذین امنوا خذوا حذركم فانفروا ثبات او انفروا جميعا (نساء) اے ایمان والو! کافروں کے مقابلے میں اپنی احتیاط رکھو پھر ان سے مقابلہ کے وقت متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو) حفاظت کا حسب ضرورت وحسب موقع سامان لینا آیت شریف کا امتثال ہے اور آپ ؐ سے زیادہ ارشادات۔ خداوندی پر عمل کرنے والا کون ہوسکتا ہے لہٰذا زرہ، خود، تلوار وغیرہ کا استعمال سب احتیاطی سامان کا استعمال ہے۔ (خصائل)

یہ حدیث مراسیل صحابہؓ سے ہے:

یہ حدیث صحابہ کرامؓ کے مراسیل میں سے ہے کہ حضرت سائبؓ جنگ احد میں موجود نہ تھے کیونکہ وہ اپنے والد کے ہمراہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جبکہ اس وقت ان کی عمر صرف سات برس تھی۔ شیخ ابراھیم الیجوریؒ نے ابوداؤد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ عن السائب عن رجل قد سماه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ظاهر يوم احد بين درعين (مواهب ص۹۸) (کہ یہ روایت حضرت سائب سے اور اس نے اس شخص سے روایت کی جس کا نام لیا تھا (جس کا سابقہ روایت میں ذکر نہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن دو زرہیں نیچے اوپر پہن رکھی تھیں) اس تصریح کے بعد یہ مراسیل سے نکل جاتی ہے اور غالب یہی ہے کہ عن رجل سے مراد حضرت زبیر بن عوامؓ ہوں کیونکہ اس باب کی پہلی روایت اسی معنیٰ میں ان سے منقول ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

باب ماجاء فی صفة مغفر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ترجمہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود مبارک کے بیان میں

مغفر کی حقیقت وصفت:

انّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل مکة وعلیہ مغفر ..

مغفر کا معنیٰ خود اس کا مادہ ومصدر غَفْر ہے بمعنیٰ ڈھانپنے کے چھپانے اور برتن کے اندر ڈھانپنے کو غفر کہتے ہیں والمغفر کمنبر مِن الغفر وھو الستر (مواھب ص۹۸) (مغفر بروزن منبر ہے یہ مادہ غفر سے مشتق ہے بمعنی ستر اور پردے کے ہے) غفران کا بھی یہی معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت انسان کے گناہوں کو مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لیتی ہے ۔ چونکہ مغفر (خود) بھی انسان کے سر کو دشمن کے حملے سے اور چوٹ سے بچاتی ہے اسے بھی مغفر کہتے ہیں یہ بھی اسلحہ کی ایک قسم ہے لان السلاح یطلق علی مایقتل بہ وعلی ما یدفع بہ وھو مما یدفع بہ (مواھب ص۹۸) (یہ اس لئے کہ سلاح کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ساتھ یا تو قتل ہو (یعنی آلہ قتل) یا پھر مدافعت اور حفاظت کا ذریعہ ہو اور مغفر (خُود) بھی ان چیزوں میں سے ہے جس کے ساتھ مدافعت کی جاتی ہے۔

اس باب میں دو احادیث وارد ہیں جن میں آپؐ کی صفتِ مغفر کا بیان ہے ای باب بیان الاخبار الواردة فی صفة مغفر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (مواھب ص۹۸) (یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جو حضور ﷺ کے خود کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)۔

فتح کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو خود پہنے ہوئے تھے آپؐ کے خود مبارک کے نام (۱) موشح اور (۲) ذوالسبوغ تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آلاتِ حرب:

امام ترمذیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر آلاتِ حرب کا ذکر نہیں کیا شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ نے آپؐ کے متعدد آلاتِ حرب ذکر کیئے ہیں لکھتے ہیں کہ آپؐ کے چھ عدد قوس وکمان تھے جن کے اپنے اپنے نام تھے الزوراء' الروحاء' الصفراء' شوحط' الکتوم' السداد آپؐ کی ترکش کا نام الکافور تھا ایک ڈھال مبارک کا نام الذلوق تھا دوسری کا نام **الفتق** تھا ایک ڈھال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور **تحفہ کے پیش کی گئی مگر اس پر عقاب یا** کبش (مینڈھے) کی تصویر تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصویر پر **ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ** کے ہاتھ مبارک کی برکت سے اسے محو کردیا ابن قیمؒ نے شوحط کی بجائے **البیضاء کا ذکر کیا ہے نیز الکتوم** کے متعلق لکھا ہے کسرت یوم احد فاخذ ھا قتادۃ بن نعمان (زاد المعاد ج **۱ ص ۴۹**) (کہ وہ جنگ احد کے دن ٹوٹ گئی تو اسے قتادہ بن نعمان نے اٹھایا) آپؐ کے سات **گھوڑے تھے**۔

گھوڑوں کے بھی اپنے اپنے نام تھے السکب' المرتجز' الظرب' **اللحیف**' اللزاز' الورد' سبحۃ۔ ابو عبداللہ محمد بن اسحٰق الشافعی نے ان سات متفق علیہ گھوڑوں **کا ذ**کر اس شعر میں کیا ہے۔

والخیل سکب لحیف سبحۃ بظرب

لزاز مرتجز ورد لھا اسرار

(زاد المعاد ج **۱ ص ۵۰**)

(اور حضور ﷺ کے گھوڑے سکب لحیف سبحہ اور ضرب لزاز۔ مرتجز۔ ورد **ان کے اپنے** خاصیات تھے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر مبارک کا نام المثوی تھا ایک لمبا سا **نیزہ تھا جس کا نام** البیضاء تھا ایک خیمہ تھا۔ جس کا نام الکنّ تھا ایک **ٹیڑھے سر والی لکڑی تھی جو تقریباً گز** برابر لمبی تھی جس کو محجن کہتے ہیں ایک لاٹھی مبارک تھی یعنی مخصر جس کا نام العرجون تھا (اتحافات ۱۵۳، ۱۵۴)

Marfat.com
Marfat.com

علامہ یوسف نبھانی ؒ نے شمائل الرسول میں لکھا ہے کہ آپ ؐ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا اس کا رنگ سیاہ تھا ایک جھنڈا زرد رنگ کا بھی تھا اور ایک سفید رنگ کا تھا جس کے اندر سیاہ دھاریاں تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزہ کا نام صادر تھا زین کا نام داج تھا اونٹنی کا نام قصوی اور غضباء تھا خچر کا نام دلدل گدھے کا نام یعفور تھا جس بکری سے دودھ نوش فرماتے اس کا نام عنیہ تھا۔ مذکورہ آلات حرب کے علاوہ بھی ابن قیم ؒ نے چند دیگر اشیاء کا بھی ذکر کیا ہے فرمایا۔ وکانت له ثلاث جبات یلبسهما فی الحرب فیها جبة سندس اخضر...وکانت له حربة تسمی النبعاء وکان له محجن یسمّیٰ الدوّن وکان له ترس ابیض یسمّیٰ الموجز (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰) (آپ ؐ کے تین جبّے تھے جن کو جنگ وجہاد میں پہنتے تھے ان میں ایک جبّہ سبز سندس کا تھا اور آپ ؐ کا ایک نیزہ تھا جسے نبعاء کہا جاتا تھا اور ایک محجن (ٹیڑھے سروالی لکڑی) جس کا نام الدوّن تھا اور آپ ؐ کی ایک سفید ڈھال بھی تھی جسے موجز کہا جاتا تھا)

(۱/۱۰۷) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّةَ وَعَلَیْهِ مِغْفَرٌ فَقِیْلَ لَهٗ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے یہ روایت بیان کی ان کو مالک بن انس نے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ حدیث ابن شہاب سے نقل کی اور وہ خادم رسول ؐ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے۔

تو آپ ؐ کے سر مبارک پر خود تھی حضورؐ جب خود اتار چکے اور اطمینان ہو گیا تو کسی نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ ابن خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے حضورؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔

Marfat.com
Marfat.com

مامون ہے اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے مامون ہے جب دخولِ مکہ کے بعد جنگ کا احتمال باقی نہ رہا اور لوگوں نے آپ ؐ کی ہدایات کے مطابق امن لینا شروع کر دیا تو آپ ؐ نے خود اتار دی اور سر پر عمامہ تھا۔

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دخول مکہ کے وقت آپ ؐ کے سر پر عمامہ بھی تھا اور اس کے اوپر مغفر یعنی خود بھی تھی اور یہ لوگوں کا معمول بھی تھا جیسا کہ علی رأسہ عصابة کی تصریح بھی ہے اور اس سے مقصد عمامہ کا چھوٹا ہونا بتانا ہے حافظ ابن حجرؒ جمع بین الروایات کی اس صورت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ مغفر تو بھاری ہوتا ہے اور ہوتا بھی تو لوہے کا ہے ظاہر ہے کہ اس نے سر کو تکلیف بھی دینی ہے نیچے پگڑی رہے تو سر کو راحت ملے گی۔

ایک تعارض اور اس کا حل:

وعلیه مغفر کا اس خبر سے بھی تعارض نہیں ہے جس میں تصریح ہے کہ لا یحل لاحدکم ان یحمل بمکة السلاح جیسا کہ اسے مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کیونکہ شارحینِ حدیث نے اس کی متعدد توضیحات کی ہیں۔

(۱) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ تحریر فرماتے ہیں کان دخول نبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم بالمغفر والسلاح فی الساعة التی حلت فیها مکة له وھی ساعة تطھیر الکعبة من الاصنام وتطھیر مکة من الشرک والوثنیة وبذلک فلا تنافی بین ھذ الحدیث وحدیث مسلم عن جابر الخ

(اتحافات ص ۱۵۱) (حضور ﷺ کا مکہ کو اسلحہ اور خود سمیت داخل ہونا یہ اس تھوڑے وقت کے لئے تھا جس میں آپ ؐ کے لئے قتل وقتال مکہ میں جائز قرار دیا گیا تھا اور اس وقت میں کعبہ شریف کو بتوں اور مکہ شریف کو شرک و بت پرستی سے پاک وصاف کرنا مقصود تھا تو اس توجیہ سے اس حدیث میں اور حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جو مسلم میں ہے (کہ نہیں تم میں سے کسی کے لئے جائز کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے) کوئی تعارض اور منافات نہیں)۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ مکرمہ میں قتال ایک ساعت کے لئے

Marfat.com
Marfat.com

حلال کردیا گیا ولم تحل لا حد بعده (اور آپؐ کے علاوہ (مکہ اور حرم میں ؟) کسی کے لئے اس کے بعد قتال جائز اور حلال نہیں کیا گیا) اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں متھیأ للقتال (جنگ کی تیاری کر کے) داخل ہوئے تھے۔

(۳) نہی اور ممانعت خاص ہے اس صورت میں جب حمل سلاح کی ضرورت نہ ہو ولذا دخل عام عمرة القضاء ومعه ومع المسلمين السلاح فی القراب . (اوراسی لئے تو آپؐ عمرۃ القضا کے سال مکہ شریف گئے اور آپؐ اور مسلمانوں کے ساتھ اسلحہ نیام وغیرہ میں تھا)

(۴) المراد مِن النهى حمل السلاح للمحاربة مع المسلمين . (ہتھیار اٹھانے سے منع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں)

(۵) ويجوز ان يكون النهى بعدفعله صلى الله عليه وسلم على انه يجوز له مالا يجوز لغيره (جمع ص ۱۹۹) (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ کے اس دفعہ ہتھیار اٹھانے کے بعد نہی ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ کے لئے کوئی کام جائز ہو اور آپؐ کے علاوہ لوگوں کے لئے ناجائز ہو، یعنی حضور ﷺ کی خصوصیت ہو)۔

(۶) وجمع آخرون بان النهى عن السلاح فى الامور العادية فاذا دعت ضرورة لحمله ارتفع النهى (اتحافات ص ۱۵۱) (اور بعض دوسرے حضرات نے یہ تطبیق بھی کی ہے کہ ہتھیار اٹھانے کی نہی امور عادیہ میں ہو اور جب کبھی ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑ جائے تو نہی ختم ہو جاتی ہے)۔

ابن خطل کے قتل کا حکم:

فقيل له هذا ابن خطل متعلق باستار الكعبة ... یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اتارنے کے بعد بتایا گیا یہ ابن خطل ہے جو استار کعبہ کو پکڑے ہوئے اس کے ساتھ چمٹا ہوا ہے ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

فتح مکہ کے موقع پر عفو عام کے باوصف گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں جن کے جرائم ناقابل عفو تھے آپؐ نے ان کے خون ہدر کردیئے تھے اور عفو عام سے ان کو مستثنیٰ قرار

Marfat.com
Marfat.com

دے دیا تھا پھر ان میں سے سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہو گئے تھے ان کو معافی مل گئی تھی چار مرد اور چار عورتیں باقی رہیں جو قتل کر دیے گئے ابن خطل بھی ان میں سے ایک تھا ابن خطل اولاً بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا عبداللہ نام رکھا وحی کی کتابت کا کام بھی کیا کرتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبیلہ سے زکوٰۃ لینے کے لئے اسے بھیجا اس نے راستے میں اپنے ایک مسلمان غلام کو اس لئے قتل کر دیا کہ اس سے کھانا پکانے میں غلطی ہوئی تھی۔

وكان معه مولىٰ يخدمه وكان مسلماً فنزل منزلاً وامر مولاه ان يذبح تيساً ويصنع له طعاماً ونام فاستيقظ ولم يصنع له شيئا فعدا عليه فقتله (جمع ص ۲۲۰) (اور اس کے ساتھ ایک غلام تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا اور وہ (ابن خطل) مسلمان تھا سفر کرتے جب ایک منزل پر اترے تو اپنے غلام کو کہا کہ بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کر دے اور خود سو گیا جب بیدار ہوا اور غلام نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا تھا تو اس غلام پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا)

پھر خود قصاص کے خوف سے مدینہ منورہ نہ لوٹا کہ قصاص میں قتل کر دیا جاؤں گا مرتد ہو کر مکہ مکرمہ بھاگ نکلا وہاں پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا دو باندیاں خریدیں جو آپؐ کے حق میں ہجو یہ اشعار کہہ کہہ کر ابن خطل کو خوش رکھا کرتی تھیں آپؐ نے اس کا خون ہدر کر دیا اسلئے باوجود استار کعبہ کے پکڑنے کے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور قتل کر دیا گیا۔ فقال اقتلوه امرهم بقتله على سبيل الكفاية فكل من قتله منهم حصل به المقصود (مواهب ص ۹۹) (آپؐ نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو آپؐ نے اس کے قتل کا حکم (کسی خاص شخص کو مخاطب کر کے نہ کیا) بلکہ علی سبیل الکفایہ فرمادیا یعنی یہ کہ جو کوئی بھی اس کو قتل کر دے گا اصل مقصد حاصل ہو جائے گا)

ابن خطل اور استار کعبہ:

بعض حضرات نے یہاں یہ بھی کہا ہے کہ خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور استار کعبہ کے

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ چمٹ گیا متمسکاً بان من دخله کان امنا (اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وہ دلیل پکڑ رہا تھا کہ جو کوئی حرم میں داخل ہو جائے وہ امن پر ہوگا) مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث میں اس کے دخول کعبہ اور و من دخله کان امنا سے تمسک کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

دراصل استار کعبہ سے چمٹنے کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں جو کوئی بھی کعبۃ اللہ کے استار سے چمٹ جاتا لوگ اس کی تعظیم کرتے اور جرائم معاف کر دیے جاتے لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم آپؐ کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے کہ من دخل المسجد فهو امن و من دخل دار ابی سفیان فهو آمن و من اغلق علیه بابه فهو آمن لانه من المستثنین کیونکہ دار قطنی میں روایت ہے قال صلی اللہ علیه وسلم اربعة لا أُؤَمّنهم لافی حل ولا فی حرم الحویرث بن نقید وهلال بن خطل ومقیس بن صبابة وعبداللہ بن ابی سرح وفی حدیث سعد بن ابی وقاص قال اربعة نفرو امرأتان وقال اقتلوهم وان وجدتموهم متعلقین باستار الکعبة (جمع ص ۱۹۹) (کہ جو کوئی مسجد میں داخل ہو وہ امن پر ہوگا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے وہ امن سے ہوگا۔ اور جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ امن میں ہوگا۔ اس لئے کہ (ابن خطل) امن سے مستثنٰی شدہ لوگوں میں سے تھا)۔۔۔۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار آدمیوں کو نہ میں زمین حل میں اور نہ حرم میں امن دیتا ہوں (۱) حویرث بن نقید (۲) ھلال بن خطل (۳) لقیس بن صبابہ (۴) عبداللہ بن ابی سرح اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مروی حدیث میں ہے کہ چار مرد اور دو عورتیں اور آپؐ نے فرمایا کہ ان کو قتل کر دو اگر چہ تم ان کو غلاف کعبہ پکڑتے ہوئے بھی پاؤ)

ابن خطل کو کس نے قتل کیا:

چنانچہ یہ شخص مقام ابراھیم اور حجر اسود کے درمیان ابو برزہ اسلمیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

البتہ شیخ ابراھیم البیجوریؒ فرماتے ہیں فقال اقتلوه واستبق الی قتله عمار بن یاسر، وسعید بن حریث فسبق سعید وقتله وقیل قتله ابوبرزة ویجمع بان الذی باشر قتله اولا ابوبرزة وشارکه سعید وقتلوه بین زمزم والمقام (مواھب ص ۹۸) (پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو (ابن خطل) کو قتل کر دو تو اس کے قتل کے لئے دوڑ پڑے عمار بن یاسر اور سعید بن

Marfat.com
Marfat.com

حریث تو حضرت سعید نے اس کے قتل کرنے میں سبقت حاصل کر کے قتل کر دیا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کو ابو برزہ نے قتل کیا ان کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ دراصل شروع اور ابتدائے قتل ابو برزہ نے کیا اور پھر اس کے ساتھ سعید بھی شریک ہو گئے اور انہوں نے زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کو قتل کر دیا)۔

احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں کہ ابن خطل کے قاتل کی تعیین میں اختلاف ہے حاکم کی روایت میں ہے کہ وہ سعید بن زید ہے بزار میں سعد بن ابی وقاص، دار قطنی میں زبیر بن العوام بتلایا گیا ہے قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ابو برزہ اسلمی ہیں ولعل الجميع تسابقوا الیٰ قتله ولكن الذى باشره بالقتل ابوبرزة فضرب عنقه بين الركن والمقام (اتحافات ص ۱۵۲) (اور شاید کہ سب نے اس کے قتل کے لئے مسابقت کی لیکن جس نے قتل کیا وہ ابو برزہ تھے اس نے اس کی گردن رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان توڑ دی یعنی قتل کر دیا)

شاتم رسول کا حکم:

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گالیاں بکے اور توہین کرے اور مرتد ہو جائے ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شاتم رسول کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے جس طرح نعوذ باللہ کوئی شخص اللہ رب العزت کو گالیاں دے، شرک کرے اور مرتد ہو جائے پھر توبہ کر لے تو اس کی توبہ بالاتفاق قبول ہوتی ہے تو شاتم رسول جو مرتد ہو جائے اس کی توبہ بھی قبول ہونی چاہیے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے۔

باب کہ یہ روایت ائمہ ثلاثہؒ کے مسلک کا متدل اور مؤید ہے امام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل مفصل اور جامع کتاب " الصارم المسلول علی شاتم الرسول " کے نام سے لکھی ہے جس میں ہر دو مذاہب کے دلائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے جب دونوں جانب کے مسالک اور دلائل و اہداف کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ محققین

Marfat.com
Marfat.com

احناف" اور محققین شوافع" کے درمیان کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے اور نہ کوئی تعارض ہے بلکہ صرف نزاع لفظی ہے مقصد ایک ہے دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له (کہ گناہ سے حقیقۃً توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو) کے مطابق شاتم رسول کی توبہ بھی عنداللہ قبول ہوگی تاہم حاکم وقت' قاضی اور عامل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ شاتم کو توبہ کی وجہ سے معاف کردے بلکہ وہ اسے سیاسۃً قتل کرسکتا ہے تاکہ آئندہ کسی کو جرات نہ ہو احناف" کا مسلک بھی یہی ہے ابن خطل کا قتل اس کا ثبوت ہے کہ وہ سیاسۃً قتل کیے گئے۔

باقی رہی یہ بات کہ قتل کردینا مصلحت ہے یا توبہ قبول کرلینا تو وہ موقع اور محل کے لحاظ سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے جہاں تک ابن خطل کے قتل کا واقعہ ہے تو اس کے متعدد وجوہ محتمل ہیں (۱) حدیث میں ابن خطل کی توبہ کا کوئی ذکر نہیں (۲) یہ عین ممکن ہے کہ ابن خطل نے توبہ نہ کی ہو اور آپؐ نے بوجہ ارتداد کے اس کے قتل کا حکم دیا ہو (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے توبہ کی ہو مگر صدق دل سے نہ ہو اور آپؐ کو بذریعہ وحی آگاہ کردیا گیا ہو۔

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا قتل قصاصاً ہو جیسے کہ علامہ مناوی" فرماتے ہیں۔ فقتله قصاص بالمسلم الذی قتله یرشد الی ذلک ان ابن سرح کان کابن خطل فیما ذکر فلما اسلم ترک (مناوی ص ۲۰۰) پس ابن خطل کا قتل (دراصل) اس مسلمان کی قصاص میں تھا جس کو اس نے قتل کیا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ ابن سرح کا حکم بھی ابن خطل جیسا تھا جیسے کہ پہلے مذکور ہوچکا ہے لیکن جب وہ اسلام لائے تو اس کو چھوڑ دیا گیا

(۱۰۸/۲) حَدَّثَنَا عِیسَی بْنُ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ حَدَّثَنِی مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِہِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَہٗ جَآءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ فَقَالَ اقْتُلُوْہُ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ وَبَلَغَنِی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا۔

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عیسٰی بن احمد نے بیان کی۔ ان کو عبداللہ بن وہب نے یہ روایت بیان کی وہ کہتے ہیں کہ مجھے مالک بن انس نے ابن شہاب کے حوالے سے بیان کیا اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے سنی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضورؐ کے سر مبارک پر خود تھی جب حضورؐ نے اس کو اتار دیا تو ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ امن والوں میں سے نہیں اس کو قتل کر ڈالو۔ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز محرم نہیں تھے۔

وبلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یو مئذ محرماً حدیث کا مضمون اور تفصیلی بحث تو گذشتہ حدیث میں گذر چکی ہے البتہ یہ جملہ اضافی ہے جو اسی روایت میں نقل کیا گیا ہے۔

دخول مکہ کے وقت احرام کا مسئلہ:

ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن محرِم نہیں تھے احرام نہیں باندھا تھا بلکہ خود مبارک اتار کر سیاہ عمامہ زیبِ راس فرمایا تھا۔ خطب الناس وعلیہ عمامة سوداء (آپؐ نے لوگوں کو (یوم فتح مکہ) خطبہ دیا اور آپؐ کے سر پر سیاہ عمامہ (پگڑی) تھی) بلکہ اس سے قبل جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر مبارک پر خود تھا جو احرام کے منافی ہے

یہ حدیث بھی بظاہر شوافع کا مستدل اور مؤید ہے اور اس کو سند بنا کر بغیر احرام کے دخول مکہ کو جائز قرار دیتے ہیں مگر حنفیہ حضرات بغیر احرام کے دخول مکہ کو جائز قرار نہیں دیتے تفصیلی بحث اور دلائل تو اپنی جگہ آئیں گے مگر حنفیہؒ کے نزدیک یہ حدیث شوافع کا مستدل اور حجت اسلئے نہیں بن سکتی کہ اس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح مکہ کی غرض سے حرمت اٹھا دی گئی تھی وہ روز آپ کے لئے حلال تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

احنافؒ بھی کہتے ہیں دخول مکہ بغیر احرام کے اس وقت ناجائز ہے جب اطمینان ہو امن ہو اندیشہ قتل وقتال اور فکرِ مزاحمت نہ ہو مگر فتح مکہ کے موقع پر کتنے کتنے اندیشے لاحق تھے مکہ میں داخل ہونے کا یقین نہیں تھا احناف کہتے ہیں کہ لبسِ مخیط اور ستر رأس ضرورةً (کہ بوجہ ضرورت اور مجبوری کے سلے ہوئے کپڑوں اور سر چھپانے) سے احرام معدوم نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دم لازم آئے گا جس سے عدم احرام کا ثبوت بہت مشکل ہے۔

==============================

Marfat.com
Marfat.com

باب ماجاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک کے بیان میں

عمامہ کی فضیلت وبرکات:

العِمامة (بکسر العین) ما یعتم به فوق الرأس (العمامہ عین کے کسرہ کے ساتھ ہر اس چیز کو جو سر کے اوپر بطور پگڑی کے لپیٹی جائے) کو کہتے ہیں عمامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ ومستمرہ ہے والعمامة سنة لا سیّماً للصلوة وبقصد التجمل لا خبار کثیرة فیها (مواہب ص ۹۹) (عمامہ (پگڑی) سنت ہے خصوصاً نماز کے لئے یا خوبصورتی حاصل کرنے کی غرض سے بوجہ ان احادیث کثیرہ کے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں) آپ ؐ نے خود بھی عمامہ پہنا ہے اور اس کی تعریف بھی فرمائی ہے ترغیب بھی دی ہے اس باب میں مصنف ؒ نے پانچ احادیث درج کی ہیں ای باب بیان الاخبار الواردة فی صفة عمامة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب ص ۹۹) (یہ باب ان احادیث کے بیان میں ہے جو حضور ﷺ کے عمامہ مبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ,,عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری)

عینی شرح بخاری میں ہے کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں عمامہ باندھنا سنت ہے مزید یہ بھی فرمایا ,,عمامہ باندھا کرو کہ اسلام کا نشان ہے مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔

شیخ بیجوریؒ فرماتے ہیں ففی الخبر فرق بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس وامالبس القلنسوة وحدها فھوزیّ المشرکین (مواہب ص ۹۹) (حدیث شریف میں ہے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں کے اوپر پگڑیوں کے باندھنے میں ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور صرف ٹوپی کا اکیلا پہننا تو یہ (ایک قسم) مشرکین کی شکل و ہیئت ہے)

سیاہ عمامے کا حکم:

تاہم یہاں اتنا یاد رہے کہ لباس بذاتہ ممنوع نہیں ہوتے بلکہ کسی دوسری قوم یا فرقِ ضالہ سے مشابہت کی وجہ سے انہیں خاص حالات اور مشابہت کے قطعی احتمالات کی وجہ سے مکروہ قرار دیدیا جاتا ہے مثلاً کالی پگڑی یا سیاہ لباس بنفسہٖ ممنوع نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے مگر محرم کے ایام میں شیعہ لوگ سیاہ لباس پہنتے ہیں ان دنوں میں سیاہ لباس پہننا گویا ان سے مشابہت بظاہر شیعیت کا فروغ و ترویج ہے لہٰذا ان ایام میں سیاہ پگڑی اور لباس سے اجتناب بہتر ہے۔ ایک دور میں سیاہ لباس پہننا عباسی خلفاء کا شِعار ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ علماء کرام کے جبّے اور عمامے بھی سیاہ ہوا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامة سوداء حضرت عباسؓ کو عطا فرمایا تھا جو ہر تخت نشین کے سر پر بطور تبرک کے رکھا جاتا تھا حضرت امام ابو یوسفؒ ذاتی طور پر اس رنگ کو پسند فرماتے تھے چنانچہ ایک عید کے موقع پر جبہ، عمامہ اور گھوڑا بھی سیاہ رنگ کا تھا۔ پھر وہ اس رنگ کو فضیلت دینے لگے مقابلہ میں کچھ لوگ کھڑے ہوئے انہوں نے اسے روافض کا شعار قرار دیا جو بطور حداد (غم) کے وہ استعمال کرتے تھے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس موضوع پر بھی رسالہ لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ لونِ اسود بھی سنت ہے اور لون ابیض بھی مگر بیاض کو فضیلت حاصل ہے۔

عمامہ پر قطعی مواظبت ثابت ہے:

یہاں یہ مسئلہ بھی خصوصیت سے واضح رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ نے عمامہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس پر انہوں نے مواظبت کی ہے اور یہ مواظبت قطعی ثابت بھی ہے اس وجہ سے بعض لوگوں نے پگڑی کو سنت مؤکدہ قرار دیدیا مگر اس کا پس منظر بھی ہے وہ یہ کہ عرب عمامہ کے عادی تھے وہ بغیر عمامہ کے نکلنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ یہ ان کا معمول تھا جیسا کہ اب بھی سرحد و بلوچستان میں بعض قبائل بالخصوص

Marfat.com
Marfat.com

وزیرستان وغیرہ میں یہ قطعی مروج ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہ کرامؓ بھی صلوٰۃ اور غیر صلوٰۃ میں عرب دستور کے مطابق عمامہ اور رداء کو لازماً پہنا کرتے تھے لہٰذا عمامہ وررداء عادت مبارک تھی بہرحال راجح یہی ہے کہ نماز پڑھتے وقت عمامہ زیب راس ہو مگر بغیر عمامہ کے بھی نماز بلا کراہت جائز ہے اگر ننگے سر نہ ہو فقہاء کا یہی فتویٰ ہے کراہت اس چیز سے آتی ہے جہاں کوئی ممانعت ہو یا کراہت منقول ہو عادت کے موافق نہ ہونا یہ کوئی جرم نہیں ہے

مقدار عمامہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کی مقدار کیا تھی؟ اسی سلسلہ میں محدثینؒ نے تصریح کی ہے کہ مشہور روایات میں مقدار عمامہ مذکور نہیں ہے طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے وقال ابن حجر لااصل له (مواهب ص ۹۹) (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں ہے)

علامہ جزریؒ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے سیرَ کی کتابوں میں خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی (خصائل)

لكن نقل عن النووى انه كان له صلى الله عليه وسلم عمامة قصيرة و كانت ستة اذرع وعمامة طويلة كانت اثنى عشر ذراعاً (مواهب ص ۹۹) (لیکن امام نوویؒ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کی ایک کوتاہ (چھوٹی) پگڑی جو چھ ذراع (ہاتھ) تھی اور ایک لمبی پگڑی وہ بارہ ہاتھ تھی)

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ علامہ ابن القیمؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں لم تكن عمامته صلى الله عليه وسلم كبيرة يوذى الرأس حملها ولا صغيرة لا تقى الرأس من حرولا برد . بل كانت وسطاً بين ذلك وخير الامور الوسط (اتحافات ص ۱۵۵) (حضور ﷺ کی پگڑی نہ اتنی لمبی تھی کہ سر کو اٹھانے سے تکلیف ہو اور نہ اتنی چھوٹی کہ سر کو سردی اور گرمی سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ بلکہ درمیانی تھی اور درمیانی امر میں بہتری ہوتی ہے)۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱۰۹/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِبْنِ سَلَمَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ حَمَّادِبْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے یہ روایت بیان کی ان کو یہ روایت حماد بن سلمہ کے واسطہ سے پہنچی (تحویل) ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی انہوں نے وکیع سے اور انہوں نے حماد بن سلمہ سے انہوں نے ابن ابی زبیر کے حوالے سے نقل کی۔ انہوں نے جابرؓ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

مغفر یا عمامہ یا دونوں:

دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وعلیہ عمامۃ سوداء زاد مسلم بغیر احرام وزاد مسلم فی روایۃ و ابوداؤد قدارخی طرفیھا بین کتفیہ (مناوی ص ۲۱۴)
(آپؐ فتح مکہ کے دن مکہ شریف داخل ہوئے اور آپؐ کے سر مبارک پر کالی پگڑی تھی۔ مسلمؒ نے یہ زیادتی کی ہے کہ آپؐ غیر محرم تھے اور مسلمؒ نے ایک دوسری روایت میں اور ابوداؤد نے یہ زیادتی بھی کی کہ پگڑی کے دو طرف (کنارے) حضور ﷺ نے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے)۔

اس سے قبل باب میں گذرا کہ دخل مکۃ وعلیہ مغفر (کہ حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور آپؐ کے سر پر خود تھی) دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ (۱) نیچے خود ہو اوپر عمامہ فالعمامۃ قد تکون فوق المغفر (اتحافات ص ۱۵۵) (پس پگڑی کبھی خود کے اوپر ہوتی ہے) یا عمامہ چھوٹا ہو اور اس پر خود ہو (۲) یا داخلہ کے وقت خود مبارک سر پر تھی کہ احتمال مزاحمت کا تھا لیکن دخول کے متصلاً عمامہ باندھ لیا جو بظاہر دخول کا وقت ہی تھا اسلئے وقتِ دخول کی طرف نسبت ہوئی (۳) بعض حضرات یہ توجیہ بھی کرتے ہیں کہ خود تو لوہے کا ہوتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے ظاہر ہے پہننے والے کو اذیت بھی ہوتی ہوگی اذیت سے بچنے کے لئے خود کے نیچے پگڑی پہن لی ہوگی۔ وفی الحدیث اشارة الی ان العمامة افضل من غیرها (اتحافات ص ۱۵۵) (اور حدیث شریف میں اشارہ کہ عمامہ (پگڑی) دوسری چیزوں سے افضل ہے) وقال الجزری و فیه اشارة الی ان هذا اللین لا یتغیر کالسواد بخلاف سائر الالوان (جمع ص ۲۰۴) (امام جزریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ اس دین اسلام میں تغیر تبدل نہیں ہوگا جیسے کالا رنگ (کہ اس میں تبدیلی نہیں ہوتی) بخلاف دوسرے رنگوں کے) قال الزین العراقی اختلف الفاظ حدیث جابر فی المکان والزمان الذی لبس فیه العمامة السوداء فالمشهور انه یوم الفتح وفی روایة البیهقی فی الشعب یوم ثنیة الحنظل وذلک یوم الحدیبیة قال ویجاب ببیان ان هذا لیس اضطراباً وانه لبسها فی الحدیبیة وفی الفتح معاً اذلا مانع من ذلک الا ان الاسناد واحد فلیتا مل (مناوی ص ۲۰۵) (حافظ زین الدین العراقیؒ نے کہا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث کے الفاظ اس مکان (جگہ) اور زمان (وقت) کے متعلق مختلف ہیں جن میں حضور ﷺ نے کالی پگڑی پہنی۔ پس مشہور تو یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کا دن تھا اور امام بیہقیؒ کی روایت میں ثنیۃ الحنظل (یوم حدیبیہ) کا دن تھا (تو گویا روایت میں اضطراب ہوا) زین العراقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ کوئی اضطراب نہیں بلکہ بے شک (یہ ہوسکتا ہے) کہ آپؐ نے حدیبیہ اور فتح مکہ کے دونوں ایام میں کالی پگڑی پہنی ہو اس لئے کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں البتہ یہ بات (کھٹکتی ہے) کہ سند تو ایک ہی ہے فلیتامل)

....

(۲/۱۱۰) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُسَاوِرِ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِبْنِ عَمْرِوبْنِ حُرَیْثٍ عَنْ اَبِیهِ قَالَ رَاَیْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةً سَوْدَآءَ.

ترجمہ! ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی انہوں نے یہ روایت سفیان سے اور انہوں نے مساور وراق سے اخذ کی وہ یہ روایت جعفر بن حریثؓ سے اور وہ اپنے باپ عمرو بن

Marfat.com
Marfat.com

حریثؓ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

راویان حدیث (۲۹۵) مساور الوراقؒ اور (۲۹۶) جعفر بن عمروؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیاہ عمامہ اور بعض صحابہؓ کا معمول:

قال رایت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمامۃ سوداء ۔ مضمون حدیث تو پہلی حدیث میں گذر چکا۔ شیخ عبدالرؤفؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے بھی بہت سوں نے سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال کیا ہے حضرت علیؓ نے شہادت عثمانؓ کے روز، حضرت حسنؓ سیاہ لباس اور سیاہ عمامہ میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے حضرت ابن زبیرؓ سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ ارشاد فرماتے حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن جریرؓ، حضرت عمارؓ بھی سیاہ عمامہ پہنا کرتے تھے (مناوی ص۲۰۴)

وکان سعید بن المسیّب یلبسھا فی العیدین (اتحافات ص۱۵۷) (اور حضرت سعید بن المسیب بھی کالی پگڑی عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) میں پہنا کرتے تھے) مگر بایں ہمہ علماء کرام اور فقہاء عظام نے جمعہ وعیدین یا خطبہ میں سیاہ عمامہ پہننا ضروری قرار نہیں دیا۔

وفی شرح الزیلعی وکیف ماکان الافضل فی لبسھا البیاض وصحۃ لبس المصطفی للسواد ونزول الملائکۃ یوم بدر بعمائم صفر لا یعارضہ لانہ لمقاصد ومصالح اقتضاھا خصوص ذلک المقام کما بینہ بعض العلماء الا علام فلا ینا فی عموم الخبر الصحیح الامر بلبس الا بیض وانہ خیر الالوان فی الحیاۃ والممات (مناوی ص ۲۰۴) (اور زیلعی کی شرح میں ہے اور صورت جو بھی ہو پس افضل سفید عمامہ اور پگڑی ہے دوسری جانب حضور ﷺ کے کالی پگڑی پہننے کی صحت اور فرشتوں کا جنگِ بدر کے دن زرد (پیلی) پگڑیاں پہنے اترنا اس کے معارض اور منافی اس لئے نہیں ہے کہ یہ تو بعض ایسے مقاصد اور مصالح کی وجہ سے تھا جو اس مقام کی خصوصیات کی مقتضی تھیں جیسے کہ اس کو بعض بڑے علماء حضرات نے بیان کیا ہے۔ تو اس لئے یہ اس حدیث صحیح کے عموم کے منافی نہ ہوا جس میں

Marfat.com
Marfat.com

سفید لباس کے پہننے کا حکم ہے اور یہ کہ سفید رنگ زندگی میں بھی اور وقتِ موت بھی دوسرے رنگوں سے بہترین رنگ ہے)

امام اوزاعیؒ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ سیاہ رنگ کو کیوں استعمال نہیں کرتے تو ناپسندی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لانہ لا یجلیٰ فیه عروس ولا یلبی فیه محرم ولا یکفن فیه میت والظاهر مراده غیر العمامة (مناوی ص ۲۰۴) (کہ اس (کالے رنگ) کے لباس میں دُلہن کو جلوگاہ میں نہیں بٹھایا جاتا اور نہ ہی اس میں محرم شخص تلبیہ پڑھتا ہے اور نہ اس میں میت کو کفن دیا جاتا ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ امام اوزاعیؒ کی مراد اس عمامہ (پگڑی) کے علاوہ دیگر لباس ہے)

حدیث کا مدلول یہ بھی ہے کہ صرف دخول مکہ کے وقت نہیں اس کے علاوہ بھی آپؐ نے سیاہ عمامہ استعمال فرمایا ہے تاہم علماء کرام کا قول فیصل اور متفقہ فیصلہ یہی ہے جیسا کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں فی الحدیث جواز لبس الاسود فی الخطبة ولبس البیاض افضل (جمع ص ۲۰۵) (اور حدیث شریف میں خطبہ کے وقت سیاہ پگڑی پہننے کا جواز اور سفید پگڑی کا پہننا افضل معلوم ہوتا ہے) شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں کہ والعمائم البیض هی التی تناسب زیّ العلماء فی هذا الزمان (اتحافات ص ۱۵۷) (کہ اس زمانہ میں علماء کو بطور شعار کے سفید پگڑیاں باندھنا زیادہ مناسب ہیں)

(۳/۱۱۱) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ وَیُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُسَاوِرِ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے استاد محمود بن غیلان اور یوسف بن عیسیٰ نے یہ حدیث بیان کی وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم کو وکیع نے یہ روایت بیان کی انہوں نے یہ روایت مساور وراق سے اخذ کی انہوں نے یہ حدیث جعفر بن عمرو بن حریث سے نقل کی جو اپنے باپ عمرو بن حریثؓ کے حوالے سے کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور

Marfat.com
Marfat.com

حضور کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

دورانِ خطبہ سیاہ عمامہ کا ثبوت:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامۃ سودآء (کہ بے شک نبی علیہ السلام لوگوں کو خطبہ دیا اور آپؐ کالی پگڑی باندھے ہوئے تھے) مسلم کی روایت میں علی المنبر (منبر پر) کی تصریح ہے۔ (جمع ص ۲۰۵)

نیز مسلم میں ابو اسامۃ عن مساور کے طریق سے روایت ہے قال حدثنی جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیہ قال کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ قال عیاض والصواب طرفھا (اتحافات ص ۱۵۷) (جعفر بن عمرو بن حریث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ گویا میں حضور ﷺ کو منبر پر بیٹھے دیکھ رہا ہوں اور آپؐ کے سر پر کالی پگڑی ہے جس کے دونوں طرف اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہیں۔ عیاضؒ فرماتے ہیں کہ طرفیھا (تثنیہ) کی بجائے طرفھا (بصیغہ مفرد) صحیح ہے)

(۱) مشہور قول یہ ہے کہ یہ خطبہ فتح مکہ کا ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا ای وعظھم عند باب الکعبۃ کما ذکرہ الحافظ ابن حجر والمراد بالمنبر فی بعض الروایات عتبۃ الکعبۃ لانھا منبر بالمعنیٰ اللغوی وھو کل مرتفع (مواھب ص ۱۰۰) (یعنی ان کو کعبہ کے دروازے کے پاس وعظ و نصیحت فرمائی جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور منبر سے مراد بعض روایات میں کعبہ (بیت اللہ) کی چوکھٹ ہے اس لئے کہ لغوی معنی کے لحاظ سے چوکھٹ بھی منبر ہے۔ کیونکہ منبر کا لغوی معنیٰ ہر اونچی جگہ ہے)

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا کوئی خطبہ جمعہ تھا کیونکہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کی تصریح بھی منقول ہے جبکہ فتح مکہ کا خطبہ منبر پر نہیں تھا۔ وقد ذکر صاحب المصابیح ھذا الحدیث فی باب خطبۃ الجمعۃ (اتحافات ص ۱۵۷) (اور صاحب المصابیح نے اس حدیث کو خطبہ جمعہ کے باب میں ذکر کیا ہے)

Marfat.com
Marfat.com

(۳) ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وصال کا ہے۔

شیخ عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ومن ھذا الحدیث نفھم ان لبس العمامۃ السوداء لم یکن بمکۃ فقط ولکن کانت فی مکۃ وغیرھا (اتحافات ص ۱۵۷) (اور اس حدیث سے ہم یہ سمجھتے اور معلوم کرتے ہیں کہ آپؐ کا سیاہ پگڑی کا پہننا یہ صرف مکہ میں نہیں تھا بلکہ مکہ اور غیر مکہ دونوں میں ہوا ہے)

(۱۱۲/۴) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ مُحَمَّدِ الْمَدَنِیُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَیْنَ كَتِفَیْهِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ وَرَاَیْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا یَفْعَلَانِ ذٰلِكَ..

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے استاذ ہارون بن اسحٰق ہمدانی نے یہ حدیث بیان کی ان کو یہ روایت یحییٰ بن محمد مدنی نے بیان کی انہوں نے یہ روایت عبدالعزیز بن محمد سے اور انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے اخذ کی وہ روایت نافع کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہوں نے اسے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو ایسے ہی کرتے دیکھا عبید اللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے) قاسم بن محمد اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے) سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

راویان حدیث (۲۹۷) ہارون ابن اسحٰق الہمدانیؒ (۲۹۸) یحییٰ بن محمد المدینیؒ (۲۹۹) عبد العزیز بن محمدؒ اور (۳۰۰) عبید اللہ بن عمرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com
Marfat.com

شملہ بھی سنت مؤکدہ ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتمّ سدل عمامته بین کتفیه ... پہلی تین روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کے سیاہ رنگ کی وضاحت تھی اب چوتھی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ باندھنے کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ جب عمامہ باندھتے تو اس کے کنارہ (شملہ) کو دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے سدل کا معنیٰ لٹکانا ہے عمامہ سے مراد (۱) کنارہ عمامہ ہے ای ارخیٰ طرفها الذی یسمّی العلاقة (جمع ص ۲۰۶) (یعنی پگڑی کا ایک کنارہ لٹکائے ہوئے تھے جسے علاقہ کہا جاتا ہے) (۲) بعض طرق الحدیث میں ہے آپؐ دونوں کاندھوں کے درمیان طرفِ اعلیٰ کا ارسال فرماتے تھے۔ وهو یسمّٰی عذبة لغة (اور یہ لغت میں عذبہ کہلاتا ہے) (۳) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ طرفِ اسفل ہو حتی یکون عذبة فی الاصطلاح العرفی الآن (تاکہ اب کی عرفی اصطلاح میں عذبہ ہو)

(۴) اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں اطراف مراد ہوں معاً لانه ورد انه قد ارخیٰ طرفیها بین کتفیه بلفظ التثنیة (مواہب ص ۱۰۱) (اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے دونوں طرفین (کنارے) اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے۔ تثنیہ کے لفظ کے ساتھ) (۵) اور یہ بھی منقول ہے کہ اس کا ایک طرف آگے اور دوسرا پیچھے ہو جیسے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں عمّمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسدلها بین یدیّ ومن خلفی رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۴) (مجھے حضور ﷺ نے پگڑی بندھوائی اور اس کے ایک کنارہ کو میرے سامنے اور دوسرے کو پیچھے لٹکایا)

وقد استفید مِن الحدیث ان العذبة سنة فقد جاء فی العذبة احادیث کثیرة ما بین صحیح وحسن (مواہب ص ۱۰۱) (اور حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ عذبہ (طرفِ اعلیٰ کو کندھوں کے درمیان لٹکانا) سنت ہے کیونکہ عذبہ کے بارے میں بہت سی احادیث صحیح اور حسن درجہ کی وارد ہوئی ہیں) شیخ عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں ویظهر ان اتخاذ العذبة

Marfat.com
Marfat.com

كان اذا اشتد الحر كانت لوقاية الرقبة مِن شدة الحر (اتحافات ص ۱۵۸) (اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عذبہ کا رکھنا اس وقت ہوتا جب گرمی سخت ہوتی تو یہ سخت گرمی سے گردن کی حفاظت کا ذریعہ بنے)۔

خلاصہ یہ کہ شملہ مبارک کے لٹکانے کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ مختلف رہی ہے آپؐ اکثر شملہ مبارک لٹکائے رکھتے تھے۔ سینہ کے دائیں طرف، کبھی بائیں طرف اور تقریباً اکثر اوقات دونوں کاندھوں کے درمیان اور کبھی ایک طرف آگے اور دوسرا پیچھے رکھتے تھے اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ پگڑی کے دونوں اطراف کو شملے کی طرح کاندھوں کے درمیان رکھتے تھے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ان الاتیان بكل واحد من تلك الامور سنة (جمع ص ۲۰۷) (ان سب امور (مذکورہ بالا) میں سے ہر ایک پر عمل کرنا سنت ہے)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ سے تقریباً سب صورتیں ثابت ہیں مگر افضل صورت دونوں کاندھوں کے درمیان کمر مبارک پر لٹکانا ہے وارسالها بين كتفين افضل (مواهب ص ۱۰۱) (اور اس کا دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا افضل ہے) علامہ ابن قیمؒ نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ سے اس سلسلہ میں ایک عجیب بات نقل کی ہے فرماتے ہیں فدل (الحديث) على ان الذؤابة لم يكن يرخيها دائما بين كتفيه .وكان شيخنا ابو العباس ابن تيميه قدس روحه فى الجنة يذكر فى سبب الذؤابة شيئاً بديعا وهو ان النبى صلى الله عليه وسلم انما اتخذ ها صبيحة المنام رآه فى المدينة لما رأى رب العزة تبارك وتعالىٰ فقال يا محمد فيم يختصم الملأ الاعلىٰ قلت لاادرى فوضع بين كتفى فعلمت ما بين السماء والارض الحديث وهوَ فى الترمذى وسئل عنه البخارى فقال صحيح قال فمن تلك الحال ارخى الذؤابة بين كتفيه وهذا من العلم الذى منكره السنة الجهال وقلوبهم ولم ارهذه الفائدة فى اثبات الذؤابة لغيره (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰) (پس حدیث شریف اس پر دال ہے کہ آپؐ شملہ دائمی طور پر کندھوں کے درمیان نہیں لٹکاتے تھے) اور ہمارے شیخ ابو العباس بن تیمیہؒ ذوابہ (شملہ) کے متعلق عجیب بات بیان کرتے تھے وہ

Marfat.com
Marfat.com

فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے شملہ لٹکایا اس خواب دیکھنے کی صبح جو کہ آپؐ نے مدینہ شریف میں دیکھا جبکہ باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! یہ ملاءاعلیٰ کے فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں آپؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا پس باری تعالیٰ نے (بلاتشبیہ) اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے آسمان وزمین کی سب چیزیں معلوم کرلیں۔۔۔۔اور یہ ترمذی میں ہے اور امام بخاریؒ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے فرمایا صحیح ہے (تو شیخؒ فرماتے) کہ اسی حال وکیفیت کے سبب آپؐ شملہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ ایسے امور اور باتوں کے علم سے جاہل اور غافل لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور میں یہ مذکورہ فائدہ شملہ کے ثبوت میں آپؐ کے علاوہ لوگوں کے لئے نہیں دیکھتا)۔

محققین محدثین کی رائے یہ بھی ہے کہ گاہے گاہے شملہ بنائے بغیر بھی پگڑی باندھ لیا کرتے تھے واحیاناً یلبس العمامة من غير علاقة (جمع ص ۲۰۷) (اور کبھی کبھار آپؐ بغیر شملہ بنائے پگڑی باندھ لیا کرتے تھے)۔

علامہ یوسف نبہانیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عمامہ باندھا اس کا ایک کونہ میرے کاندھے پر ڈالا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر وحنین میں ایسے فرشتوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی تھی جو اس طرح عمامے باندھے ہوئے تھے۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کانت له عمامة تسمى السحاب كساها عليًا وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة ويلبس العمامة بغير قلنسوة (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰) (کہ حضور ﷺ کا ایک عمامہ سحاب تھا آپؐ نے حضرت علیؓ کو پہنایا اور وہ اس کو پہنا کرتے اور اس کے نیچے ٹوپی رکھا کرتے اور آپؐ ٹوپی بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپی کے بھی پہنا کرتے) آپؐ کسی شخص کو اس وقت تک شہر کا حاکم مقرر نہ فرماتے تھے جب تک کہ اسے عمامہ نہ بندھواتے تھے عمامہ کا طرز یہ ہوتا کہ اس کا ایک پلہ دائیں کاندھے پر کان کی طرف ڈالا جاتا تھا۔ وكان ابن عمر يفعل ذلك

Marfat.com
Marfat.com

...(اور حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا کیا کرتے تھے) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پگڑی باندھتے تھے قاسم بن محمدؒ بھی اور حضرت سالمؒ بھی یفعلان ذلک (دونوں ایسا کیا کرتے تھے) یعنی عمامہ کو کتفین کے درمیان ڈالا کرتے تھے واشار بذلک الی انه سنة مؤكدة محفوظة لم يتركها الصلحاء (مواهب ص ۱۰۱) (اور اس میں اس طرف اشارہ کردیا کہ یہ ایک سنت مؤکدہ محفوظہ ہے نیکوکار لوگوں نے اس کو نہیں چھوڑا (بلکہ اپنا شعار بنایا) اس کی تائید ابن حبان کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے ابن عمرؓ کے حوالے سے نقل کی ہے عن ابن عمر انه قيل له كيف كان يعتم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يدير كور العمامة على رأسه ويغرزها من ورائه ويرخي لها ذؤابة بين كتفيه (مناوی ص ۲۰۶) (حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ان کو کہا گیا کہ حضور ﷺ کیسے پگڑی باندھا کرتے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ پگڑی کے پلو سر کے ارد گرد لپیٹ اور گھما کر پیچھے باندھ دیتے اور اس کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹا دیتے)

شملہ کی مقدار:

باقی رہی مقدار شملہ کی بات تو شیخ ابراھیم الیجوریؒ فرماتے ہیں واقل ماورد في طولها اربع اصابع واكثر ماورد فيه ذراع وبينهما شبر و يحرم افحاشها بقصد الخيلاء (مواهب ص ۱۰۱) (شملہ کی مقدار میں کم از کم لمبائی چار انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ وارد ہوئی ہے اور درمیانی مقدار ایک بالشت اور اس سے انتہائی زیادہ بطور تکبر کے رکھنا حرام ہے)

(۱۱۳/۵) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اَبُوْسُلَيْمَانَ وَهُوَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم خطب الناس وعليه عِصَابَةٌ دَسْمَآءُ ..

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے یہ روایت بیان کی ان کو وکیع نے

Marfat.com
Marfat.com

انہیں ابوسلیمان نے یہ حدیث بیان کی جن کا نام عبدالرحمٰن بن غسیل ہے وہ عکرمہ سے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ م نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی۔
وی حدیث (۳۰۱) ابوسلمان بن عبدالرحمٰن بن الغسیلؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل مذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ:

خطب الناس وعليه عصابة دسماء ۔ محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ مرض الوفات کے وقت تھا اور آخری خطبہ مبارک تھا هذه الخطبة وقعت ی مرض النبی صلی اللہ علیه وسلم الذی توفی فیه (اتحافات ص ۱۵۹) (اور یہ خطبہ آپؐ نے مرض وفات ہی میں دیا تھا) ولم یصعد المنبر بعد ذلک (مواہب ص ۱۰۱) (اور اس کے بعد منبر پر نہیں بیٹھے (یعنی پھر خطبہ نہیں دیا) اس خطبہ مبارک میں آپؐ نے انصار کی مراعات کا خاص طور سے ذکر فرمایا ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور ارشاد فرمایا ایها الناس ان الناس یکثرون ویقل الانصار حتیٰ یکونوا کالملح فی الطعام فمن ولی منکم امراً یضر فیه احدا وینفعه فلیقبل مِن محسنهم ولیتجاوز عن مسیئهم ..فصعدا لمنبر ولم یصعد بعد ذلک الیوم (جمع ص ۲۰۹) (اے لوگو! بے شک لوگ (مسلمان) بڑھ رہے ہیں اور قبیلہ انصار (کے لوگ) کم ہوتے جا رہے ہیں اتنے تک کہ وہ کھانے میں مثل نمک ہو جائیں گے۔ پس تم میں سے جو کسی امر (امور نافعہ یا ضارہ) کا حاکم اور والی بنایا جائے تو انصار میں محسنین کی قدردانی کرے اور ان میں غلطی کرنے والوں سے درگزر فرمائے اس وقت حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس دن کے بعد منبر پر پھر نہیں بیٹھے)

عصابة دسماء:

اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں درد تھا اسلئے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے

Marfat.com
Marfat.com

بعض روایات میں عمامہ کا لفظ آیا ہے العصابة والعمامة بمعنیً (اتحافات ص ۱۵۹)
عصابہ اور عمامہ ایک ہی معنیٰ میں ہیں) دسماء کا معنیٰ سوداء ہے کما فی نسخة وقیل
معنی الدسماء الملطخة بالدسم لانه صلی الله علیه وسلم کان یکثر من دهن شعر
فاصابتها الدسومة من الشعر (مواہب ص ۱۰۱) (دسماء کا معنیٰ سیاہ ہے جیسے کہ ایک نسخہ
میں یہ ہے اور بعض نے کہا کہ دسماء کا معنیٰ جو چکنائی کے ساتھ مخلوط ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم
ﷺ اپنے بالوں مبارک میں تیل زیادہ لگاتے تھے تو پگڑی وغیرہ کو بھی بالوں کی چکنائی پہنچ
جاتی تھی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر تیل لگانے کا معمول تھا اور تیل زیادہ استعمال فرمایا
کرتے تھے لہٰذا پٹی کا یا عصابة کا تیل آلود ہونا بھی قرین قیاس ہے۔ اور اگر مراد سیاہ
عمامہ لیا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ اس میں کسی قسم کا بعد نہیں کہ یہ آپؐ کی عادت مبارک تھی
خلاصہ یہ کہ علماء کی اس میں دو آراء ہیں بعض نے یہاں سیاہ عمامہ مراد لیا ہے اور بعض نے
چکنی پٹی کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظاً دونوں محتمل ہیں اور معمول بھی
دونوں کے مطابق ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

باب ماجاء فی صفة اِزار رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کے بیان میں

ازار کا معنیٰ وتشریح:

الازار 'ازر سے ماخوذ ہے ازر کا معنیٰ مضبوطی سے **باندھنا**' ازار بروزن فعال بمعنیٰ مفعول کے ہے **یعنی مایؤتزر به' پھر اس** سے چادر مراد لی **گئی پھر اس کی** مزید تخصیص کی گئی یعنی ہر وہ **چیز جو اسفل بدن پر باندھی جائے** اسے **ازار کہتے ہیں ازار کا لغوی** ترجمہ تہبند ہے جس کا لغۃً **اطلاق ازار اور سراویل دونوں پر آتا ہے مگر عرب کی عادت تہبند** کے استعمال کی تھی جو سلا ہوا نہ ہوتا تھا اسلئے اب مراد فقط تہبند ہی ہے **الازار: الملحفة والمراد** هنا ما يستر اسفل البدن ويقابله الرداء وهو ما يستر اعلى البدن (اتحافات ص ۱۶۱) (ازار **اور ملحفہ سے یہاں مراد** ہر وہ چیز جو بدن کے نچلے حصہ کو ڈھانپے اور اس کے مقابل رداء ہے یعنی **ہر وہ چیز جو بدن** کے اوپر حصہ کو چھپائے) ترجمۃ الباب میں الرداء کو حذف کر دیا گیا **من باب الاکتفاء** كقوله تعالىٰ سرابيل تقيكم الحر اى والبرد (جمع ص ۲۱۰) (الاکتفاء **کے قبیل سے ہوا** (یعنی ایک چیز کو ذکر کیا جائے اور اس کا مقابل بھی ساتھ مراد ہو) **جیسے کہ اس ارشاد باری** تعالیٰ میں کہ "سرابیل تقیکم الحر" کا ذکر کر کے اس کا مقابل برد بھی **ساتھ مراد ہے)۔**

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

اس باب میں چار احادیث مذکور ہیں جن میں حضور اقدس **صلی اللہ علیہ وسلم کے** تہبند باندھنے اور صحابہؓ کا آپ ﷺ کی کامل اتباع کا بیان ہے۔ سراویل اگرچہ استر للبدن (بدن کو زیادہ چھپانے والا) ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدنا بھی ثابت ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

پسند کرنا بھی حتی کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی سراویل موجود تھی۔ مگر محققین حضرات کی رائے یہ ہے کہ قوی احادیث میں پہننا مصرّح نہیں ہے علامہ بیجوریؒ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے۔

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے سراویل خریدی ہے اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدی ہے اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آپ کے سراویل پہننے کا ذکر بھی آیا ہے جبکہ حضراتِ صحابہ کرامؓ تو آپ کی اجازت سے باقاعدہ پہنتے تھے اور صحابہؓ کا پہننا ثابت ہے (زادالمعادج ۱ ص ۵۱)

حضرت ابوامامۃؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہود سراویل پہنتے ہیں اور تہبند نہیں پہنتے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی مخالفت کرو سراویل بھی پہنو اور ازار بھی، دونوں چیزیں استعمال کیا کرو تا کہ نہ تو یہودیوں کی بالکل موافقت رہے اور نہ بالکل مخالفت۔ نیل الاوطار میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ کبھی سراویل بھی پہنتے ہیں آپ نے فرمایا پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ دوسری چیز میں نہیں ہے تاہم محدثینؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ازار ورداء کا طول وعرض:

بہرحال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول تہبند باندھنے کا تھا اور چادر اوڑھنے کا اور سراویل بھی پسند تھی لہذا شرعاً تہبند اور سراویل دونوں کا استعمال جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن جوزیؒ نے الوفاء میں عروۃ بن زبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدسؐ کے رداء کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈھائی ہاتھ تھی طول رداء رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ اذرع وعرضہ ذراعان ونصف اور واقدیؒ سے ابن القیمؒ نے نقل کیا ہے کہ چھ ہاتھ لمبی، تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی عن الواقدی ان طولہ ستۃ اذرع فی ثلاثۃ اذرع وشبر جبکہ

Marfat.com
Marfat.com

تہبند مبارک چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا
واما ازاره فطوله اربعة اذرع و شبر فی ذراعین .(مواهب ۱۰۲) اور احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حلة حمراء کے پہننے کا جو تذکرہ آتا ہے اس سے مراد بھی ازار اور رداء ہے والحلة ازار ورداء ولا تکون الحلة الا اسماللثوبين معاً (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۱) (اور حلہ (جوڑا) تہبند اور چادر ہے اور دراصل حلہ دو کپڑوں کے مجموعہ ہی کا نام ہوتا ہے)

(۱/۱۱۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَاِزَارًا غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث احمد بن منیع نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت اسماعیل بن ابراھیم نے بیان کی۔ ان کو ایوب نے بیان کیا انہوں نے یہ روایت حمید بن ہلال سے اخذ کی اور ان تک یہ حدیث ابو بردہ (سے ان کے باپ مشہور صحابی ابو موسیٰ اشعریؓ) کے واسطہ سے پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھلائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔
راویان حدیث (۳۰۲) حمید بن ھلالؒ (۳۰۳) ابو بردہؒ اور (۳۰۴) ابیہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

پیوند لگی چادر اور درشت کپڑے کا تہبند:

اخرجت الینا عائشةؓ کسآءً ملبدا وازاراً غلیظا باب کی اس پہلی حدیث میں دو چیزیں مذکور ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے آپؐ کے وفات کے بعد حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو دو چیزوں کی زیارت کرائی۔ (۱) کسآءً ملبدا یعنی پیوند شدہ کمبل یا چادر یہاں کساء بمعنی مکسوء کے ہے یعنی پہنی ہوئی چیز' تاہم محاورات میں معمولی کپڑے پر اس کا اطلاق ہوتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے کساء بکسر اولہ وھو ما یستر اعلی البدن ضد الازار وجمعہ اکسیۃ (مناوی ص ۲۱۰) (کساء (شروع لفظ کے کسرہ کے ساتھ) کا معنیٰ جو بدن کے اوپر حصہ کو ڈھانپے اور جو ازار کا مقابل ہے اور اس کی جمع اکسیۃ آتی ہے) ملبداً تلبید سے ہے پیوند لگے ہوئے کپڑے، عرب کہتے ہیں لبدت القمیص البدہ یا لبدتہ میں نے قمیص میں پیوند لگائے جس ٹکڑے سے قمیص کے سامنے کا حصہ پیوند کرتے ہیں اسے لبدہ کہتے ہیں پشت پر جو چیتھڑا لگاتے ہیں اسے قبیلہ کہتے ہیں وقیل التلبید جعل بعضہ ملتزقاً ببعض : ملبداً ای مرقعا (جمع ص ۲۱۰) (اور بعض کہتے ہیں کہ تلبید کا معنیٰ کپڑے کے بعض ٹکڑوں کو بعض سے لگانا ملبداً کا معنیٰ ٹکڑے لگا ہوا) وقیل ھو الذی ثخن وسطہ حتی صار کاللبد (مواھب ص ۱۰۲) (اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ جس کا درمیان سخت ہو مثل ٹاٹ وغیرہ کے)

(۲) دوسری چیز ازاراً غلیظاً یعنی موٹی قسم کا تہبند تھا، غلیظاً، غلظۃ سے ہے بمعنیٰ سخت ہونے، موٹا ہونے اور درشت ہونے کے ہیں ای خشناً (مواھب ص ۱۰۲) (یعنی کھردرا) وزاد البخاری تعلیقاً مما یصنع بالیمن (مناوی ص ۱۰۲) (اور امام بخاریؒ نے تعلیقاً یہ زیادتی بیان کی کہ وہ یمن میں تیار کیا جاتا تھا)۔

سیدہ عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں چیزیں جن میں آپؐ نے وصال فرمایا بطور تبرک کے اپنے پاس رکھی تھیں لاجل التبرک بھما (مواھب ص ۱۰۲) نیز آپ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طیالسی جبہ بھی محفوظ تھا جسے آپؐ پہنا کرتے تھے جب حضرت عائشہؓ کا انتقال ہوا تو یہ تبرکات ان کی بہن حضرت اسماءؓ کے پاس منتقل ہوئے۔ فکانت عندھا تستشفی بھا المرضیٰ کما اخبرت بذالک اسماء فی حدیثھا فی مسلم (مواھب ص ۱۰۲) (وہ حضرت اسماءؓ کے پاس تھے ان کے ساتھ بیماروں کے لئے طلب شفا کی جاتی تھی جیسے کہ مسلم کی حدیث میں حضرت اسماءؓ نے اس کی خبر دی ہے) حدیث میں لفظ اخرجت آیا ہے یا تو اہتمام کے لئے خود دکھایا یا پھر ان لوگوں کی درخواست پر کسی کے ذریعہ زیارت کرائی ای اما بنفسھا او بامرھا (جمع ص ۱۰) (یعنی یا تو خود حضرت اسماءؓ دکھانے لائی یا کسی نے دکھانے کے متعلق کہا)

Marfat.com
Marfat.com

پیوند لگی چادر اور ازارِ غلیظ کے اختیار فرمانے کی توجیہات:

فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین حضراتِ محدثینؒ نے اس کی بھی مختلف توجیہات بیان کی ہیں (۱) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلف نہ فرماتے تھے بعض لوگوں کے ہاں موت کے وقت بھی عمدہ لباس کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ روح نکلنا بھی عمدہ لباس میں ہو۔

شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں وفیہ انہ ینبغی للانسان ان یجعل آخر عمرہ محلا لترک الزینۃ وان یرکن للعیش الخشن (مناوی ص ۲۱۱) (اور حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنی آخر عمر میں ترک زینت کرتا رہے اور اس کا رجحان (سادگی اور ذرا تنگ عیش زندگی کی طرف ہو)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ قدس میں یہ دعا کی تھی اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکیناً اور آپؐ کا ان دو پیوند لگی اور درشت چادروں میں قبض روح اس دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا اجابۃ لدعائہ مراراً اللھم احینی مسکیناً ... (جمع ص ۲۱۱) (یہ حضور ﷺ کی اس دعا کی قبولیت ہے جو آپؐ بارہا کیا کرتے کہ اے اللہ مجھے زندگی میں مسکین رکھ اور میری موت بھی مسکینیت میں ہو اور مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھائیں)۔

(۳) وصال کے وقت ایسے کپڑوں کا استعمال غایتِ درجہ کی تواضع وعبدیت پر حمل کیا جا سکتا ہے جیسے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ای تواضعاً وانکساراً وعبودیۃ وافتقاراً (یعنی تواضع انکساری، عاجزی، عبودیت اور احتیاج کے لئے) حالانکہ فتوحات کے دروازے کھل چکے تھے وسعت بھی آ گئی تھی اسلامی ریاست بھی قائم ہو چکی تھی خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کے مالی حالات بھی مستحکم ہو گئے تھے پھر فتح مکہ کے بعد دوسرے ممالک سے ہدایا اور سلاطین سے تحائف کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا مگر آپؐ کا وہی حال رہا جو پہلے تھا اور یہ حال اختیاری تھا امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ باب میں اور اس نوع کی تمام احادیث کا مدلول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض ...

Marfat.com
Marfat.com

باریک عمدہ کپڑا ایسا اوقات عجب غرور اور تکبر پیدا کرتا ہے جبکہ موٹا سادہ اور فقیرانہ لباس تواضع وانکسار اور عبدیّت کا باعث بنتا ہے اس لئے تو حضور ﷺ نے ان دو (پیوند لگی چادر اور موٹا تہبند) کا پہننا پسند فرمایا قال النووی ھذا الحدیث وامثالہ یبین ماکان علیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِن الزھادۃ فی الدنیا ولذاتھا والاعراض عن اغراضھا وشھواتھا حیث اختار لبسھما (جمع ص ۲۱۱) (۴) وفیہ دلیل علی ان الفقیر الصابر افضل مِن الغنی الشاکر (جمع ص ۲۱۱) (اور اس میں دلیل ہے کہ فقیرِ صابر درجہ اور مرتبہ میں غنیِ شاکر سے بڑا اور افضل ہے) بعض بدنصیب یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں غنی اور مالدار ہو گئے تھے حکومت قائم ہوئی تو دنیادار ہو گئے اور عیش وتنعم میں رہنے لگے اس حدیث میں ان پر کھلا رد ہے یہ بجا ہے کہ اسلامی ریاست قائم ہوئی فتوحات کے دروازے کھلے مگر آپ ؐ کا حال وہی تھا جو پہلے تھا نعم ظھر لہ الملک والغنیٰ ولکن اختار الفقر والفناء لیکون متبعا لجمھور الانبیاء ومتبعاً لخلاصۃ الاولیاء والاصفیاء (جمع ص ۲۱۱) (ہاں اسلامی مملکت اور مالداری کے حصول کے باوجود آپ ؐ نے فقیرانہ، زاہدانہ زندگی کو اس لئے پسند اور اختیار فرمایا تاکہ انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ کی تو تابعداری کرنے والے اور اولیاءِ کرام کے لئے متبع ومقتدا بنیں)

تبرک بآثار الصالحین :

شیخ عبدالرؤف ؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آثار الصالحین اور ان کے ملبوسات وسامان سے تبرک حاصل کرنا مندوب ہے وفی الحدیث ندب حفظ آثار الصالحین والتبرک بھا من ثیابھم ومتاعھم (مناوی ص ۲۱۱) چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ ؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چادر مبارک اور تہبند مبارک کو بطور تبرک کے محفوظ رکھا جس میں آپ ؐ کا وصال ہوا تھا فرمایا کہ ان کے پاس ایک طیالسی جبہ بھی تھا جسے آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا تھا اس کے گریبان پر ریشم کا کام ہوا تھا فکانت عندھا یستشفی المریض بھا کما اخبرت بذالک اسماء فی حدیثھا فی مسلم (مناوی

Marfat.com
Marfat.com

ص ۲۱۱) (وہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا مریض اور بیمار لوگ اس کے وسیلہ سے اپنی شفا طلب کرتے جیسے کہ حضرت اسماءؓ سے اس کی خبر مسلم شریف میں منقول ہے)

(۱۱۵/۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ اَخْبَرَنَا اَبُوْدَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّتِيْ تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ بِالْمَدِيْنَةِ اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِيْ يَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهُ اَتْقٰى وَاَبْقٰى فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ قَالَ اَمَالَكَ فِيَّ اُسْوَةٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهُ اِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ .

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے استاد محمود بن غیلان نے یہ حدیث بیان کی۔ ان کو اس روایت کی خبر ابوداؤد نے کی۔ انہوں نے شعبہ سے اور پھر انہوں نے اشعث بن سُلیم کے حوالے سے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے یہ روایت ان کے چچا کے حوالے سے اخذ کی (ان کا نام عبید بن خالد تھا) وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جارہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری و باطنی تکبر وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ ایک معمولی سی چادر ہے اس میں کیا تکبر ہوسکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

قال بینما ان امشی با لمدینة الخ امشی مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے استحضاراً للحال الماضیة (جمع ص ۲۱۱) (گذشتہ حال کے استحضار کے لئے) لفظ با بمعنٰی فی کے

Marfat.com
Marfat.com

ہے کما فی بعض النسخ (مواہب ص ۱۰۳) (جیسے کہ بعض نسخ شمائل میں (باء کے بجائے فی ہے) یعنی بینما امشی فی المدینۃ) اذا اِنسان خلفی یقول الخ اذا مفاجاۃ کے لئے ہے کسی شخص نے مجھے پیچھے سے آواز دی حین رأنی مسبلاً ازاری وغافلاً عن حسن شعاری (جمع ص ۲۱۲) (جس وقت آپ ؐ نے مجھے دیکھا کہ میں اپنے تہبند کو (ٹخنوں) سے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں اور میں اسے اپنا اچھا شعار بنانے سے غافل تھا) ارفع ازارک یعنی زمین سے تہبند کو اوپر کرو فانہ اتقیٰ وابقیٰ کہ ایسا کرنے میں تقویٰ بھی ہے تحفظ وبقا بھی' تقویٰ تو اس لئے کہ اس سے کبر' خیلاء' عجب' ریا اور خود پسندی کی نفی ہوتی ہے ۔ للبعد عن الکبر والخیلاء (مواہب ص ۱۰۳) (بعض نسخوں میں انقی مذکور ہے جو النقاء سے ہے ای انظف مِن الوسخ (جمع ص ۲۱۲) (یعنی کہ میل کچیل سے صاف ستھرا ہوگا) ابقیٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ تہبند دیر تک چلے گا اور اگر زمین پر گھسٹتا رہا تو جلدی پھٹ جائے گا نصف ساقین تک ازار رکھنا یہ تقویٰ کے مطابق ہے اخروی فائدہ ہوا اور ازار کے پاؤں کے نیچے آنے سے بچنے میں تحفظ دنیوی کا فائدہ ہے یہ انقی ہوا اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اپنے کپڑوں کی حفاظت' صفائی اور ان کی دیکھ بھال پر توجہ دینی چاہئے لان اھمالہ تضییع واسراف (مواھب ص ۱۰۳) (اس لئے کہ اس کو ویسے مہمل چھوڑ دینے میں اسراف اور کپڑے کا ضیاع ہے)

بردۃ ملحاء :

فالتفت فاذا ھو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللّٰہ انما ھی بردۃ ملحاء ۔یعنی میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ای نظرت الی ورائی (جمع ص ۲۱۲)
تو اچانک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں عرض کیا ھی بردۃ ملحاء .ملحاء املح کی تانیث ہے۔
(۱) والملحۃ (بالضم) بیاض یخالطہ سواد (جمع ص ۲۱۲) (اور الملحۃ (میم کے ضمہ کے ساتھ) ایسی سفیدی جس کے ساتھ سیاہی (کالے پن) کی ملاوٹ ہو) کو کہتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں (۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ ملحاء سفید اور کالی دھاریوں والے کپڑے کو کہتے ہیں (۳) وقیل مافیه البیاض اغلب (جمع ص ۲۱۲) (اور بعض کہتے ہیں کہ جس میں سفیدی غالب ہو) صحابی کی غرض یہ تھی کہ معمولی سی چادر ہے اگر اس کا پلو نیچے لگ بھی جائے تو بظاہر کوئی حرج نہیں لا خیلاء فیها وان امر بقائها ونقائها سهل (جمع ص ۲۱۳) (اس میں تکبر اور فخر والی بات نہیں۔ باقی رہا اس کے تحفظ بقاء اور صفائی کا معاملہ تو یہ آسان ہے) اور ایک معنیٰ یہ بھی محتمل ہے کہ یہ تو دھاریدار خوشنما چادر ہے ہم اسے شوق سے پہنتے ہیں اگر یہ نیچے گھسٹ بھی جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں والمراد به بردة سوداء فیها خطوط بیض یلبسها الاعراب لیست من الثیاب الفاخرة (مواهب ص ۱۰۳) پھر یہ ایسا کپڑا بھی نہیں جس کو خصوصی محفلوں میں اہتمام سے پہنا جائے انما هو ثوب مهنة لاثوب زینة (مواهب ص ۱۰۳) (بیشک وہ تو محنت و مزدوری میں استعمال کا کپڑا ہے نہ کہ زینت وغیرہ کے لئے)۔

امالک فیّ اسوة :

امالک فیّ اسوة حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے لئے میرا نمونہ کافی نہیں ہے اور کیا میرے طرز عمل میں تیرے لئے نمونہ نہیں ہے اسوة بمعنیٰ قدوة اور متابعت کے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم اپنے کیئے کی توجیہ بیان کر رہے ہو اور جوازِ فعل کے لئے سند ڈھونڈ رہے ہو یہاں یہ بات نہیں چلے گی اللہ پاک کا صریح حکم ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة (تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ (کے اقوال و افعال) میں بہترین نمونہ ہے) ارشاد باری تعالیٰ ہے من یطع اللہ ورسوله فقد فاز فوزاً عظیما (جو شخص کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ بڑی کامیابی سے فیض یاب ہوا) اور یہ بھی فرمایا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (جس نے رسولؐ کی اطاعت کی تو اس نے (درحقیقت) اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند باندھنے میں فقط میری ہی اتباع کرو اور بس۔

Marfat.com
Marfat.com

تہبند کا شرعی طریقہ:

امام نوویؒ فرماتے ہیں نصفِ ساقین تک ازار کا اسبال مستحب ہے نصفِ ساقین سے کعبین تک بلا کراہت جائز ہے اور جو کعبین پر لٹکا دیا جائے اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے فان کان للخیلاء فممنوع منع تحریم والا فمنع تنزیه (جمع ص ۲۱۵) وفی معنی الازار القمیص وکل ملبوس واما المرأة فیسن لها جره علی الارض قدر شبر و اکثره ذراع (مواهب ص ۱۰۳) (اور تہبند کے حکم میں قمیص اور ہر ملبوس ہے اور عورت کے لئے (قمیص اور ازار وغیرہ میں) ایک بالشت کی مقدار کا زمین پر کھینچ کے چلنا سنت ہے اور زیادہ ایک ہاتھ تک)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وینبغی ان یعلم ان فی معنی الازار القمیص وسائر الملبوسات وانما خص الازار بالذکر بناء علی القضیة الاتفاقیة او خرج الکلام مخرج الغالب فان غالب ملبوساتهم کان ازاراً (جمع ص ۲۱۵) (اور یہ بھی معلوم کرنا مناسب ہے کہ تہبند کے حکم میں قمیص اور باقی سب ملبوسات ہیں باقی حدیث شریف میں تہبند کی تخصیص یا تو ویسے اتفاقی ہے یا پھر ان کی عام عادات کے مطابق کلام استعمال کیا گیا کیونکہ ان کی غالب ملبوسات تہبند ہی ہوتے تھے) کما قال النبی صلی الله علیه وسلم الاسبال فی الازار والقمیص والعمامة من جرّ منها شیئاً لم ینظر الله الیه یوم القیامة (مشکوۃ ص ۳۷۴) (جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسبال (شرعی حد سے زیادہ لٹکانا) تہبند قمیص اور پگڑی میں ہے۔ جو کوئی شخص ان میں حدود شرعی سے زیادہ لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماویں گے)۔

خواص کے لئے حضرت مدنیؒ کی تنبیہ:

خلاصہ یہ کہ تہبند کو ٹخنوں پر لٹکانا گناہ ہے مگر آج عوام تو عوام خواص بھی اسی میں مبتلا ہیں بعض اہل علم تو تاویلات بھی کرتے ہیں اور جواز کے لئے دلائل پیش کرتے ہیں اور خلاف سنت فعل کو مستحسن ثابت کرتے ہیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرمایا

Marfat.com
Marfat.com

کرتے کہ جب حضرت امام مالکؒ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ نظافت کا اہتمام کرتے ہیں اور ہمیشہ خوش پوشاک رہتے ہیں قیمتی اور عمدہ لباس پہنتے ہیں تو انہوں نے فرمایا نفعل ونستغفر، یعنی ہم یہ کام کرتے بھی ہیں اور اس سے استغفار بھی پڑھتے ہیں تاویل کا سہارا لیکر نفس کو اترانے سے بچالیا نہ یہ کہ ایک تو گناہ کرنا دوسرا اس کے لئے سندِ جواز ثابت کرنا تو دوہرا گناہ ہے اللہ پاک سب کی حفاظت فرماوے۔ ویسے تو صاف ستھرے عمدہ لباس کو (جبکہ اس میں ارتکاب گناہ نہ ہو) بہت سے مشائخ اور اکابر نے پسند فرمایا ہے بلکہ جس کی توفیق ہو اور استعمال نہ کرے تو آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا کہ فاذا اتاک اللّٰہ مالاً فلیر اثر نعمة اللہ علیک و کرامته (مشکوۃ ص ۳۷۵) (جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت سے نوازا ہے تو پھر اللہ کی نعمت واحسان کا اپنے اوپر کچھ اظہار بھی کرنا چاہئے)۔

(۱۱۶/۳) حَدَّثَنَا سُوَیْدُبْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُبَیْدَةَ عَنْ اِیَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ عُثْمَانُ یَأْتَزِرُ اِلیٰ اَنْصَافِ سَاقَیْهِ وَقَالَ هٰکَذَا کَانَتْ اِزْرَةُ صَاحِبِیْ یَعْنِیْ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن نصر نے یہ روایت بیان کی ان کو یہ روایت عبداللہ بن مبارک نے موسیٰ بن عبیدۃ کے واسطہ سے بیان کی انہوں نے یہ روایت ایاس بن سلمۃ بن اکوع سے ان کے باپ کے حوالے سے اخذ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

راویان حدیث (۳۰۵) موسیٰ بن عبیدۃؒ اور (۳۰۶) ایاس بن سلمہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمانؓ کا اہتمامِ سنت :

کان عثمان یأتزر الی انصاف ساقیه یعنی حضرت عثمانؓ اپنا تہبند پنڈلیوں کے نصف تک

Marfat.com
Marfat.com

لٹکایا کرتے تھے والسباق مابین الرکبة والقلم (مواهب ص ۱۰۳) (اور "پنڈلی" گھٹنے اور قدم کے درمیانی جگہ ہے) یاتزر ای یلبس الازار ویرخیه (جمع ص ۲۱۳) (یاتزر یعنی تہبند پہنتے اور اس کو لٹکاتے تھے) جمع سے مافوق الواحد مراد ہے بقرینتھا اضیف الیه وقیل فی جمع الانصاف اشارة الی التوسعة (جمع ص ۲۱۳) (بوجہ قرینے مضاف الیہ (یعنی ساقیہ) کے اور بعض نے اس کا استعمال بطور توسع کے (غیر جمع کے لئے) کیا ہے)

پھر اس کی توجیہ بیان فرماتے ھکذا کانت ازرة صاحبی ۔ (کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں) کہ اسی ہیئت وشکل پر میرے (محبوب ساتھی حضور ﷺ) کی لنگی تھی)۔

خلفاء راشدین کا طریقہ بھی سنت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی ۔ (تمہارے اوپر میری سنت (طریقہ) اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت پر عمل پیرا ہونا لازم ہے) حضرات صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت کو محفوظ بھی کیا اور اس پر عمل بھی کیا حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قال مااسفل مِن الکعبین من الازار فی النار (جمع ص ۲۱۵) (کہ تہبند کا ٹخنوں کے نیچے کا حصہ آگ میں ہوگا) حضرت عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے تہبند کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ تم نے بڑے واقف کار سے سوال کیا میرے پیغمبر نے فرمایا کہ مسلمانوں کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے اس کے نیچے ٹخنوں تک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ تہبند کا لٹکے گا وہ آگ میں جائے گا اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھیں گے (ابوداؤد)

(۱۱۷/۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِیْ اَوْ سَاقِهٖ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الْاِزَارِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاَسْفَلَ فَاِنْ اَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْاِزَارِ فِی الْكَعْبَيْنِ.

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے اس روایت کی خبر ابو الاحوص سے انکے باپ (ابی اسحٰق) کے حوالے سے دی۔ انہوں نے مسلم بن نذیر سے اخذ کی اور انہوں نے حذیفہ بن یمانؓ سے سنی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچے سہی اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں لہذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

راویان حدیث (۳۰۷) مسلم بن نذیرؒ اور (۳۰۸) حذیفہ بن الیمانؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

عضلة کا معنیٰ و تشریح:

اخذ بعضلة ساقی اوساقه الخ عضلة : طلحة کے وزن پر ہے ہر اس پٹھے کو کہتے ہیں جو گوشت سے پُر ہو کل لحمة مجتمعة فی عصب (جمع ص ۲۱۴) کو کہتے ہیں وھی ھنا اللحمة المجتمعة اسفل مِن الرکبة مِن مؤخر الساق (جمع ص ۲۱۴) (اور اس (عضلہ) سے مراد یہاں وہ پُر گوشت پٹھا جو گھٹنے سے نیچے پنڈلی کا آخری حصہ) لفظِ او کا مدلول شک حذیفہ کو نہیں بلکہ حذیفہ کے بعد والے راوی کو ہے کیونکہ بعض نسخوں میں اخذ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسفل مِن عضلة ساقی (کہ نبی کریم ﷺ نے میری پنڈلی کے نچلے پُر گوشت حصہ کو پکڑا) منقول ہے بغیر شک کے ملا علی قاریؒ نے جمع الوسائل ص ۲۱۴ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

موضع الازار :

فقال ھذا موضع الازار یعنی تہبند باندھنے کا یہ مقام ہے ای طرفه اونھایة موضع الازار (مناوی ص ۲۱۴) ای ھذا محل موضع طرف الازار فھو علی تقدیر مضاف (مواھب ص ۱۰۴) (یعنی یہ جگہ تہبند کے پلو کا محل ہے پس یہ عبارت بصورت تقدیر مضاف (طرف) ہے) فان ابیت ... اگر تم کو اس قدر اونچا تہبند باندھنا پسند نہ ہو ای امتنعت مِن قبول

Marfat.com
Marfat.com

النصیحة المتضمنة للعمل بالاکمل والا فضل واردت التجاوز عن العضلة فاسفل (یعنی اگر تو ایسی نصیحت کا انکار کرتا ہے جو اکمل اور افضل صورت پر عمل کو متضمن ہے اور تیرا ارادہ (حضورؐ کی بتائی ہوئی جگہ ہے) تجاوز کرنا ہے تو پھر ذرا اسی سے نیچے سہی) یعنی عضلة سے نیچے کی پنڈی بھی اس کا موضع ومقام ہے کعبین کے قریب تک فان ابیت . اگر اس سے بھی انکار ہو اور طریقہ مسنون سے تجاوز ہو تو پھر خیلاء ہے تکبر ہے غرور ہے اور سنت کی مخالفت ہے فلاحق للازار فی الکعبین ای فی وصوله الیهما والمعنیٰ اذا جاوز الازار الکعبین فقد خالفت السنة . (جمع ص ۲۱۴) (تو تہبند کا ٹخنوں میں کوئی حق نہیں یعنی تہبند کو ٹخنوں تک پہنچانے کا مطلب یہ نکلا کہ جب تہبند ٹخنوں سے متجاوز ہو تو پھر آپ نے سنت کی مخالفت کی)

یہ بات بھی عرض کی جا چکی ہے کہ علماء کرام نے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ٹخنے میں پھوڑا پھنسی ہو یا پاؤں میں اور مکھی وغیرہ بیٹھتی ہو یا گرد وغبار کا اندیشہ ہو تو بغرض حفاظت وضرورت ازار کا لٹکانا جائز ہے۔ کما اذن النبی صلی الله علیه وسلم لعبدالرحمٰن بن عوف والزبیر بن العوام فی لبس قمیص الحریر من اجل حکة کانت بها رواه البخاری (جمع ص ۲۱۴، مشکوۃ ص ۳۷۴) (جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام کو ریشمی قمیص پہننے کی اجازت بوجہ اس کھجلی (خارش) کے جو ان دونوں میں تھی)

خلاصہ بحث:

علامہ ملا علی قاریؒ قاضی عیاض اور عراقی سے نقل کرتے ہیں وقد نقل القاضی عیاض کراهة کل مازاد علی العادة من الطول والسعة وتبعه الطبری وقال العراقی حدث للناس اصطلاح وصار لکل صنف من الخلائق شعار یعرفونه به فمهما کان ذلک بطریق الخیلاء فلا شک فی تحریمه وما کان علی سبیل العادة فلا یجری النهی فیه مالم یصل الی حد الاسراف المذموم (جمع ص ۲۱۶) (اور تحقیق قاضی عیاضؒ نے ہر اس لباس کی جو عام (لوگوں کی) عادت سے طول وعرض میں زیادہ ہو کراہت نقل کی ہے اور امام

Marfat.com
Marfat.com

طبری ؒ نے بھی اس سلسلہ میں ان کی اتباع کی ہے اور علامہ عراقی ؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی لباس کے سلسلہ میں ایک اصطلاح اور عادت بن چکی ہے اور ہر ایک قوم اپنے طور وطریق کے مطابق اسے اپنا شعار بنائے ہوتی ہے پس جب کبھی یہ بطور فخر وریاء اور تکبر کے ہو تو اس کی حرمت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ البتہ جو بطورِ عادت کے استعمال ہوتا ہے تو اس میں کسی قسم کی شرعی ممانعت نہیں ہے اگر وہ اسرافِ مذموم کی حد تک نہ پہنچا ہو)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت پسندی :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی طہارت ونظافت کو پسند فرماتے تھے اور امت کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے آپ ؐ کی اسی طبیعت اور صفائی پسندی کا اثر تھا کہ آپ ؐ کا کپڑا میلا نہیں ہوتا تھا۔ شیخ عبدالرؤف ؒ لکھتے ہیں کہ آپ ؐ کے کپڑے میں کبھی بھی جوئیں نہیں پڑیں ان ثوبہ لا یقمل (مناوی ص ۲۱۶)

ملا علی قاری ؒ نے بھی لکھا ہے ومن خواصہ ان ثوبہ لم یقمل (جمع ص ۲۱۶) (حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ؐ کے کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں)

امام فخر الدین رازی ؒ فرماتے ہیں کبھی بھی آپ ؐ کے کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی اور نہ کبھی مچھر نے آپ کو کاٹا ان الذباب لم یقع علی ثوبہ قط ولا یمص دمہ البعوض (مناوی ص ۲۱۶)

==============================

Marfat.com
Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس ﷺ کی رفتار مبارک کا تذکرہ

خوبی رفتار :

مشیة ! مشی مصدر ہے، بمعنی گزرنے اور چلنے کے آتا ہے۔ بروزنِ فِعلة ، جیسے سدرة، کیفیت اور حالت کی ترجمانی کرتا ہے۔ ما يعتاده الانسان من المشي و قيل هيئة المشي (مناوی ص ۲۱۶) (علامہ مناویؒ مشیة کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو عام طور پر انسان چلتے رہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ چلنے اور رفتار کی ہیئت اور شکل کو مشیة کہتے ہیں) ویسے تو حلیہ مبارک کی روایات میں آپ ﷺ کی رفتار مبارک کا ذکر تبعاً آچکا ہے، مگر اس ترجمة الباب کے انعقاد کی وجہ آپ ﷺ کی رفتار کی کیفیت (ہلکی، درمیانی یا تیز) اور اس کی حسن وخوبی کا مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے ....

عالم ہمہ یغمائے تو، خلقِ جہاں شیدائے تو
آن نرگسِ شہلائے تو، آوردہ رسم دلبری

(حاصل ترجمہ : سارا جہان آپ ﷺ کے طفیل سے وجود میں آیا تمام مخلوق آپ ﷺ پر فدا ہوتی ہے آپ ﷺ کی خوبصورت نرگسی آنکھوں سے دنیا میں دلبری کی رسم قائم ہوئی ہے)

فارسی کے اس شعر کا گویا اردو کا یہ شعر ترجمہ ہے ....

ساری دنیا مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر حیران ہے
کیسے ہو گا وہ مصور جس کی یہ تصویر ہے

Marfat.com
Marfat.com

(۱۱۸/۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِیْعَةَ عَنْ اَبِیْ یُوْنُسَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَارَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مِشْیَتِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہمارے استاذ قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر ابن لہیعہ نے ابی یونس کے واسطہ سے دی اور انھوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا، (چمک اور روشنی چہرہ مبارک پر اس قدر تھی) گویا کہ آفتاب آپؐ ہی کے چہرے میں چمک رہا ہے۔ میں نے آپؐ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا، زمین گویا لپٹی جاتی تھی (کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں) ہم لوگ آپؐ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپؐ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔

راویان حدیث (۳۰۹) ابن لهیعہؒ (۳۱۰) ابو یونسؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حسنِ کامل :

مارأیت شیئًا احسن من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الخ، رأیت بمعنی علمت اور ابصرت کے ہے والا ول ابلغ (مناوی ص ۲۱۷) (حدیث میں لفظ رائیت یا تو بمعنی علمت (میں نے پہچانا) یا بمعنی ابصرت (میں نے دیکھا) کے ہے اور پہلا معنی زیادہ فصیح و بلیغ ہے) شیخ بیجوریؒ بھی لکھتے ہیں۔ ورأی اما علمیة و اما بصریة والا ول ابلغ (مواهب ص ۱۰۴) (اور رأی یا بمعنی رویت علمی ہے یا بصری پہلی صورت یعنی رویت علمی (بمعنی جاننے کے) زیادہ بلیغ ہے) شیئًا کی تنوین تنکیر کے لیے ہے بمعنی عموم کے اور نکرہ تحت النفی ہے، تو خاص انسان مراد نہیں ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپؐ ہر چیز سے خوبصورت تھے والمعنی انه احسن مما عداه (جمع ص ۲۱۷) اور مطلب یہ کہ آپؐ اپنے ماسوا

Marfat.com
Marfat.com

سب چیزوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔

جمال رخ انورؐ :

کأنّ الشمس تجری فی وجهه گویا سورج آپؐ کے چہرۂ انور میں چل رہا ہے یعنی چمک رہا ہے۔ شبه جریان الشمس فی فلکها بجریان ماء الحسن و نضارته و رونقه فی وجهه ﷺ اوشبه لمعان وجهه و ضوئه بلمعانها و ضوئها و قصده اقامة البرهان علیٰ احسنیته و خص الوجه لانه الذی فیه تظهر المحاسن ولکون حسن البدن تابعاً لحسنه غالباً (مناوی ص ۲۱۷) (ابوھریرہؓ نے سورج کے اپنے مدار میں چلنے کو اس صاف و شفاف تروتازہ پانی سے تشبیہ دی جو حضور ﷺ کے چہرہ مبارک میں جاری ساری ہو اور یا آپؐ کے چہرہ مبارک کی روشنی اور چمک کو سورج کی روشنی اور چمک سے تشبیہ دی ہے اور اس تشبیہ دینے سے غرض حضور پاک ﷺ کی انتہائی خوبصورتی پر حجت اور دلیل قائم کرنا ہے اور چہرہ کی تخصیص اس لیے کی کہ یہ سب محاسن کا مظہر ہے اور اس لیے بھی کہ سارے بدن اور اعضاء کا حسن عام طور چہرے کے حسن ہی کا تابع ہوتا ہے۔ و یحتمل ان یکون من تناهی التشبیه بجعل و جهه مقراً و مکاناً للشمس (جمع ص ۲۱۷) (اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تناہی فی التشبیہ کے قبیل سے ہو (یعنی مشبہ کو عین مشبہ بہ سے تعبیر کر دینا) یعنی حضور ﷺ کے چہرے مبارک کو سورج کی قیام گاہ و قرارگاہ قرار دیا جائے) جس کی تائید ربیع بنت معوذؓ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے، لو رأیته لرأیت الشمس طالعة (جمع ص ۲۱۷) (کہ اگر آپ لوگ حضور ﷺ کو دیکھتے تو ایسے ہی دیکھتے جیسے سورج نکلا ہوا ہے) ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے بے تکلفی کے ایک موقع پر بڑے لطیف انداز سے حضور اقدس ﷺ کو دور جاہلیت کے مشہور شاعر ابو کبیر ھذلی کے کہے ہوئے رنگین تغزل کے جلوہ اس شعر کا مصداق ٹھہرایا [illegible] (۱۰۱ [illegible])

وإذا نظرت إلى أسرة وجهه برقت كبرق العارض المتهلل

(جب میں نے ان کے روئے تاباں پر نظر ڈالی تو ان کی شان درخشندگی ایسی تھی جیسے کہ ابر میں بجلی کوندتی ہو) چہرۂ انور کی خصوصیت کے ذکر اور اس کے حسن و جمال کے تذکرہ کی

Marfat.com
Marfat.com

بھی ظاہر ہے کیونکہ چہرہ سے تمام محاسن کا اظہار ہوتا ہے۔ لان حسن البدن تا بع لحسنہ وجہ غالباً (جمع ص ۲۱۷) (اس لئے کہ بدن اور جسم کی خوبصورتی اکثر چہرے کے حسن کے تابع ہوتی ہے)

احقر کا ارادہ ہے کہ شرح شمائل ترمذی کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ جمالِ محمدؐ کے عنوان سے سیرتِ رسولؐ پر کام کیا جائے کہ یہی باعث نجات بھی ہے۔ اللہ! اسی پر زندگی دے اور یہی موت ہے

نصاب حسن در حد کمال است زکوتم دہ کہ مسکینم فقیرم

(آپؐ کا حسن حد کمال تک پہنچا ہوا ہے، مجھے زکوۃ عنایت فرماویں کیونکہ میں مسکین فقیر ہوں (یعنی چونکہ آپ کے حسن علوم نبوت وغیرہ میں کمال ہی ہے اس لئے مجھے بھی معرفت الٰہیہ سے کچھ بطور زکوۃ دینا چاہیئے)

حُسنِ رفتار :

ومارایت الخ آپؐ کی رفتار مبارک اس قدر تیز تھی۔ کانما الارض تطوی لہ (گویا زمین آپؐ کے لیے لپیٹی جارہی ہے) ای تجمع و تجعل مطویۃ تحت قدمیہ (مناوی ص ۲۱۷) (یعنی ساری زمین کو اکٹھا اور لپیٹ کر آپؐ کے قدموں میں ڈالا گیا)

اکتراث کا معنی توجہ کرنا ہے۔ اس کا استعمال ہمیشہ نفی کے ساتھ آتا ہے۔ اثبات کے ساتھ قلیل اور نادر استعمال ہوتا ہے۔ غیر مکترث بمعنی بغیر کوشش وتوجہ کے علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں: واستعمال مکترث فی النفی ھو الاغلب وفی الاثبات قلیل شاذ (مواھب ص ۱۰۵) ملا علی قاریؒ نے اس کا معنی غیر مبال سے کیا ہے (جمع ص ۲۱۷) والحاصل ان سرعتہ فی مشیتہ کانت من کمال القوۃ لامن حیث الجھد والمشقۃ والعجلۃ .

(جمع ص ۲۱۸) (خلاصہ بحث یہ نکلا کہ آپؐ کے چلنے میں تیز رفتاری یہ (روحانی) قوت کے کمال کیوجہ سے تھی نہ کہ قصداً محنت ومشقت اور جلدی سے چلنے میں)

(۲/۱۱۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ

Marfat.com
Marfat.com

عُمَرَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ مَوْلٰی غُفْرَۃَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وُلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَشٰی تَقَلَّعَ کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ فِیْ صَبَبٍ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث علی بن حجر اور بہت سے لوگوں کے واسطہ سے پہنچی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس سے ملی۔ ان تک یہ روایت عمر بن عبداللہ سے پہنچی جو کہ غفرۃ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن محمد نے یہ حدیث بیان کی، جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے تو یوں کہتے کہ جب آپؐ چلتے ہیں، تو قوت سے پاؤں اٹھا کر چلتے، گویا کہ ڈھلوان میں اُتر رہے ہیں''۔ ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپؐ کا ذکر فرماتے، تو یہ فرماتے کہ جب آپؐ چلتے تھے، تو ہمت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے (عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا اونچائی سے اُتر رہے ہیں۔

تقلع کا معنیٰ :

قال کان علی...... اس حدیث کا مفہوم اور اس کی شرح پہلے باب میں گذر چکی ہے۔
تقلعَ: درخت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دینے کو کہتے ہیں۔ من قلع الشجرۃ اذا نزعھا من اصلھا ای مشی بقوۃ و دفع کامل (جمع ص ۲۱۸) (تقلع کا اشتقاق اور مادہ قلع الشجرۃ سے ہے یعنی جب درخت کو جڑ سے ہی نکال دیا جائے یعنی آپؐ پوری قوت و ہمت اور وقار سے چلتے تھے) کیونکہ تقلع زمین سے قوۃ اور ہمت سے پاؤں اٹھانے اور وقار و تمکنت سے چلنے کو کہتے ہیں۔ وھی مشیۃ اُولی العزم والھمۃ والشجاعۃ وھی اعدل المِشیات واروحھا للاعضاء (زاد المعادج ا ص ۵۹) (اور اس قسم کی ہیئت و شکل سے چلنا بہادر اور عزم و ہمت والے لوگوں کی چال و رفتار ہے اور یہ چلنے کے اقسام میں سب سے معتدل اور اعضاء کو آرام

Marfat.com
Marfat.com

پہنچانے والی ہے) ناز ونخرہ اور فخر وغرور سے چلنا ناپسندیدہ چال ہے، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ ہے۔ جیسے کہ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا بینما رجل یتبختر فی بردین وقد اعجبته نفسه خسف به الارض فهو یتجلجل فیها الی یوم القیامة. (مشکوٰۃ ص۴۰۴) کوئی ایک شخص اپنی دو چادروں میں بڑے ناز ونخروں اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے جا رہا تھا کہ زمین اسکے ساتھ دھنس پڑی پس وہ دھنستا اور گھستا جائیگا اسمیں قیامت تک (مشکوٰۃ) ینحط بمعنیٰ ینزل کے ہے، ای کانما ینزل فی منحدر۔ (مواہب ص۱۰۵) گویا کہ اونچائی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔

(۳/۱۲۰) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبِىْ عَنِ الْمَسْعُوْدِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حدیث سفیان بن وکیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس روایت کی خبر میرے باپ نے مسعودی کے حوالے سے دی۔ اُن کو یہ حدیث عثمان بن مسلم بن ہرمز سے ملی۔ اُن کو یہ روایت نافع بن جبیر بن مطعم کے ذریعہ سے پہنچی اور وہ اس کو حضرت علی بن طالبؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے تو جھک کر چلتے تھے گویا کہ ڈھلوان میں اُتر رہے ہیں''۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے چلتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔ اس حدیث کی بحث بھی پہلے باب میں تفصیل سے گذر چکی ہے۔ تکفا الخ معناه انه یمیل الی امامه لیرفع رجله من الارض بکلیته لامع اهتزاز وتکسر کهیئة المختال (مواہب ص۱۰۵) (اس کا معنی یہ ہے کہ آپؐ ذرا آگے کی طرف جھکتے تا کہ زمین سے اپنا پاؤں مکمل طور پر اٹھائیں نہ بدن کو حرکت دیئے اکڑتے ہوئے متکبرین کی چال)

Marfat.com
Marfat.com

مشیۃ کے اقسام:

علامہ ابن قیم نے حضور ﷺ کی رفتار مبارک جس کا تذکرہ احادیث میں ہے کے متعلق فرمایا کہ قال غیر واحد من السلف بسکینۃ ووقار من غیر تکبر ولا تماوت وھی مشیۃ رسول اللہ ﷺ الخ، بہت سے اسلاف اور بزرگوں نے حضور ﷺ کی رفتار مبارک کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ پورے اطمینان اور وقار کیساتھ چلا کرتے اس میں تکبر اور سستی کی چال نہیں ہوا کرتی تھی۔ پھر اس سلسلہ کے ضمن میں فرمایا کہ والمشیات عشرۃ انواع، ھذہ الثلاثۃ (ھون، تماوت، مھانۃ) منھا والرابع السعی والخامس الرمل وھو اسرع المشی مع تقارب الخطا و یسمی الخبب وفی الصحیح من حدیث ابن عمر ان النبی ﷺ خب فی طوافہ ثلاثا و مشی اربعا والسادس النسلان وھو العدو الخفیف الذی لا یزعج الماشی وفی بعض المسانید ان المشاۃ شکوا الی رسول اللہ ﷺ من المشی فی حجۃ الوداع فقال استعینوا بالنسلان۔ والسابع الخوزلی وھی مشیۃ التمایل وھی مشیۃ یقال ان فیھا تکسر او تخنثا۔ والثامن القھقری وھی مشیۃ الی وراء۔ والتاسع الجمزی مشیۃ یثب فیھا الماشی وثبا۔ والعاشر مشیۃ التبختر وھی مشیۃ اولی العجب والتکبر وھی التی خسف اللہ سبحانہ بصاحبھا لما نظر فی عطفیہ و اعجبتہ نفسہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ واعدل ھذہ المشیات مشیۃ الھون والتکفی۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۶۰) (کہ رفتار اور چلنے کی دس قسمیں ہیں تین تو وہی گذشتہ (ھون، تماوت، مھانہ) اور چوتھی قسم سعی اور پانچویں رمل ہے یعنی قدموں کو قریب قریب اٹھاتے ہوئے جلدی چلنا اور اسی کو دوڑنا اور کودنا کہا جاتا ہے اور ابن عمر کی صحیح روایت میں ہے کہ نبی کریم طواف کے تین چکروں میں ذرا تیز چلے اور چار چکروں میں اپنی طبعی رفتار میں گئے اور چھٹی قسم النسلان ہے یعنی تھوڑا تیز چلنا جو چلنے والے کو جب آدم اور تھکا دے نہیں اور بعض مسند روایات میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیدل چلنے والوں نے حضور ﷺ سے چلنے (میں تکلیف) کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنی رفتار میں نسلان سے استعانت حاصل کرو۔ ساتویں قسم الخوزلی ہے اور یہ ناز و نخرہ سے چلنا ہے کہا جاتا ہے کہ اس

Marfat.com
Marfat.com

چال میں لچک اور ٹوٹا پن سا ہوتا ہے۔ آٹھویں قسم کو قہقری کہتے ہیں یعنی الٹا چلنا نویں قسم الجمزیٰ ہے جس میں چلنے والا اچھل اور کود کود کر چلتا ہے اور دسویں قسم تبختر ہے یعنی متکبرانہ اور خود پسندانہ چال اور یہ چال متکبرین اور خود بین لوگوں کی ہے۔ (اور یہ تو وہی مبغوض اور ناپسندیدہ چلنا ہے) کہ اس چال پر چلنے والے کو جب اپنی دو خوبصورت چادروں کو دیکھ کر اپنی جان غرور تکبر سے اچھی لگی تو اسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسے دھنسایا کہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا اور گھستا چلا جائے گا (معاذ اللہ) اور ان سب رفتار اور چالوں میں ھون اور تکفی کی چال معتدل ہے۔

==========================

Marfat.com
Marfat.com

بَابَ مَاجَآءَ فِیْ تَقَنُّعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

باب! حضور اقدس ﷺ کے قناع کے بارے میں

(۱۲۱/۱) حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی اَخْبَرَنَا وَکِیْعٌ اَخْبَرَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ صَبِیْحٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَانَّ ثَوْبَہٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔

ترجمہ: ''امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یوسف بن عیسیٰ نے بیان کی۔ ان کے پاس اس روایت کی خبر وکیع نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر ربیع بن صبیح نے یزید بن ابان کے حوالے سے بیان کی۔ ان کے پاس یہ حدیث صحابی رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ کے واسطہ سے پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ اپنے سر پر کپڑا رکھتے تھے، جو کہ تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا''۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضورؐ کا کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

تقنّع کا معنیٰ وتشریح :

تقنع: کا معنی قناع کا پہننا وھو تغطیة الراس بطرف العمامة او برداء، اعم من ان یکون فوق العمامة اوتحتها .(جمع ص ۲۱۸)

ملا علی قاریؒ قناع کا معنی یہ لکھتے ہیں کہ پگڑی یا چادر کے طرف (پلو) سے سر کا چھپانا خواہ وہ پلو پگڑی کے اوپر ہو یا نیچے)

القناع کا استعمال :

یہاں تقنع سے مراد القناع کا استعمال ہے۔ القناع وہ کپڑا جو تیل لگانے کے بعد

Marfat.com
Marfat.com

سر پر ڈالا جائے تاکہ تیل کا اثر ٹوپی، عمامہ اور دیگر کپڑوں تک نہ پہنچے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، التقنع من اخلاق الانبیاء (مواھب ص۱۰۶) (کہ یہ قناع کا استعمال انبیاء کرامؑ کے عادات واخلاق میں سے ہے)

یکثر القناع.....الخ، قناع، فعال کے وزن پر ہے، بمعنیٰ دوپٹہ، رومال اور سر بند کے، نقاب، لثام اور حجاب بھی فعال کے وزن پر ہیں۔ تستر اور پردہ کے معنی میں جتنے الفاظ بھی آتے ہیں، وہ اکثر فِعال کے وزن پر ہوتے ہیں۔ خواتین کے سر ڈھانکنے کے لئے جو کپڑا استعمال ہوتا ہے، اسے خمار اور مردوں کے لئے قناع کا استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی قناع مرد وخواتین دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے..... وھو الخرقة التی تلقی علی الرأس بعد استعمال اللدھن لتقی العمامة من اللدھن شبھت بقناع المرأة. (مواھب ص۱۰۶) کپڑے کا ایک ٹکڑا جو سر پر تیل لگانے کے بعد اس لئے ڈالا جاتا ہے۔ تاکہ پگڑی کی تیل کی چکناہٹ سے حفاظت ہو اسکو عورت کی قناع (اوڑھنی سے تشبیہ دی گئی)

القناع کی دوصورتیں اور برکات :

یکثر القناع' القناع کا استعمال دوطرح پر ہوتا ہے(۱) عمامہ اور ٹوپی کے نیچے رکھا جائے تاکہ ٹوپی اور عمامہ تیل سے محفوظ رہیں۔ حدیث باب کا مدلول بھی یہی ہے۔ (۲) عمامہ کے اوپر رکھا جائے یہ بھی آپؐ سے ثابت ہے۔ ترمذی کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں آیا ہے کہ جب آپؐ تشریف لاتے، تو متقنع ہوتے تھے اور القناع عمامہ کے اوپر ہوتا تھا۔ لما ورد فی البخاری انه صلی الله علیه وسلم اتی بیت ابی بکر فی قصة الهجرة متقنعاً بثوبه و الظاهر انه کان متغشیا به فوق العمامة لا تحتها لانه کان مستخفیا من اهل مکة متوجهاً الی المدینة (جمع ص۲۱۸) (جیسے کہ بخاری شریف میں ہے کہ آپؐ ہجرت کے موقعہ پر جب ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے تو اپنی چادر سے قناع کئے ہوئے تھے اور ظاہر یہی ہے کہ آپؐ اسے پگڑی کے اوپر ڈالے اسمیں ڈھانپے ہوئے تھے نہ کہ پگڑی کے نیچے اسلئے کہ اسوقت آپؐ مکہ والوں سے چھپ کر مدینہ شریف جانے کے لئے متوجہ تھے۔ اس کو عربی میں طیلسان (حجازی رومال) کہتے ہیں۔ یہ عرب کی عادت تھی کہ عمامہ کے اوپر

Marfat.com
Marfat.com

رومال ڈالا جاتا ہے اور آج بھی مروّج ہے (مگر بغیر عمامہ کے)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کا بھی یہی معمول تھا، پھر علماءِ کرام کا شعار بن گیا۔ شیخ الیجوریؒ فرماتے ہیں کسی کو اس وقت تک القناع اور طیلسان نہیں استعمال کرنا چاہیے۔ جب تک کہ وہ تحصیل علم وحکمت کی تکمیل نہ کر لے۔ و فی خبر لا یتقنع الا من استکمل الحکمة فی قوله و فعله ویو خذمنه انه ینبغی ان یکون شعارا للعلماء یختص بهم لیعرفوا فیسألو اویمتثل امرهم ونهیهم وهذا اصل فی لبس طیلسان وله فوائد جلیلة کالا ستحیاء من الله والخوف منه اذ تغطیة الرأس شأن الخائف الذی لاناصر له ولامعین وکجمعه للتفکر لانه یغطی اکثر وجهه فیحضر قلبه مع ربه ویمتلئ بشهوده وذکره وتصان جوارحه عن المخالفات ونفسه عن الشهوات ولذلک قال بعض الصوفیة الطیلسان الخلوة الصغریٰ . (مواهب ص۱۰۶) (اور ایک حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اتنے تک قناع (حجازی رومال) کا استعمال نہ کر لے جب تک اپنے اقوال وافعال میں حکمت اور دانائی کے امور کی تکمیل نہ کر لے اور اسی سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مناسب ہے کہ یہ (قناع) علماء کے ساتھ خاص اور انکا شعار ہونا چاہیئے تا کہ وہ اس کے ذریعہ پہچانے جاویں تو پھر ان سے مسائل پوچھے جائیں اور مامورات ومنہیات میں ان کے اقوال وافعال کا امتثال اور اتباع کیا جائے۔ اور یہی بنیادی نقطہ طیلسان (حجازی رومال وغیرہ) کے پہننے میں ہے۔ اسکے علاوہ بھی اسکے بڑے فوائد ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے خوف وحیاء کرنا۔ کیونکہ سر کا چھپانا ایسے ڈرنے والے کی شان ہے جسکا بظاہر کوئی بھی ناصر اور مددگار نہ ہو۔

یا پھر اپنے منتشر تفکرات کو مجتمع کرنے کے لئے کیونکہ جب یہ رومال اسکا زیادہ تر چہرہ ڈھانپ لیتا ہے تو اس کو اپنے ربّ تعالیٰ سے استحضار قلبی کی دولت حاصل ہو جائیگی اور پھر اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی حضوری سے معمور ہو جائیگا اور اس کے اعضاء وجوارح اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اور اسکا نفس شہوات سے محفوظ ہو جائیگا۔ اس لئے تو بعض صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ طیلسان (ایک طرح کی) چھوٹی خلوت اور حضوری ہے

Marfat.com
Marfat.com

(مواھب ص:۱۰۶)

غرضِ اعادۂ حدیث:

یہ حدیث اس سے قبل باب الترجل میں بھی گذر چکی ہے۔ یہاں علیحدہ مستقل ترجمۃ الباب کے انعقاد سے مصنفؒ کی غرض القناع کے استعمال پر خصوصی تنبیہ ہے کہ آپ اس کا خصوصیت سے اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ کا القناع کثرتِ دھن کے باوجود پاک ہوتا تھا:

کان ثوبه ثوب زيّات: بصيغة النسبة اى بائع الزيت اوصانعه فان الغالب عليهما ان يكون ثوبهما ملهنا (جمع ص۲۱۹) مراد یہ ہے کہ جس طرح زیات یعنی تیل بیچنے والے یا بنانے والے کا کپڑا تیل سے چکنا رہتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قناع بھی گویا زیات کا کپڑا معلوم ہوتا تھا، مگر اس کے باوصف یہ آپؐ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ کا کپڑا نہ تو کبھی میلا ہوتا تھا، نہ آپؐ کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی، نہ مچھر اور کھٹمل آپ کا خون چوس سکتا تھا۔ یہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ مناویؒ نے علامہ رازیؒ سے نقل کیا ہے کہ مکھی بھی آپؐ کے کپڑوں پر کبھی نہیں بیٹھی۔

================================

Marfat.com
Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی ہیئت کے بیان میں

جلسة، کیفیت قعود اور هیئة الجلوس (بکسر الجیم اسم للنوع (جمع ص ۲۱۹) جِلسة (جیم کے کسرہ کے ساتھ) یہ ایک بیٹھنے کی قسم کا نام ہے ۔ قعود کھڑے ہونے سے بیٹھنے کو اور جلوس لیٹنے سے بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ بعض نے اس فرق پر نکیر بھی کی ہے، مگر ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وربما یفرق فیجعل القعود لما هو من القیام والجلوس لما هو من الاضطجاع علی ما فی القاموس (جمع ص ۲۱۹) (اور کبھی ان دونوں کے درمیان یہ فرق کیا جاتا ہے کہ قعود کھڑے سے بیٹھنے کو اور جلوس لیٹنے سے بیٹھ جانے کو کہتے ہیں جیسے کہ یہ قاموس (لغت کی کتاب) میں ہے۔

یہاں جلسہ کے مقابل میں قیام ہے، خواہ جلسہ بصورت بیٹھنے کے ہو یا بصورت اضطجاع کے ہو۔ مصنفؒ نے اس باب میں تین احادیث نقل کی ہیں، جن میں آپؐ کی نشست سے متعلق تفصیلات ہیں۔ دوزانو بیٹھنا چوکڑی مار کر بیٹھنا اور گوٹ مار کر بیٹھنا وغیرہ کی توضیح ہے۔ ہر ایسا طریقہ یا ہیئت جس سے غرور، کبر، نخوت ظاہر نہ ہو بلکہ عاجزی، تواضع، عبدیت، انکسار اور درماندگی نمایاں ہو، علماءِ کرامؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

عرب میں تہبند کا رواج تھا، شلوار کا استعمال بہت کم تھا۔ اس لئے ایسا طریقہ یا ہیئت جس سے کشفِ ستر ہو یا غرور و تکبر کا اظہار ہو، علماء نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ ہاں اگر کشفِ ستر نہ ہو اور تکبر کا اظہار بھی نہ ہو، تو علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱۲۲/۱) حَدَّثَنَا عَبْدُبْنُ حُمَیْدٍ اَنْبَاَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ عَنْ جَدَّتَیْهِ عَنْ قَیْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اَنَّهَا رَأَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی

Marfat.com
Marfat.com

الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَاءِ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد بن حمید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عفان بن مسلم نے۔ اُن کے پاس خبر دی عبداللہ بن حسان نے اپنی دادی اور نانی کے حوالے سے جنہوں نے قیلہ بنت مخرمہؓ سے روایت نقل کی، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے آپؐ کو اس عاجزانہ حالت میں دیکھا، تو میں دہشت کی وجہ سے کپکپا اُٹھی۔

القرفصاء کا معنی وتشریح:

انها رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المسجد وهو قاعد القرفصآء.

القرفصاء : (بضم القاف) قعود کی ایک خاص کیفیت ہے، دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور دونوں سرین پر بیٹھے اسے اکڑوں بیٹھنا اور ہاتھوں کے ٹانگوں کے گرد باندھنا اور گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں ۔ والقرفصاء قعدة مخصوصة على الاليتين متكأ ويلصق بطنه بفخذيه ويتابط كفيه (اتحافات ص ۱۶۹) اور (قرفصاء ایک ایسی مخصوص نشست ہے کہ جس میں دونوں سرین پر تکیہ لگائے بیٹھ کر اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چمٹاتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں کو بغل میں ڈال کر بیٹھنے کی کیفیت کو کہتے ہیں) عرب کے دیہاتی لوگ عموماً اس طرح بیٹھتے تھے۔ تاہم شیخ الیجوریؒ نے اس کی دو صورتیں نقل کی ہیں۔

(۱) بان يجلس على اليتيه ويلصق فخذيه ببطنه ويلصق يديه على ساقيه وهى جلسة المحتبى.

(کہ اپنی دونوں سرینوں پر بیٹھے اور اپنی رانوں کو پیٹ سے چمٹائے اور اپنے دونوں ہاتھ پنڈلیوں سے ملاتے ہوئے ان کا احاطہ کرے اور یہی احتباء (گوٹ مارنے) والے کی نشست ہے)

Marfat.com
Marfat.com

(۲) وقیل ان یجلس علی رکبتیه متکأ ویلصق بطنه بفخذیه ویتأبط کفیه وهی جلسة الاعراب (مواهب ص۱۰۷) (یہ کہ دونوں گھٹنوں پر تکیہ لگائے بیٹھے اور اپنے پیٹ کو رانوں کیساتھ چمٹائے اور اپنی ہتھیلیوں کو بغل میں ڈالے بیٹھے اور اسکو عرب دیہاتیوں کی نشست کہتے ہیں۔

بیٹھنے میں خشوع ومسکنت کا اظہار :

المتخشع فی الجلسة : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عاجزانہ حالت میں تھے۔ المتخشع: تفعّل کے باب سے ہے والتفعل لیس للتکلف بل لزیادة المبالغة فی الخشوع (مناوی ص۲۲۰) اور یہاں تفعّل کی خاصیت تکلف نہیں بلکہ خشوع میں مبالغہ اور زیادتی کرنے کے لئے مستعمل ہے۔ جیسا کہ متوحد، متقدس اور متکبر کے صیغے تکلف کے لئے نہیں بلکہ زیادتی، مبالغہ اور کمال کے لئے ہیں۔

الجلسة :ای فی هیئة جلسته و کیفیة قعدته (جمع ص۲۲۰) یعنی یہاں جلسہ سے مراد آپؐ کے بیٹھنے کی نوعیت اور ھیئت مقصود ہے) یعنی ایسا بیٹھنا تھا جس میں فقر ومسکنت احتیاج اور عبدیت کا اظہار تھا، جیسا کہ آپؐ کا ارشاد بھی ہے۔ اجلس کما یجلس العبدو اٰکل کما یاکل العبد. (میں ایسا بیٹھتا ہوں جیسے کہ ایک غلام بیٹھتا ہے اور میں تو ایسے کھاتا ہوں جیسے ایک غلام کھاتا ہے) شیخ البیجوریؒ اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں، ای الخاشع خشوعاً تاما فی جلسته تلک فهو خافض الطرف والصوت ساکن الجوارح (مواهب ص ۱۰۷) یعنی آپؐ اس نشست پر مکمل خشوع کیساتھ بڑی متواضع شکل میں بالکل سکون اور خاموشی سے نظریں جھکائے ہوتے تھے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو متمردین، سرکشوں، جبارین اور متکبرین کی ھیئۃ جلوس سے نفرت تھی من التربع والتمدد والاتکاء ورفع الرأس وشماخة الانف وعدم الالتفات الی المساکین و الاحتجاب عن المحتاجین (جمع ص۲۲۰) (یعنی چارزانو بیٹھنے انگڑائی لینے تکیہ لگائے بیٹھنے سر اٹھانے ناک بھوں چڑھانے اور مسکین اور محتاجوں کی طرف توجہ نہ کرنے اور ان سے حجاب میں رہنے کی صورتیں)

Marfat.com
Marfat.com

رعب کی وجہ کیا تھی ؟

ارعدت من الفرق، میں خوف اور رعب مارے کانپ اٹھی۔

(۱) رعب اور پھر کانپنے کی وجہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متخشع اور متفکر تھے۔ پھر یہ فکر بھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، جس کا منشأ کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے ان کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا ہو کہ مبادا امت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا، جس کی وجہ سے آپؐ اس قدر فکر مند ہیں اور ظاہر ہے کہ آپؐ کا فکر وہم تو ہمیشہ امت کے لئے ہوتا تھا۔

(۲) حضرات صوفیاءِ کرامؒ اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت بیٹھنے کی ہیئت، قلب مبارک پر توجہ کاملہ، ماسوی اللہ سے قطع نظر اور تجلیاتِ ربانی میں ارتکاز کی وجہ سے صفتِ جمال میں کمال اور صفت جلالت میں عظمت کو پہنچے ہوئے تھے، جس کی بدولت قیلہ بنت مخرمہ لرزہ براندام ہو گئیں (یہ وہی قیلہ بنتِ مخرمہ ہے، جن کا تفصیلی ذکر باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (باب وہ احادیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارے میں وارد ہوئے ہیں) بارہویں نمبر کی روایت میں گذر چکا ہے۔

تکمیلِ مضمون حدیث :

اس حدیث کا کچھ اور حصہ بھی ہے، جسے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ حضرت قیلہؓ کی یہ حالت خوف لرزہ دیکھ کر حاضرینِ مجلس میں سے کسی صاحب نے عرض کیا فقال لہ جلیسہ یا رسول اللہ ارعدت المسکینۃ حضور ﷺ کو مجلس میں سے ایک شخص نے کہا اے رسولؐ اللہ ارعدت المسکینۃ یعنی یہ مسکینہ تو خوف زدہ ہو گئی اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ خود حضرت قیلہؓ کہتی ہیں کہ میں آپؐ کے پشت پر پیچھے تھی۔ آپ ﷺ نے میری طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔۔ یا مسکینۃ علیک السکینۃ : اے مسکینہ! سکون اختیار کر، بس اتنا فرمانا تھا کہ ساری خوف و دہشت اور رعب و لرزہ جو مجھ پر

Marfat.com
Marfat.com

طاری تھا جاتا رہا۔ اذھب اللہ ما کان دخل قلبی من الرعب (جمع ص۲۲۰)(تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں جو خوف اور رعب تھا وہ بالکل ہی ختم کر دیا)

(۱۲۳/۲) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ اَنَّہٗ رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی اور بہت سے دوسرے لوگوں نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیان نے زہری کے حوالے سے، انہوں نے یہ روایت عباد بن تمیم سے ان کے چچا کے حوالہ سے نقل کی (چچا کا نام عبداللہ بن زید تھا) وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ بایں حالت کہ اس وقت حضورؐ اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔

راویان حدیث (۳۱۱) سعید بن عبدالرحمٰن المخزومیؒ (۳۱۲) عباد بن تمیمؒ اور (۳۱۳) عمہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

استلقاء کا معنی اور دو صورتیں:

انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیاً فی المسجد، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے۔

استلقاء: الاضطجاع علی القفا. (مواھب ص۱۰۷) استلقاء کے معنی گردن کے بل لیٹنا جسے عرفاً چت لیٹنا کہتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ انسان مستلقی بھی ہو اور نائم بھی ہو۔ و اضعا احدیٰ رجلیہ علی الاخریٰ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں بچھا کر ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھا ہوا تھا اور یہ جائز ہے کہ اس میں کشف عورت کا امکان نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ یہی لکھتے ہیں کہ ان یکون رجلاہ ممدودتین احداھما فوق الاخریٰ ولاباس بھذا فانہ لا ینکشف شیء من العورۃ

Marfat.com
Marfat.com

بھذہ الھیئة (جمع ص ۲۲۱) حدیث باب میں اسی صورت کا ذکر ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ انسان چت لیٹ جائے اور ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا پاؤں کھڑے گھٹنے پر رکھ دے۔ اسی حالت میں لیٹنا منع ہے کیونکہ اس ہیئت میں کشفِ ستر کا اندیشہ ہے، جب تہبند باندھا ہوا ہو، ان یکون ناصبًا رکبة احدیٰ الرجلین ویضع الرجل الاخریٰ علی الرکبة المنصوبة (جمع ص ۲۲۱) یہ صورت ممنوع ہے۔ حدیث نہی اس پر حمل ہے۔ "وھو مارواہ مسلم عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یستلقین احدکم ثم یضع احدیٰ رجلیہ علی الاخریٰ" (اور وہ حدیث امام مسلمؒ نے بروایت حضرت جابرؓ نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ چت لیٹے تم میں سے کوئی پھر اپنا ایک پاؤں کھڑا کر کے اس پر دوسرا پاؤں رکھے) ممانعت کی وجہ بھی اظہر ہے کہ تہبند بندھا ہو، تو ستر کھلنے کا احتمال قوی ہے۔ البتہ تہبند نہیں ہے اور شلوار پہنی ہے تو کشفِ ستر کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس سے دونوں احادیث مین تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے اور دونوں کا اپنا اپنا محمل اور مراد متعین ہو جاتی ہے۔

حدیث کی باب سے مناسبت :

البتہ بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ہیئت نشت سے کوئی تعلق نہیں ہے، تو پھر یہاں اندراج سے کیا فائدہ۔ علماءِ کرامؒ نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ راجح جواب یہ ہے کہ جلسہ سے مراد عام ہے، بیٹھنا بھی اور لیٹنا بھی۔ جب اس قسم کا لیٹنا کہ پاؤں کے اوپر پاؤں رکھا ہو، مسجد میں جائز ہے، تو بیٹھنا تو بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔ وفیہ جواز الاتکاء والاضطجاع والاستراحة فی المسجد مطلقاً . (جمع ص ۲۲۱) (اور اس حدیث سے مسجد میں تکیہ لگانا۔ لیٹنا اور آرام کرنا مطلقاً ہر صورت میں جائز ہے)

شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں ووجه ایراد الحدیث فی ھذا الباب یدل علی حل الجلوس بسائر کیفیاته بالاولی لان الاستلقاء علی الھیئة المذکورة اذا جاز فی المسجد فسائر انواع القعود أجوز . (مناوی ص ۲۲۱) (اور اس باب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے اس بات پر دال ہے کہ مسجد میں ہر طریقہ اور شکل پر بیٹھنا بطریق اولیٰ

Marfat.com
Marfat.com

جائز ہے اس لئے کہ جب چت لیٹنا بصورت مذکورہ مسجد میں جائز ہے تو پھر تو بیٹھنے کی سب صورتیں بطریق اولیٰ زیادہ جائز ہوں)۔

مسجد میں لیٹنے کا حکم :

ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے کہ مسجد میں لیٹنا ادب کے خلاف ہے۔ محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں۔

(۱) ممکن ہے کہ یہ واقعہ اعتکاف کا ہو اور معتکف کے لئے جواز میں کسی کو اعتراض نہیں۔

(۲) اور اگر واقعہ غیر اعتکاف کا ہے، تو محدثینؒ جواب میں کہتے ہیں کہ مسجد کو مستقلاً ہمیشہ کے لیے بطور عادت کے مبیت (ٹھکانا) بنانا' جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر عبادت کرتے کرتے تھکاوٹ دور کرنے کے لیے کچھ کمر سیدھی کرلی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک اثر مؤطا میں نقل ہوا کہ عشاء کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور لوگوں کے جمع ہونے تک مسجد میں لیٹے رہتے تھے۔

(۱۲۴/۳) حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرٰهِیْمَ الْمَدَنِیُّ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدِ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ رُبَیْحِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ اِحْتَبٰی بِیَدَیْهِ ۔

ترجمہ : ''امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث سلمۃ بن شبیب نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن ابراہیم مدنی سے اخذ کی۔ انہوں نے یہ روایت اسحٰق بن محمد انصاری سے نقل کی، جنہوں نے یہ حدیث ربیح بن عبدالرحمٰن ابن ابی سعید سے اخذ کی۔ اُنہوں نے یہ روایت اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا ابوسعید خدریؓ سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے''۔

راویان حدیث (۳۱۴) سلمۃ بن شبیبؒ (۳۱۵) عبداللہ بن ابراہیم المدنیؒ (۳۱۶) اسحٰق بن محمد الانصاریؒ اور (۳۱۷) ربیح بن عبدالرحمٰنؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل

Marfat.com
Marfat.com

ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

الاحتباء کا معنی وتشریح اور حکم :

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی المسجد احتبٰی بیدیہ۔ جب حضور ﷺ مسجد میں بیٹھتے تو احتباء کی شکل میں بیٹھتے) بعض نسخوں میں "فی المجلس" (یعنی مجلس میں) مذکور ہے۔ بزار میں احتبٰی بیدیہ کے بعد "نصب رکبتیہ" (کہ اپنے دونوں گھٹنے کھڑے کرتے) کا اضافہ بھی منقول ہے۔ نیز بزار میں حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ جلس عند الکعبۃ فضم رجلیہ و اقامھا و احتبٰی بیدیہ (جمع ص ۲۲۱) (کہ آپؐ بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھتے اور پاؤں ملائے کھڑا کرکے دونوں ہاتھوں سے احتباء (گوٹ مارا)

صحاح میں احتباء کا معنی :اذا جمع ظھرہ و ساقیہ بعمامتہ (کہ اپنی پگڑی سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو اکھٹا کر لینا) سے کیا گیا ہے اور کبھی کبھی عمامہ کی جگہ ہاتھوں سے بھی احتباء کیا جاتا ہے۔ وقد یحتبٰی بیدیہ (جمع ص ۲۲۲) (اور کبھی دونوں ہاتھوں سے احتباء کرتے) عسقلانیؒ فرماتے ہیں، احتباء عربوں کا خاص وتیرہ ہے، و منہ الا حتباء حیطان العرب (جمع ص ۲۲۲) (اور اسی سے یہ ہے کہ احتباء تو عرب کی چار دیواری (باغ) ہے)

خلاصہ یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے، پاؤں اور پیٹ کو ملا کر پیٹھ سے جکڑ لینے کو " احتباء " کہتے ہیں۔ اسی صورت میں بجائے ہاتھوں کے کپڑے سے جکڑنے کو بھی احتباء کہتے ہیں۔

جمعہ کے روز دوران خطبہ آپؐ نے احتباء سے منع فرمایا کہ استماعِ خطبہ کے فوت ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور بعض اوقات اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

بیٹھنے کی مختلف صورتیں :

حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے۔ان النبی ﷺ کا ن اذاصلی الفجر تربع فی مجلسہ حتی تطلع الشمس حسناء (کہ بیشک جب حضور ﷺ صبح کی نماز پڑھ

Marfat.com
Marfat.com

لیتے تو اپنی نشست پر چار زانو بیٹھ جاتے اتنے تک کہ سورج چمکتا ہوانکلتا)۔ تربع کا معنی چار زانو بیٹھنا ہے۔ فقیل هذا الحديث مخصص و قال ميرک محمول على اختلاف الاحوال فتارةً تربع و تارة احتبىٰ وتارة استلقى و تارة ثنى رجليه توسعة للأمة المرحومة (جمع ص ۲۲) (بعض حضرات نے اس حدیث کو پہلی حدیث کا مخصص (تخصیص کرنے والی) قرار دیا اور ملا میرکؒ فرماتے ہیں کہ یہ مختلف احوال پر محمول ہے۔ پس کبھی آپؐ چار زانو بیٹھتے اور کبھی احتباء کی صورت میں اور کبھی استلقاء کرتے اور کبھی پاؤں کو موڑے ہوئے (قعدہ کی شکل میں) بیٹھتے اور یہ سب امت مرحومہ پر توسع اور آسانی پیدا کرنے کے لیے)

حضور اقدس ﷺ کی نشست گاہ :

حضور اقدس ﷺ نے اپنی نشست کو کبھی بھی کسی خاص مقام اور کوئی مخصوص چیز پر بیٹھنے میں منحصر نہیں فرمایا، بلکہ جو جگہ بھی میسر ہو جاتی تو اضعاً وہیں تشریف فرما ہو جاتے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں :

" كان يجلس على الارض و على الحصير والبساط .....ولماقدم عليه عدى بن حاتم دعاه الى منزله فالقت اليه الجارية وسادة يجلس عليها فجعلها بينه وبين عدى وجلس على الارض: قال عدى فعرفت انه ليس بملك " (زادالمعاد ج اص ۶۰) (آپؐ زمین پر بھی اور چٹائی اور دری پر بیٹھا کرتے اور جس وقت آپؐ کے پاس عدی بن حاتم آئے تو اسکو اپنے گھر بلایا تو کنیز نے آپؐ کی طرف ایک گدّا ڈالا تو حضور ﷺ نے اس کو عدی اور اپنے درمیان ڈالا اور آپؐ زمین پر بیٹھے عدی کہتے ہیں کہ اس سے میں نے پہچان لیا کہ آپؐ بادشاہ نہیں)

==========================

Marfat.com
Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تُكَأَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب! حضور اقدس ﷺ کے تکیہ کا ذکر

تکأَة کا معنیٰ وتشریح :

تکأَة: فُعَلَة کے وزن پر ہے، جیسے کہ هُمَزَة اور لُمَزَة اس کی مثالیں ہیں، جس کا معنیٰ تکیہ، بہت تکیہ لگانے والا، فرش پر بچھونا بچھا کر آرام سے بیٹھنا وغیرہ کے آتے ہیں۔ اصل میں و کأة ہے، واؤ تا سے بدل دیا گیا ہے۔ جیسے کہ تراث اور تجاہ میں واو کو تا سے بدلا گیا ہے۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے حضور اقدس ﷺ کی نشست کے دوران کسی چیز کا تکیہ استعمال کرنے کے متعلق پانچ احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ای باب الأخبار الواردة فی بیان تُکَأَةِ رسول الله صلّی اللّٰهُ علیه وسلم (مواہب ص۱۰۸) (یعنی یہ باب ان احادیث کے بیان جو حضور ﷺ کے تکیہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) تکیہ لگا کر بیٹھنا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے اور مباح ہے۔

(۱/۱۲۵) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ الدُّوْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیں عباس بن محمد دوری بغدادی نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت اسحٰق بن منصور سے حاصل کی۔ اُن کو یہ روایت اسرائیل سے اور اس نے سماک بن حرب کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے اسے صحابی رسول حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے

Marfat.com
Marfat.com

اللہ کے رسول ﷺ کو تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا اور تکیہ آپ کی بائیں طرف تھا"۔

راویان حدیث (۳۱۸) عباس بن محمد الدوریؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

تکیہ لگا کر بیٹھنے کا حکم :

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی و سادة علی یسارہ :

وسادة: افادة کے وزن پر ہے۔ تکیہ کو کہتے ہیں۔ مایتوسدبہ من المخدة (بکسر المیم) (جس چیز کیساتھ ٹیک لگایا جائے یعنی مخدہ (میم کے کسرہ کیساتھ) سوتے وقت رخسار رکھنے کا تکیہ مراد ہے) اور کبھی کبھی وساد بغیر تاء کے بھی بولا جاتا ہے اور کبھی اُساد بھی کہتے ہیں۔ علی یسارہ یعنی تکیہ حضور اقدس ﷺ کے بائیں طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ تصریح تقیید کے لیے نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے۔ پس دائیں طرف، بائیں طرف اور حسب ضرورت پشت پیچھے تکیہ لگانا جائز ہے۔

و المقصود ھی راحة الجالس (اتحافات ص۱۷۲) (دراصل اس سے بیٹھنے والے کی راحت مقصود ہے (چاہے جس صورت پر بھی ہو) البتہ دائیں جانب بہر حال بہتر ہے، وہ بھی ایسی صورت میں جب کوئی عذر نہ ہو، و ھو لبیان الواقع فیجوز الا تکاء علی الوسادة یمیناً و یساراً (جمع ص۲۲۳) (یہ صورت حال اور واقعہ کا بیان ہی ہے ورنہ تکیہ پر دائیں بائیں ہر طرح ٹیک لگانا جائز ہے) علامہ ابن قیمؒ نے حضور ﷺ کے متعلق نقل فرمایا ہے" و کان یتکئی علی الوسادة و ربما اتکأ علی یسارہ و ربما اتکأ علی یمینہ و کان اذااحتاج فی خروجه توکأ علی بعض اصحابه من الضعف (زاد المعادج اص۶۰) (کہ حضور ﷺ تکیہ پر ٹیک لگایا کرتے اور بعض اوقات بائیں جانب اور بعض دفعہ دائیں جانب اور جب باہر جانے کی ضرورت ہوتی تو ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اپنے بعض ساتھیوں (صحابہؓ) پر تکیہ اور ٹیک لگایا کرتے) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یسار کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں۔

اتفاقی ہے، لیکن قواعدِ محدثین کے لحاظ سے یسار کا لفظ یہاں مشہور روایات میں

Marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے۔اس لیے امام ترمذیؒ نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔(خصائل)

(۲/۱۲۶) حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ اَخْبَرَنَا الْجُرَیْرِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ. قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا قَالَ وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهٗ سَکَتَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث حمید بن مسعدۃ نے بیان کی۔ان کے پاس خبر دی بشر بن مفضل نے، انہوں نے یہ روایت جریری سے اخذ کی، جنہوں نے اسے عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ کے حوالے سے بیان کیا اور انہوں نے یہ حدیث اپنے والد حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی۔آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہؓ کی مجلس میں) فرمایا، کیا میں تمہارے سامنے وہ گناہ نہ بیان کروں جو کبیرہ گناہوں میں بڑے بڑے ہیں۔لوگوں نے عرض کیا: حضورؐ! کیوں نہیں ضرور، آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔راوی بیان کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ اُٹھ کر بیٹھ گئے، حالانکہ آپؐ اُس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے۔پھر حضورؐ نے فرمایا، جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ یہ بات برابر کہتے رہے، یہاں تک ہم نے کہا کاش کہ آپؐ خاموش ہوجائیں۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ بتاؤں۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ ضرور یارسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل جلالہ، کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات فرمائی تھی۔اُس وقت حضور

Marfat.com
Marfat.com

ﷺ کسی چیز پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش حضور ﷺ سکوت فرماویں۔ بار بار ارشاد نہ فرمائیں۔

راویان حدیث (۳۱۹) عبدالرحمٰن بن ابی بکرةؓ اور (۳۲۰) ابیہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

گناہِ کبیرہ وصغیرہ کی بحث :

الا احدثکم باکبر الکبائر : ایک صحیح روایت میں الا اخبرکم اور ایک میں الا انبئکم نقل ہوا ہے۔ ومعنی الکل واحد (مواھب ص ۱۰۸) (اور سب کا معنی باوجود اختلاف الفاظ کے ایک ہی ہے) اندازِ خطاب کا یہ مسنون طریقہ تمام علماءِ کرام، داعیین اور مبلغین کو اختیار کرنا چاہیئے۔ حضور اقدسؐ بھی اکثر اس اندازِ خطاب سے گفتگو فرماتے تھے۔ لحثھم علی التفرغ والاستماع لمایرید اخبارھم بہ. (مواھب ص ۱۰۸) (ان کو اس پر آمادہ کرنا مقصود ہے کہ جو بات ان کو آپؐ نے بتلانی ہے اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر کے کان لگائے سن لیں) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ بعض طرقِ صحیحہ میں الا انبئکم باکبر الکبائر، تین مرتبہ نقل ہوا ہے۔ اھتماماً بشأن الخبر المذکور انہ امر لہ شأن (جمع ص ۲۲۳) (مذکورہ خبر کے عظیم الشان ہونے کا اہتمام کرنے کے لئے)

الکبائر: کبیرة کی جمع ہے، اکبر الکبائر کا معنیٰ گناہوں میں بڑا اور زیادہ شنیع گناہ۔ البتہ کبیرہ کے معنیٰ اور تعریف میں اختلاف ہے، (۱) ھی ما نزل فیہ وعید شدید فی الکتاب اوالسنة (۲) ماکان فیہ حد (۳) کل جریمة توذن بقلة اکتراث مرتکبھا بالدین (اتحافات ص ۱۳۷) (جسکے متعلق قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہو۔ ۲۔ جس میں کوئی حد مقرر ہو۔ ۳۔ ہر ایسا جرم جو مجرم شخص کے دین سے لاپرواہی کا مظہر ہو)

شیخ بیجوریؒ نے ہر تعریف پر معترضین کا کلام نقل کیا ہے تیسری تعریف کو'' وھو اشمل التعاریف '' قرار دینے کے باوجود بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اس لیے بعض حضرات نے کہا ہے کہ کبیرہ کی صحیح تعریف مبہم ہے، جس طرح کے اسم اعظم لیلة القدر ساعة الجمعة،

Marfat.com
Marfat.com

ووقت اجابة الدعاء لیلاً، صلوۃ الوسطی (اسم اعظم شب قدر۔ جمعہ کے دن کی ساعت قبولیت اور رات کے ایک حصہ میں دعا کی قبولیت کا وقت اور درمیانی نماز) کی قطعی تعیین مبہم ہے۔ وحکمته هنا الا متناع من کل معصیة خوفاً من الوقوع فی الکبیرة۔ (جمع ۲۲۴) (اوران چیزوں کو مبہم رکھنے کی حکمت دراصل ہر گناہ سے رکوانا مقصود ہے بوجہ اس خوف کے کہ اسکی وجہ سے کہیں گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو جاؤں)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر اضافی ہے، ہر گناہ بہ نسبت اپنے سے بڑے کے صغیرہ اور اپنے سے چھوٹے کے کبیرہ ہے۔ قال صاحب الکفایة و الحق انهما اسمان اضافیان لا یعرفان بذاتیها فکل معصیة اضیفت الی مافو قها فهی صغیرة وان اضیفت الیٰ ما دونها فهی کبیرة (شرح عقائد ص۸۲) صاحب کفایہ فرماتے ہیں کہ حق بات تو یہ ہے کہ یہ دو (صغیرہ وکبیرہ) امر اضافی اور نسبتی ہیں بذاتہ انکی تعریفیں نہیں کی جاسکتیں اس لئے ایسا سمجھئے کہ ہر گناہ بہ نسبت اپنے مافوق (یعنی بڑے گناہ کے) صغیرہ ہے اور بہ نسبت مادون (چھوٹے گناہ کے) کبیرہ ہے۔

کبائر کی تعیین وتعداد اور بخشش کا وسیلہ :

اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں۔ علماء نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبی کی ایک کتاب اس مضمون میں مستقل ہے، جس میں چار سو کبیرہ گناہ گنوائے گئے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکیؒ نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی ہے، جو مصر میں چھپ گئی۔ اس میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چار سو سرسٹھ (۴۶۷) مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں مشہور کبائر کو گنوایا ہے، جو حسب ذیل ہیں۔ آدمی کا قتل کرنا، زنا کرنا، اغلام بازی، شراب پینا، چوری کرنا، کسی پر تہمت لگانا، سچی گواہی کا چھپانا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا مال چھین لینا، بلا عذر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا، سودی معاملہ کرنا، یتیم کا مال کھانا، رشوت لینا، اصول یعنی والدین وغیرہ کی نافرمانی کرنا قطع رحمی کرنا، جھوٹی حدیث بیان کرنا، رمضان کا روزہ توڑ دینا ناپ تول میں کمی کرنا، فرض نماز کو وقت سے آگے پیچھے پڑھنا، زکوۃ

Marfat.com
Marfat.com

نہ دینا، مسلمان کو یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو، ناحق مارنا، کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا، غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم کی یا حافظ قرآن کی، کسی ظالم سے چغلی کھانا، دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا، قرم سازی یعنی بھڑواپن کرنا کہ اجنبی مرد عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینا، جادو کا سیکھنا یا سکھانا، کسی پر جادو کرنا، قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا، بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہونا اور اس کے عذاب سے نہ ڈرنا، عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا اس کی خواہش پر بلاوجہ انکار کرنا چغلی کھانا (جمع ج اص ۲۲۴)۔

ملا علی قاریؒ نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبائر کا مستقل باب ہے۔ اس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنوایا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اُس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اس کی طرف امور سونپنے میں یعنی جیسے اللہ جل شانہٗ کو سب کام سپرد ہیں، اسی طرح اور کو بھی جانے۔ نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں:

گناہ پر اصرار کی نیت، نشہ کی چیز پینا، اپنے محرموں سے نکاح کرنا جوا کھیلنا، کفار سے دوستی کرنا باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا، مردار کا گوشت کھانا، نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا، قرآن پاک اور رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کو بُرا کہنا یا ان کا انکار کرنا، صحابہ کرامؓ کو بُرا کہنا، بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا، اسراف کرنا، فساد کرنا، کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا، پیشاب اور منی کو پاک نہ کرنا یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا، تقدیر کو جھٹلانا، تکبر کی وجہ سے پائچہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نوحہ کرنا، بُرا طریقہ ایجاد کرنا، محسن کی ناشکری کرنا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، حائضہ سے صحبت کرنا، غلّہ کی گرانی سے خوش ہونا، جانور سے بدفعلی کرنا، امرد کو شہوت سے دیکھنا، کسی کے گھر میں جھانکنا، عالموں اور

Marfat.com
Marfat.com

حافظوں کی حقارت کرنا، اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں، تو اُن کے درمیان مساوات نہ کرنا، امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ بتائے ہیں۔

ان کبائر میں بھی درجات ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کو بڑے گناہ فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ و استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ معاف ہو جاتا ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا، چاہے اس کے بعد کسی وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی۔ توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہیے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔ (خصائل ص:۷۹)

الاشراک باللہ :

الاشراک باللہ : الاشراک کالغوی معنی جعل احد شریکاً لآخر (کسی کو دوسرے کا شریک بنانا) کو کہتے ہیں، لیکن یہاں غیر اللہ کو الٰہ بنانا مراد ہے۔ والاظھر ان المراد بہ الکفر (جمع ج ۱ ص ۲۲۴) (اور یہ بات تو واضح ہے کہ اس سے مراد کفر ہے) المراد بہ مطلق الکفر و انما عبر بالاشراک لانہ اغلب انواع الکفر لا لاخراج غیرہ (مواھب ص ۱۰۹) (اس سے مراد مطلق کفر ہے اور اسکی تعبیر شرک سے اسے لیے کی گئی کہ یہ (شرک) کفر کے قسموں میں غالب ترین صورت ہے نہ کے کسی سے احتراز مقصود ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی لکھتے ہیں :

وقول رسول اللہ ﷺ متفق مع قولہ تعالی : "ان اللہ لا یغفر أن یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء" ومع الحدیث القلسی:" من لقینی بقراب الأرض خطیئة لا یشرک بی شیئاً ، لقیتہ بمثلھا مغفرة" ومع قولہ تعالیٰ: ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من أحد ھم ملء الارض ذھبا ولو افتدی بہ" و مع قولہ تعالیٰ : "ومن یشرک باللہ فکأنما خرمن السماء فتخطفہ الطیر أو تھوی بہ الریح فی مکان سحیق" (اور نبی علیہ السلام کا (گزشتہ) فرمان مبارک اللہ تعالیٰ کے اس قول سے (ترجمہ)

Marfat.com
Marfat.com

کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے اس بات کو کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے اور اسکے علاوہ جسکو چاہیں بخش دیتے ہیں اور حدیث قدسی کے ساتھ جو شخص میرے پاس بھری زمین غلطیاں اور گناہ لے کر آئے لیکن کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کیا تھا تو میں اسکو اپنی طرف سے اتنی ہی مغفرت عطا کرونگا'' اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے (ترجمہ) ''بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مرے بھی حالت کفر ہی میں سو ان میں کسی کا (بطور کفارہ) زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائیگا اگر چہ وہ معاوضہ میں اسکو دینا بھی چاہے''۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کیساتھ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو (اسکی حالت ایسی ہوگی جیسے) گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اسکی بوٹیاں نوچ لیں یا اسکو ہوا نے کسی دور دراز جگہ لے جا کر پٹخ دیا'' موافق ہیں۔

بہر حال شرک کبائر سے ہے، خواہ وہ شرک ذات میں ہو، صفات میں ہو، عبادت میں، استعانت میں، علم وقدرت میں ہو یا تصرف وتدبیر میں ہو۔

عقوق الوالدین :

و عقوق الوالدین : والدین کی نافرمانی بھی گناہ کبیرہ ہے۔ والدہ کی ہو یا والد کی یا دونوں کی، دوسرے کی نافرمانی کو مستلزم ہے، لان عقوق احدھما یستلزم عقوق الآخر غالباً۔ (جمع ص ۲۲۵) (کیونکہ ان میں سے ایک کی نافرمانی دوسرے کی نافرمانی کو مستلزم ہے)

عقوق: العق سے مشتق ہے، جس کا لغوی معنی الشق والقطع (چیرنا اور کاٹنا)۔ اسی سے العقیقۃ ماخوذ ہے، جو مولود کے حلق شعر پر بکری کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں۔ شرعاً مراد یہ ہے کہ والدین کی قولاً اور فعلاً نافرمانی اور ایذاء رسانی سے بچا جائے۔ والمراد صدور مایتأذی بہ الوالد من ولدہ من قول او فعل (اور اس سے مراد ہر ایسی بات یا کام جسکے ذریعہ اولاد کی طرف سے والد کو تکلیف پہنچے) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما، الایۃ (اور نہ کہہ والدین کو اف تک بھی اور نہ انکو جھڑک دے) البتہ شرک اور معصیت میں ان کی اطاعت حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان جاھداک علی ان

Marfat.com
Marfat.com

تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما و صاحبهما فی الدنیا معروفا (اگر تجھ پر وہ دونوں بھی اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل اور سند نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا (کے حوائج و معاملات) میں انکے ساتھ خوبی کیساتھ بسر کرنا)۔ آیت سے واضح ہے کہ عقوق الوالدین حرام ہے، اگرچہ والدین کافر ہوں۔ شیخ الیجوریؒ نے مزید تصریح کی ہے کہ: والمراد بالوالدین الاصلان وان علیا و مال الزرکشی الی الحاق العم والخال بهما ولم یتابع علیه (مواھب ص ۱۰۹) (کہ والدین سے مراد اپنے اصول ہیں اگرچہ اوپر تک جائیں (یعنی دادا پردادا وغیرہ) اور امام زرکشیؒ کا رجحان تو چچا اور ماموں وغیرہ کو شامل کرنے کی طرف ہے البتہ کسی دوسرے نے اسکی موافقت نہیں کی) والدین کی نافرمانی ایسا گناہ ہے، جس کی سزا آخرت میں بھی ملے گی اور بعض اوقات دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

والعقوق من العقوبات التی یجعل عقابها فی الدنیا (اور والدین کی نافرمانی ایسی عقوبات (جرموں) میں سے ہے جنکی سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے)

والدہ کی ناراضگی کا ایک دلچسپ واقعہ :

دار قطنی، بیهقی (فی شعب لایمان) اور دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! یہاں ایک نوجوان ہے۔ جس پر نزع یعنی موت کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کی جا رہی ہے، فلا یستطیع ان یقولها، وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ کلمہ پڑھ لے۔ حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہ اپنی زندگی میں کلمہ نہیں پڑھا کرتا تھا، بتایا گیا کہ وہ تو مسلمان ہے اور کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا پھر کس چیز نے اس کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے سے روک دیا ہے، چنانچہ آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے۔

ہم بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑے اور ہم سب اس نوجوان کے پاس آ پہنچے۔ فقال یا غلام: قل لا الہ الا اللہ، (آپؐ نے فرمایا اے لڑکے لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید) پڑھ۔ اس

Marfat.com
Marfat.com

نے عرض کیا، حضرت! مجھے کلمہ پڑھنے کی توفیق نہیں مل رہی، لا اَستَطِیعُ ان اقولھا ، پھر اس نے صاف بتا دیا کہ اس کی وجہ والدہ کی نافرمانی ہے۔لعقوق والدتی ۔حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''أحیة ھی (کیا وہ زندہ ہے) فرمایا جی ہاں والدہ تو زندہ ہے، چنانچہ آپؐ نے ان کی والدہ کو بلوایا اور پوچھا کیا یہ نوجوان تمہارا بیٹا ہے۔عرض کی جی ہاں، میرا بیٹا ہے، آپؐ نے فرمایا لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کر دی جائے اور اگر تو بیٹے کو معاف نہ کرے تو جلتی آگ کے شعلوں میں ڈال دیا جائے. فقالت اذا کنت اشفع لہ ''(اسکی والدہ نے کہا پھر تو میں اسکی سفارش کروں گی) تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تو بھی خدا کو گواہ بنا اور ہم بھی خدا کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ تو اس سے راضی ہے۔ بانکِ قد رضیتِ عنہ، تو اس بچے سے راضی ہے۔

والدہ نے عرض کیا ''قد رضیت عن ابنی '' میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان سے فرمایا، ''فقال یا غلام قل لا الہ الا اللہ، فقال لا الہ الا اللہ ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد اللہ الذی انقذہ بی من النار. ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور ''(اتحافات ص۱۷۴)۔(تو آپ نے فرمایا اے لڑکے! کلمہ توحید پڑھ تو لڑکے نے لا الہ الا اللہ پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں کہ جس نے میرے ذریعہ سے اس شخص کو آگ اور دوزخ سے بچایا۔اس واقعہ کو امام سیوطیؒ نے شرح صدور میں ذکر کیا ہے)

انتباہ واہتمام :

وجلس رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم و کان متکئا !یعنی جلوس سے قبل آپؐ نے تکیہ فرمایا تھا، آپ بیٹھ گئے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ نے خصوصیت اور اہتمام سے اگلی بات فرمائی ہے۔ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، و سبب الاھتمام بذلک کون قول الزور اوشھادۃ الزور اسھل و قوعاً علی الناس والتھاون بھما اکثر فان الاشراک ینبو عنہ قلب المسلم والعقوق یصرف عنہ الطبع السلیم والعقل القویم واما الزور فالحوامل والبواعث علیہ کثیرۃ کا لعداوۃ والحسد و غیرھما فاحتیج الی

Marfat.com
Marfat.com

الاهتمام به. (جمع ص ۲۲۵) (اور اسکے اہتمام کرنے کا سبب یہ ہے کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی لوگوں کے خلاف دینا آسان ہے اور پھر ان دونوں کیساتھ تہاون اور لاپرواہی یہ سب کثیر الوقوع اُمور ہیں۔

اس لئے کہ شرک سے تو مسلمان کا دل نفرت کرتا ہے اور والدین کی نافرمانی سے بھی عقل صحیح اور سلیم الطبع انسان اعراض کرتا ہے اور وہ جو جھوٹ ہے۔تو اس پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والی بہت سی چیزیں ہو سکتی ہیں جیسے دشمنی حسد وغیرہ وغیرہ اس لیے اس کے اہتمام کرنے کی ضرورت پڑی)

شہادتِ زور کا معنیٰ، قباحت اور شرعی حکم :

قال و شهادة الزور او قول الزور الخ ،پھر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا، راوی کہتے ہیں کہ آپؐ یہ بات برابر کہتے رہے (اور آپؐ کے تکرار سے ہم خوف زدہ ہو گئے) یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔

زور، ازوار سے ہے وهو الانحراف وقال المطريزی اصل الزور تحسين الشیء و وصفه بخلاف صفته و قال القرطبی شهادة الزور هی الشهادة بالكذب يتوصل بها الی الباطل من اتلاف نفس او اخذ مال او تحليل حرام او تحريم حلال ، فلا شئی اعظم ضرراً منه ولا اكثر فساداً بعد الشرک بالله (جمع ص ۲۲۷) (اور اسکا معنی انحراف (روگردانی) ہے اور امام مطریزیؒ فرماتے ہیں کہ جھوٹ کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز کی اصلی اور حقیقی صفت کے علاوہ دوسری صفت کے ساتھ اسکی خوبصورتی کو ظاہر کرنا۔اور امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ جھوٹی گواہی یہ ہے کہ جس کے ذریعہ آپ باطل اور ناحق کام تک پہنچیں یعنی کسی نفس کی ناحق ہلاکت یا کسی کا ناحق مال لینا یا حرام کو حلال کرنا یا حلال کو حرام کرنا ہو تو شرک باللہ کے بعد ایسے جھوٹ سے نقصان اور فساد کے لحاظ سے کوئی چیز بڑھ کر نہیں ہے) بار بار کے تکرار سے اس کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔

قلنا ليته سكت ! کاش حضور اقدس ﷺ خاموش ہو جائیں۔اس جملے کا مطلب یہ ہے (۱) کہ بار بار کے تکرار سے کہیں طبع مبارک پر گرانی نہ آجائے، کیلا يألم ﷺ (۲) یا اس

Marfat.com
Marfat.com

ڈر کی وجہ سے کہ کہیں آپ کی زبان مبارک سے ایسے کلمات نہ نکل جائیں جو نزول بلا کا سبب بن جائیں، اوخوفا من ان یجری علی لسانه ما یوجب نزول العذاب (جمع ص ۲۲۷)

واعظ، مدرس اور خطیب کے لیے ہدایت :

اس حدیث سے ایک فائدہ یہ بھی مستفاد ہوا کہ واعظ، خطیب اور مدرس کے لیے، وعظ وخطاب میں، درس وتدریس میں، بیان اور ہدایات میں بعض حالات میں ضروری ہے کہ وہ تکرار اور مبالغہ سے کام لے اور اپنے آپ کو اس قدر مشقت میں ڈال دے کہ تلامذہ، مستفیدین اور حاضرین ومخاطبین کو اس پر رحم آجائے۔ علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ ینبغی له ان یتحری التکرار و المبالغة و اتعاب النفس فی الافادة حتی یرحمه السامعون والمستفیدون (جمع ص ۲۲۷)

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، ویوخذ من الحدیث جواز ذکر الله و افادة العلم متکئا وان ذلک لاینافی کمال الادب وان الاتکاء لیس مفوتا لحق الحاضرین المستفیدین. (مواهب ص ۱۰۹) (اور حدیث مبارک سے اللہ کے ذکر اور دینی تعلیم کو تکیہ لگا کر دینے کا جواز اخذ کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کمال ادب کے خلاف نہیں ہے نیز یہ کہ تکیہ لگانا مستفیدین اور حاضرین کے حق کو فوت اور ضائع کرنے والا نہیں)

والاظهر انه یختلف باختلاف الاشخاص والاماکن والازمان (جمع ص ۲۲۶) (اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ مذکورہ حکم اشخاص زمانے اور علاقوں کی تبدیلی سے بدلتا رہتا ہے)

باب سے عدم مناسبت کا اعتراض :

اس حدیث پر ایک اشکال یہ بھی کیا گیا ہے کہ اسے ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس میں اتکاء وارد ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

جبکہ ترجمۃ الباب میں التکأۃ کا عنوان ہے۔اس اشکال کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اتکاء، تکأۃ کو مستلزم ہے۔و اقصٰی ما قیل فی دفع ھذا الایراد انہ یستلزم التکأۃ و فیہ ما فیہ ھکذا قالت الشراح . (حاشیۂ خصائل)

(۱۲۷/۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْاَ قْمَرِ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ان کے پاس یہ روایت شریک نے علی بن اقمر کے حوالے سے بیان کی۔وہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابوجحیفہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی چیز سے ٹیک لگا کر نہیں کھاتا''۔

ابوجحیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

لفظ امّا کا معنی وتشریح :

امّا انا فلا اٰکل متکئًا امّا : حرف شرط ہے، تفصیل کے لیے آتا ہے اور مجرد تاکید کے لیے بھی امّا ھنا لمجردا لتاکید و ان کانت للتفصیل مع التاکید غالباً نحو جاء القوم أما زید فراکب و أما عمرو فماش (مواھب ص۱۱۰) (لفظ امّا یہاں محض تاکید کے لیے ہے اگر چہ عام طور پر تاکید کیساتھ تفصیل کے لیے بھی آتا ہے جیسے کہ جاء القوم الخ' میں امّا تفصیل کے لیے ہے (معنی یہ ہے قوم آئی ان میں سے زید سوار ہو کر اور عمرو پیدل آئے)

اس سے نہی کرنا مقصود ہے۔تاہم طریقہ کنایہ کا ہے۔اپنے لیے ایک چیز ثابت نہ کرنے کا مقصد دوسرے سے اس کی نفی کرنا ہے، تو یہ نفی حکم میں نہی کے ہے۔

تکیہ لگا کر کھانا تکبر کی علامت ہے :

کیونکہ تکیہ لگا کر کھانا تواضع کے خلاف ہے، زیادہ کھائے جانے کا سبب ہے۔اس

Marfat.com
Marfat.com

سے پیٹ بھی بڑھتا ہے اور سرعت ہضم بھی حاصل نہیں ہوتا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ اہلِ جاہلیت اور عجمی سلاطین اور متکبرین کا وتیرہ ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، والاظھر ان یرادبه تعریض غیره من اهل الجاهلیة والا عجام بانهم یفعلون ذلک اظهاراً للعظمة والکبریاء والا فتخار والخیلاء واما انا فلا افعل ذلک و کذلک من تبعنی. (جمع ص ۲۲۷) (اور زیادہ واضح بات یہ کہ حضور ﷺ کے اس قول (کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا) سے اہل جاہلیت اور عجمی لوگوں پر ایک قسم کی تعریض اور طنز ہے کہ یہ لوگ جو تکیہ لگا کر کھانا اپنی بڑائی اور فخر و تکبر کے لیے کھاتے ہیں۔ میں اور میرے تابعداری کرنے والے ایسا نہیں کرتے۔

تکیہ لگا کر کھانے کی چار صورتیں :

تکیہ لگا کر کھانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں صورتیں نہی کا مصداق ہیں۔ (۱) دونوں یا ایک پہلو پر تکیہ لگا کر کھانا (۲) دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو زمین پر رکھ کر تکیہ لگا ئے۔ (۳) جوکڑی مار کر کسی گدّے وغیرہ پر بیٹھے۔ (۴) کمر (پشت) دیوار یا تکیہ وغیرہ سے لگا کر بیٹھے، کھانے کے وقت ان چار صورتوں پر بیٹھنا مذموم ہے۔ ملا علی قاریؒ کے الفاظ یہ ہیں: الاول الاتکاء علی اربعة انواع الاول الاتکاء علی احد الجنبین الثانی وضع احدی الیدین علی الارض والاتکاء علیها والثالث التربع علی وطاء والاستواء علیه والرابع استناد الظهر علی وسادة ونحوها وکل ذلک مذموم حالة الاکل منهی عنه لان فیه تکبراً۔ (جمع ص ۲۲۸)

اسی طرح لیٹ کر کھانا بھی مکروہ ہے۔ البتہ کھڑے ہو کر کھانا مکروہ نہیں اور اس سلسلہ میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس سے مراد مستقل طور پر کھڑے ہو کر کھانا مراد نہیں بلکہ اگر کوئی چیز اتفاقاً کھڑے کھالی، تو اس کو مکروہ نہیں کہنا چاہیے، ورنہ آج ملحدین جو کھڑے ہو کر کھاتے ہیں اسی سے استدلال کرتے پھرینگے۔ نیز سنت طریقہ پر کھانے کی جو تین صورتیں مذکور ہیں، ان کے بھی خلاف ہے، حالانکہ شامی باب الحظر والاباحة میں ہے" کترک السنة المؤکدة فانه لایتعلق به عقوبة النار ولکن یتعلق به الحرمان عن

Marfat.com
Marfat.com

شفاعة النبی المختار لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی (شامی ج۵ ص۲۳۷)
(جیسے کہ سنت مؤکدہ کو چھوڑ دینا کہ اس کے ساتھ اگرچہ دوزخ اور آگ کی سزا نہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی تو ضرور ہے بوجہ اس حدیث کہ آپؐ نے فرمایا جس نے میری سنت (طریقہ) چھوڑ دیا وہ ہرگز میری شفاعت نہیں پائے گا)۔

نیز شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں آداب الطعام میں ذکر کیا ہے "فاذا غسل یدیہ قبل الطعام ونزع النعلین واطمأن فی مجلسہ واخذہ اعتداداً بہ وذکر اسم اللہ افیضت علیہ البرکۃ (حجۃ اللہ البالغۃ ج۲ ص۱۸۵) جب (کھانے والا) اپنے ہاتھ کھانے سے پہلے دھولے اور جوتے نکال کر اطمینان کیساتھ مجلس طعام میں بیٹھ جائے اور اسکو عزت واحترام سے اٹھا کر بسم اللہ الخ پڑھے تو اس کھانے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ اور بیٹھ کر کھانا افضل ہے۔

ویکرہ ایضاً مضطجعاً الا فیما یتنقل بہ ولا یکرہ قائماً لکنہ قاعداً افضل (جمع ص ۲۲۸) اور اسی طرح لیٹے ہوئے کھانا مکروہ ہے مگر (جو بطور نُقل یعنی تفکہ وغیرہ کے ہو) اور (اتفاقاً) کھڑے ہو کر کھانا مکروہ نہیں لیکن بیٹھ کر کھانا افضل ہے۔

کھانے میں سنت طریقہ :

کھانے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ کھانے پر جھکاؤ ہو اور کھانے والا اس پر منحنی ہو،
والسنة ان یقعد عند الاکل مائلاً الی الطعام. (جمع ص ۲۲۸)

اس حدیث کا سبب بھی ایک اعرابی کا قصہ ہے، جو ابن ماجہ اور طبرانی میں اسناد حسن کے ساتھ منقول ہے۔ وہ یوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ہدیہ کی گئی، فجثی علی رکبتیہ یاکل، حضورؐ دوزانو بیٹھ کر کھا رہے تھے۔ اعرابی نے یہ دیکھ کر کہا، ماھذہ الجلسة ؟ یہ کونسا بیٹھنا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا، ان اللّٰہ جعلنی عبدا کریما ولم یجعلنی جبارا عنیدا (جمع ص ۲۲۸) مجھے اللہ تعالیٰ نے معزز اور متواضع بندہ بنایا اور نہیں بنایا مغرور سرکش۔

ابن بطالؒ کہتے ہیں کہ آپؐ نے یہ سب کچھ تواضعاً کیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے، انما

Marfat.com
Marfat.com

انا عبد اجلس کما یجلس العبد و اکل کما یاکل العبد . میں تو ایک بندہ ہی ہوں اور بندہ جیسے بیٹھتا ہوں اور کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ اور غلام کھاتا ہے۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ حاضر خدمت ہوا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ عرض کی حضورؐ! اللہ نے آپ کو اختیار دے دیا ہے، چاہیں تو عبداً نبیا بن جائیں اور چاہیں تو ملکاً نبیا بن جائیں۔

اس وقت حضرت جبرئیل بھی رہنمائی کے لئے موجود تھے۔ فاومأ الیه ان تواضع قال بل عبداً نبیا (جمع ص ۲۲۸) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ عاجزی اور تواضع کو پسند کر حضورؐ نے فرمایا کہ میں بندہ نبی بننا چاہتا ہوں۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں۔ فکانت جلسة رسول الله صلی الله علیه وسلم وقت الاکل کلها ادب و احترام فتارة یجلس علی صدور قدمیه و تارة یجلس ناصبا رجله الیمنیٰ وجالسا علی الیسریٰ (اتحافات ص ۱۷۵) یعنی آپؐ کا کھانا کھاتے وقت بیٹھنا سب کا سب ادب واحترام کا طریقہ ہے، کبھی تو آپؐ دونوں پاؤں کی ہتھیلیوں پر بیٹھتے اور کبھی داہنے پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو لٹا کر اس پر بیٹھ جاتے۔ یہ حدیث بھی اور آنے والی حدیث بھی اگلے باب سے زیادہ موزوں ہے، یہاں زیادہ سے زیادہ یہی توجیہہ کی جا سکتی ہے کہ أن الاتکاء مستلزم تکاة . (مواھب ص ۱۱۰) (کہ اتکاء اور تکاء آپس میں لازم ملزوم ہیں)

(۴/ ۱۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیّ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْاَقْمَرِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاجُحَیْفَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اٰکُلُ مُتَّکِاً.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان سے علی بن اقمر کی وساطت سے پہنچی۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت ابو جحیفہؓ

Marfat.com
Marfat.com

کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا"۔

غرض اتیانِ حدیث:

اس حدیث کے متن میں "اما انا" نہیں ہے۔ باقی وہی الفاظ ہیں جو پہلی حدیث میں گذر چکے ہیں۔ سند میں بھی فرق ہے۔ غرض گذشتہ حدیث کی تاکید ہے، قال السید امیر الدین یظہر الفرق بین الحدیثین باختلاف بعض رجال السند وتغییر یسیر فی المتن والغرض تاکید ھذا الامر بالنسبۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جمع ص ۲۲۹)
سید امیر الدینؒ کہتے ہیں کہ ان دو حدیثوں کے درمیان فرق تو سند میں بعض رجال کے اختلاف کیوجہ سے ہے اور کچھ معمولی تبدیلی متن میں بھی ہے اور اصل غرض اس امر (یعنی نبیؐ کا تکیہ لگائے ہوئے نہ کھانا) کی تاکید بنسبت نبی علیہ السلام کے ہے

(۱۲۹/۵) حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِیْلُ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی لَمْ یَذْکُرْ وَکِیْعٌ عَلٰی یَسَارِہٖ ھٰکَذَا رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْرَآئِیْلَ نَحْوَ رِوَایَۃِ وَکِیْعٍ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَوٰی عَلٰی یَسَارِہٖ اِلَّا مَا رَوٰی اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِسْرَآئِیْلَ۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث یوسف بن عیسٰی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تک یہ روایت وکیع کے ذریعے پہنچی۔ وکیع کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسرائیل نے سماک بن حرب کے واسطہ سے بیان کی اور انہوں نے جابر بن سمرہؓ سے یہ حدیث سنی۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

امام ترمذیؒ نے یہاں پر کلام کیا ہے کہ اس روایت میں وکیع نے بائیں جانب کے الفاظ ذکر نہیں کیے اور بہت سے لوگوں نے اسرائیل کے ہم معنی روایت ہی بیان کی ہے اور ہم اسرائیل سے روایت کرنیوالے اسحٰق بن منصور کے سوا کسی ایک راوی کو بھی نہیں جانتے

Marfat.com
Marfat.com

جس نے بائیں جانب کے الفاظ کہے ہوں“۔

امام ترمذی کا اعتراض :

قال ابو عیسیٰ ....الخ ، امام ترمذیؒ کو باب کی پہلی حدیث کے لفظ علی یسارہ پر اعتراض ہے کہ بغیر اسحق بن منصور کے کسی بھی دوسرے راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں۔ امام ترمذیؒ کا خیال ہے کہ یہ الفاظ شاید سہواً نقل ہوئے ہیں کہ حضورؐ کا معمول دائیں طرف تکیہ کا تھا۔ امام ترمذیؒ کی بات بھی درست ہے، تاہم شارحینؒ کہتے ہیں کہ علی یسارہ کسی عذر کی بنا پر ہوسکتا ہے۔

ملا علی قاریؒ نے امام بیہقیؒ سے نقل کیا ہے کہ :

”فان کان بالمرء مانع لا یمکن معه من الاکل الامتکئا لم یکن فی ذلک کراهة ثم ساق عن جماعة من السلف انهم اکلوا کذلک “ (جمع ص ۲۲۸) اگر کسی شخص کو رکاوٹ اور مانع درپیش ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے بغیر تکیہ کے وہ کھانا نہیں کھا سکتا تو پھر تکیہ لگائے کھانے میں کسی قسم کی کراہت نہیں پھر بہت سے اسلاف اور بزرگوں سے تکیہ لگا کر کھانے کا تذکرہ کیا ہے اور اسحق بھی ثقہ راوی ہیں اور ثقہ کی زیادتی قبول ہوتی ہے۔

وکان الاولیٰ ایراد هذا الطریق عقب طریق اسحق بن منصور أول الباب (اتحافات ص ۱۷۶) اور اچھا یہ ہوتا کہ اس اسناد کے طریق کو مصنفؒ اسحق بن منصور کے اسناد کے بعد شروع باب میں لاتے۔

Marfat.com
Marfat.com

بَابَ مَا جَآءَ فِیْ اِتِّکَآءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لے کر چلنے کے بیان میں

اتکاء: کا معنٰی سہارا لینا یا سہارا لے کر چلنا۔ اتکاء: وکاء سے ماخوذ ہے، جس سے چیزوں کو باندھا جاتا ہے "اتکاء" انسان کی گرنے سے حفاظت اور دوسرے کے سہارے سے چلنے میں مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔

باب تکأۃ اور باب اتکاء کی غرض انعقاد :

(۱) اس باب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عارض یعنی حالتِ مرض وغیرہ میں کسی صحابی کا سہارا لیکر چلنے کے بیان کی غرض سے انعقاد کیا گیا ہے۔ وبھذا یفھم أن ھذا الباب غیر الاول۔ اور اس توجیہ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ باب پہلے باب سے مغایر ہے۔

(۲) بعض شارحینؒ کہتے ہیں کہ بابِ سابق کے انعقاد سے غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق تکیہ کا بیان ہے اور اس باب میں بیان اتکاء المصدر، دونوں تراجم میں معنی مصدری اور بیان ما اتکئی علیہ جس چیز پر تکیہ کیا جائے کے بیان کے لحاظ سے فرق ہے۔

(۳) مگر زیادہ راجح توجیہ یہ ہے کہ پہلے ترجمۃ الباب میں مطلق وسادہ کا بیان تھا۔ اعم من بیانھا وبیان الاتکاء علیھا (حاشیہ خصائل) (اس سے عام کہ اسمیں تکیہ یا جس پر تکیہ کیا جائے کا بیان ہو) اور اس ترجمۃ الباب سے بیان استناد علی غیر الوسادۃ من الانسان (مطلق تکیہ کے علاوہ کسی انسان وغیرہ پر سہارا لینا) مقصود ہے۔ یہاں اس باب میں تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کا سہارا لے کر چلنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ دراصل انسان کی کرامت واحترام کی وجہ سے اس کا عدم جواز کا وہم تھا، اس لئے علیحدہ ترجمۃ الباب کا

Marfat.com
Marfat.com

انعقاد کیا گیا۔

(۴) باب ھذا میں کیفیتِ فعل کا بیان مقصود ہے، اگرچہ ضمناً مفعول بہ کی کیفیت بھی واضح ہو جاتی ہے، جبکہ ماقبل کے باب میں اصلاً مفعول بہ کی کیفیت کا بیان مقصود تھا، اگرچہ فعل کی کیفیت وہاں ضمناً معلوم ہو جاتی ہے۔

(۱/۱۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ شَاکِیًا فَخَرَجَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی اُسَامَةَ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِہٖ فَصَلّٰی بِھِمْ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ اُن کے پاس اسے عمرو بن عاصم نے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے روایت کی اور انہوں نے اسے حمید سے اخذ کیا۔ وہ اس حدیث کو خادمِ رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضورؐ بیماری میں گھر سے نکلے کہ آپؐ نے اُسامہؓ کا سہارا لے رکھا تھا۔ اس وقت آپ پر قطر کا ساختہ کپڑا تھا، جس کو آپ نے کندھے پر ڈال رکھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی تشریح باب ما جاء فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (۱/ص ۵۸) میں کی جا چکی ہے۔ قارئین وہاں ملاحظہ فرماویں۔

خلاصہ بحث :

اجمالاً تلخیص یہ ہے کہ شاکیاً، اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ ضرب یضرب کے باب سے آتا ہے، بمعنی بیمار ہونے کے۔ الشکویٰ کانت من المرض (اتحافات ص ۱۷۷) بیماری کی وجہ سے شکایت تھی قیل وھذا فی مرض موتہ (جمع ص ۲۳۰) بعض نے کہا کہ یہ واقعہ اور صورت حال مرض موت کے وقت تھی۔

یتوکأ: یہ التوکأ سے مضارع ہے، بمعنی الاتکاء علی الشیٔ ای یتحامل ویعتمد (جمع ص ۲۳۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تین آدمیوں پر سہارا لیا کرتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ، رواۃ حضرات کبھی کسی کا ذکر کر دیتے ہیں، کبھی کسی کا۔ اس حدیث سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام و اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ بنا بر ضرورت کسی آدمی کا سہارا لے کر چلنا جائز ہے۔

(۲/ ۱۳۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَکِ حَدَّثَنَا عَطَآءُ بْنُ مُسْلِمِ الْخَفَافُ الْحَلَبِیُّ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ وَعَلٰی رَاْسِهٖ عِصَابَةٌ صَفْرَآءُ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَقَالَ یَا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةَ رَاْسِیْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ عَلٰی کَفَّهٗ مَنْکِبِیْ ثُمَّ قَامَ وَدَخَلَ فِیْ الْمَسْجِدِ وَ فِیْ الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن مبارک سے پہنچی۔ ان کو یہ روایت عطاء بن مسلم خفاف حلبی کے ذریعے ملی۔ ان کو اسے جعفر بن برقان نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ حدیث عطاء بن ابی رباح سے اخذ کی، جنہوں نے اسے فضل بن عباسؓ سے روایت کیا۔

فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سر مبارک پر اس وقت زرد پٹی بندھ رہی تھی۔ میں نے سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل! اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو۔ پس میں نے تعمیل ارشاد کی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو تشریف لے گئے۔ اس حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

راویان حدیث (۳۲۲) محمد بن المبارکؒ (۳۲۳) عطاء بن مسلمؒ (۳۲۴) جعفر بن برقانؒ

Marfat.com
Marfat.com

(۳۲۵) عطاء بن ابی رباحؒ اور (۳۲۶) فضل بن عباسؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ، حدیث کی تشریح :

دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم..... حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں یہ میری اس ملاقات کا واقعہ ہے جب آپؐ مرض الوفات میں تھے..الخ وعلیٰ راسه عصابة: (اور اسکے سر پر عصابہ یعنی پٹی یا پگڑی تھی)

عصابة بمعنی پٹی کے یا عمامہ کے ہے، ای خرقة او عمامة (جمع ص ۲۳۰)

تاہم حدیث کے اگلے الفاظ اشدد بھذا العصابة راسی (کہ اسی پٹی سے میرے سر کو باندھ) عصابة کے خرقہ ہونے کی تائید بلکہ تعین کرتے ہیں۔

صفراء : بمعنی زرد رنگ ہونے' بعض حضرات نے کہا زرد رنگ نہیں تھا، مگر ابتداء میں تیل لگانے اور عصابة کے ملوث ہو جانے کی وجہ سے وہ زرد معلوم ہوتا تھا۔

قال الحنفی لعل صفرتها لم تکن اصلیة بل کانت عارضة من ایام مرضه لا جل عرق وغیرہ (جمع ص ۲۳۱) حنفیؒ کہتے ہیں کہ اسکا پیلا پن (رنگ) اصلی اور حقیقی نہ تھا بلکہ بیماری کے دنوں میں پسینہ وغیرہ کیوجہ سے عارضی طور پر تھا (جمع ص ۲۳۱)

یہ توجیہہ تب ہے، جب عصابة بمعنی عمامة کے ہو اور اگر عصابة بمعنی خرقة پٹی کے ہو، تو فلا اشکال (جمع ص ۲۳۱) (تو پھر اس کے پیلے ہونے میں کوئی اشکال نہیں) بہر حال اگر واقعۃً بھی زرد رنگ ہو، تو چونکہ وہ حرام نہیں' اس لئے اختیار فرمایا۔

شیخ بیجوریؒ فرماتے ہیں : العمامة الصفراء اور العمامة الحمراء اور العمامة السوداء (پیلی پگڑی، سرخ پگڑی، کالی پگڑی)

آپؐ سے ثابت ہیں۔ فالعمامة البیضاء افضل (مواھب ص ۱۱۱) (البتہ سفید پگڑی افضل ہے) (مواہب ص ۱۱۱)

فسلمت: میں نے سلام کیا، پھر مجھے سلام کا جواب دیا گیا، ففی الکلام ایجاز (مناوی ص ۲۳۱)۔ پس یہاں کلام میں اختصار ہے۔ (مناوی ص ۲۳۱)

Marfat.com
Marfat.com

مسئلہ حاضر و ناظر :

لبیک یا رسول اللّٰہ: اس سے بعض لوگ ''یارسول اللّٰہ'' سے ندا کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ ندا بطور تعظیم کے تھی۔۔ اس لئے اس کا قائل نہ، تو بدعتی ہے، نہ مشرک ہے، جیسے عام شعراء بھی ندا کرتے ہیں، جو بطور مجاز کے ہوتی ہے۔ جو اخراج الکلام بخلاف مقتضی الظاهر ((یہ از قبیل) اقتضاء ظاہر کے خلاف کلام کو استعمال کرنا) کے مطابق ہوتی ہے، جسے ہم تنزیل الغائب بمنزلة الشاهد (غائب کو بہ منزلہ حاضر کے بنا دینا) بھی کہہ سکتے ہیں، تو یہ گویا اسناد مجازی ہوا۔ اس سے آپؐ کو حاضر و ناظر ثابت کرنا بے سود ہے۔

اشدد بهذه العصابة راسي ۔(اسی پٹی کیساتھ میرے سر کو باندھ)۔ یہ کمال فی التوکل کے منافی نہیں، کیونکہ یہ بھی معالجہ اور تداوی کی ایک نوع ہے۔ واظهار الافتقار المسكنة والتبرى من الحول والقوة ۔(اور یہ ایک قسم کی محتاجی مسکینی اور زور وقوت کے گھمنڈ نہ ہونے کا اظہار ہے)

فوضع كفه......الخ : عند قصد القعود او بعده اوعند ارادة القيام وهو الاظهر وقال میرکؒ ای فاتكأ علیّ وقال الحنفی فوضع كفه وكان متكئًا (جمع ص ۲۳۱) پھر اپنا ہاتھ مبارک رکھا الخ یعنی بیٹھنے کے ارادہ کیوقت یا ان کے بعد اور یا کھڑے ہونے کے ارادہ کیوقت اور بظاہر یہی صورت تھی ملا میرکؒ فرماتے ہیں (کہ پھر تو الفاظ فاتكأ علیّ ہیں) یعنی میرے اوپر سہارا لے کر کھڑے ہوئے۔ اور حنفی کہتے ہیں کہ الفاظ فوضع كفه وكان متكئًا یعنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور آپ تکیہ کئے ہوئے تھے۔(جمع ص ۲۳۱) ثم قام (پھر کھڑے ہوئے) یہی موضع استشہاد اور باب اتکاء سے وجہ مناسبت ہے۔

حدیث میں سبق آموز طویل قصہ :

وفی الحديث قصة: یہ قصہ باب الوفات میں تفصیل سے آرہا ہے۔ علامہ بیجوریؒ

Marfat.com
Marfat.com

فرماتے ہیں، وھی انه صعد المنبر و امر بنداء الناس وحمد الله واثنی علیه والتمس من المسلمین ان یطلبوا منه حقوقهم (مواھب ص۱۱۲) وہ یہ ہے کہ آپؐ منبر پر چڑھے اور لوگوں کو آواز دے کر بلانے کا حکم کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ تم اپنے حقوق مجھ سے طلب کرو) (مواہب ص۱۱۲)

مجمع الزوائد میں خوب تفصیل سے یہ تمام تر قصہ نقل کر دیا گیا۔ قارئین کے ذوق علم اور شوق مطالعہ کے پیش نظر من وعن نذر قارئین ہے۔

امام ترمذیؒ نے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑا، حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لوں۔ میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا۔ حضور ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا:

میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا، میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو، میری آبرو سے بدلہ لے لے۔ جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو، وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے (بدلہ لینے سے) رسول اللہ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ میرے لئے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے، وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا۔ پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔

چنانچہ اس کے بعد منبر سے اُتر آئے۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمے کوئی حق ہو، وہ بھی ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ

Marfat.com
Marfat.com

کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا میرے تین درہم آپؐ کے ذمے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں، نہ اس کو قسم دیتا ہوں، لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپ کے پاس آیا تھا، تو آپؐ نے مجھ سے فرمادیا تھا کہ اس کو تین درہم دیدو۔ حضورؐ نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ اس کے تین درہم ادا کرو۔ اُس کے بعد ایک اور صاحب اُٹھے، انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمے تین درہم بیت المال کے ہیں، میں نے خیانت سے لئے تھے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کیوں خیانت کی تھی۔ عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا۔ حضورؐ نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ ان سے وصول کرلو۔

اس کے بعد پھر حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو، وہ بھی دعا کرالے (کہ اب روانگی کا وقت ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، بہت سونے کا مریض ہوں، حضور ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ اس کو سچائی عطا فرما، ایمان (کامل) نصیب فرما اور (زیادتی) نیند کے مرض سے صحت بخش دے۔ اس کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو نہ کیا ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یا عمر! چپ رہو، دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اس کو سچائی اور کامل ایمان نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر فرمادے۔ اُس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجمع سے کوئی بات کہی، جس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں، میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے، جدھر بھی وہ جائیں، ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اُٹھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بزدل ہوں، سونے کا مریض ہوں۔ حضور ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی۔

حضرت فضلؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی

Marfat.com
Marfat.com

بہادر نہ تھا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا اور جو ارشادات مردوں کے مجمع میں فرمائے تھے۔ یہاں بھی ان کا اعادہ فرمایا۔ ایک صحابیہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں زبان سے عاجز ہوں، حضور ﷺ نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی (مجمع الزوائد) ان حضرات کا اپنے کو منافق فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اللہ کے خوف سے یہ حضرات بہت زیادہ متصف رہتے تھے۔ اسی غلبۂ خوف سے اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو باتفاق اہل حق تمام اُمت میں افضل ہیں۔ یہ شبہ ہو جاتا تھا۔

ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ میں نے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پایا ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے منافق ہونے سے ڈرتا تھا کہ مبادا میں منافق تو نہیں ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ جو مشہور اکابر صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان جو گذر چکے یعنی صحابہ کرامؓ اور وہ مسلمان جو موجود ہیں یعنی بقیہ صحابہ اور تابعین کوئی بھی ان میں ایسا نہیں ہے، جو اپنے نفاق سے نہ ڈرتا ہو اور گذشتہ زمانہ میں اور موجودہ دور میں کوئی بھی منافق ایسا نہیں ہے، جو مطمئن نہ ہو۔ حضرت حسنؒ کا یہ بھی مقولہ ہے جو نفاق سے نہ ڈرتا ہو، وہ منافق ہے۔

ابراہیم تیمیؒ جو فقہاء تابعین میں ہیں، کہتے ہیں کہ جب بھی اپنی بات کو اپنے فعل پر پیش کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ جھوٹ نہ ہو (بخاری شریف، فتح الباری) یہی مطلب ہے، ان سب حضرات کے نفاق سے خوف کا کہ اپنے اعمال کو ہیچ اور کالعدم سمجھتے تھے اور پند و نصیحت وغیرہ احوال کے اعتبار سے یہ ڈر رہتا تھا کہ یہ نفاق نہ بن جائے۔ (خصائل ص ۸۱)

Marfat.com
Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش

شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک نادر تحفہ | تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی | ایک عظیم خوشخبری

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماءِ دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماءِ دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر ...... جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1608 .... ریگزین ...... قیمت : 750 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

توضیح السنن

شرح

آثار السنن للامام النیموی رح

(دو جلد مکمل)

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکۃ الآراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیق تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 ......ریگزین ...... قیمت : 600روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسّرِ قرآن، شارحِ حدیث

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی ؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون وظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

صفحات : 458 .... قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com
Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلہ نسب ابتدائی تعلیم اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترام اساتذہ شیخ الہند سے عشق و محبت اور دوران اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہند کا جانشین ☆ سیرت و کردار اخلاص وللہیت جود و سخا بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ انداز تدریس درس حدیث سے عشق و انہماک طلبہ پر شفقت و محبت محدثانہ جلالت قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوف خدا تقویٰ ایثار و توکل اعلیٰ اخلاقی اقدار خدمت خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت نماز سے محبت اور شوق تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت اطاعت اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی صبر و تحمل عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوف اور سلوک و معرفت میں عظمت مقام مرجعیت محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوق شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنی کا سفر آخرت ☆ خوان یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع۔

صفحات : 272 .... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

Marfat.com
Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ ومغفورہ

تحریر!

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز، روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان، جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آگئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کرسکتے ہیں۔

صفحات : 135 .... قیمت : 75روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com
Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اِسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات' احادیثِ نبوی' عبادات' معاملات' اعمال کے فضائل' بلندیٔ اخلاق وخصائل' محبت واطاعتِ رسول' محرمات سے اجتناب' منہیات کی نشان دہی' فرقِ باطلہ کا تعاقب' ردِّ بدعات' دعوتِ سنت واتحادِ اُمت' خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور' مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل واحکام' سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلّم اور محسن کتاب' اپنے موضوعات کے تنوع' تفہیم وتسہیل' افادیت اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 .... ریگزین .... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد' نوشہرہ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

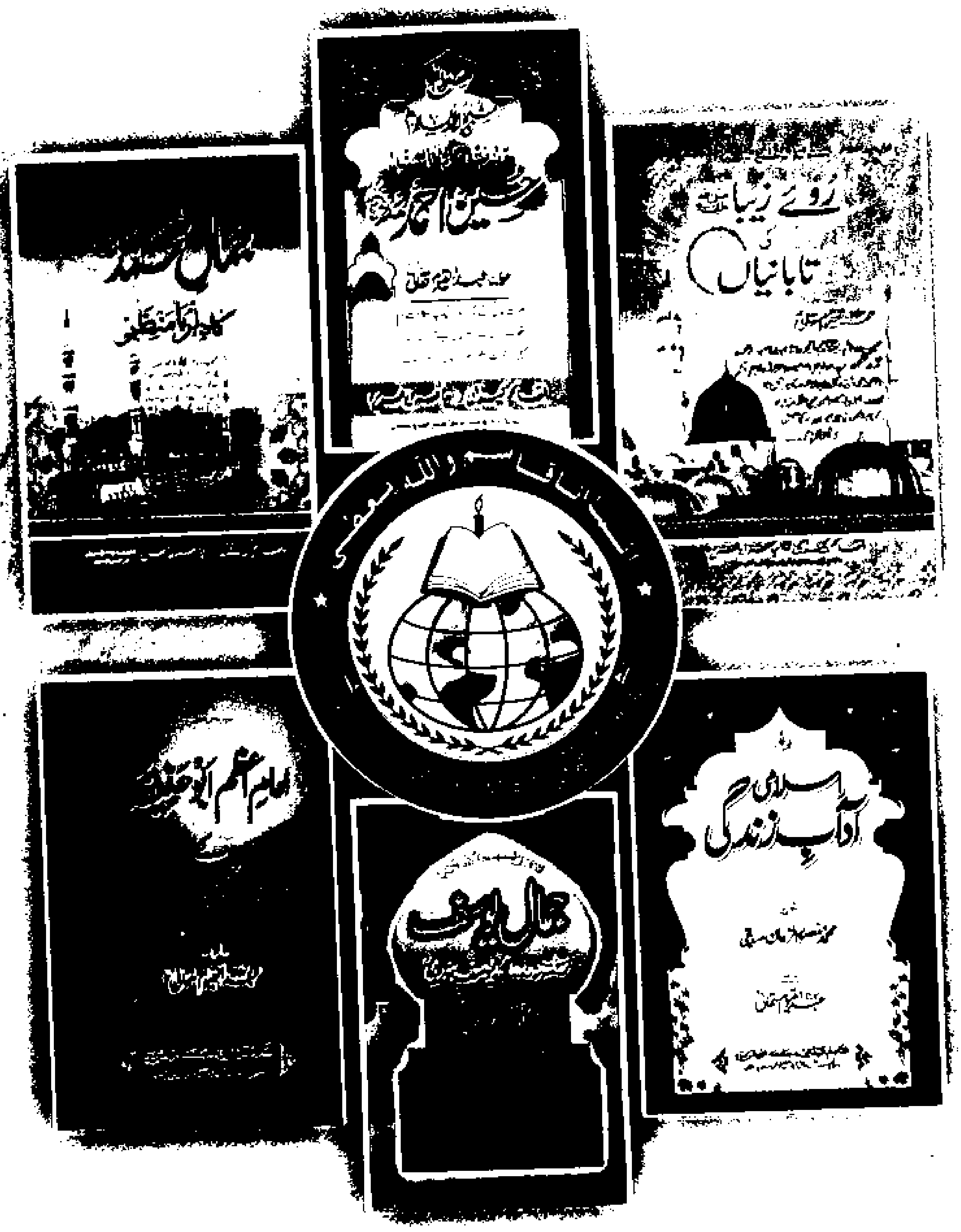

Marfat.com
Marfat.com